۱۵

اولیائے ملتان

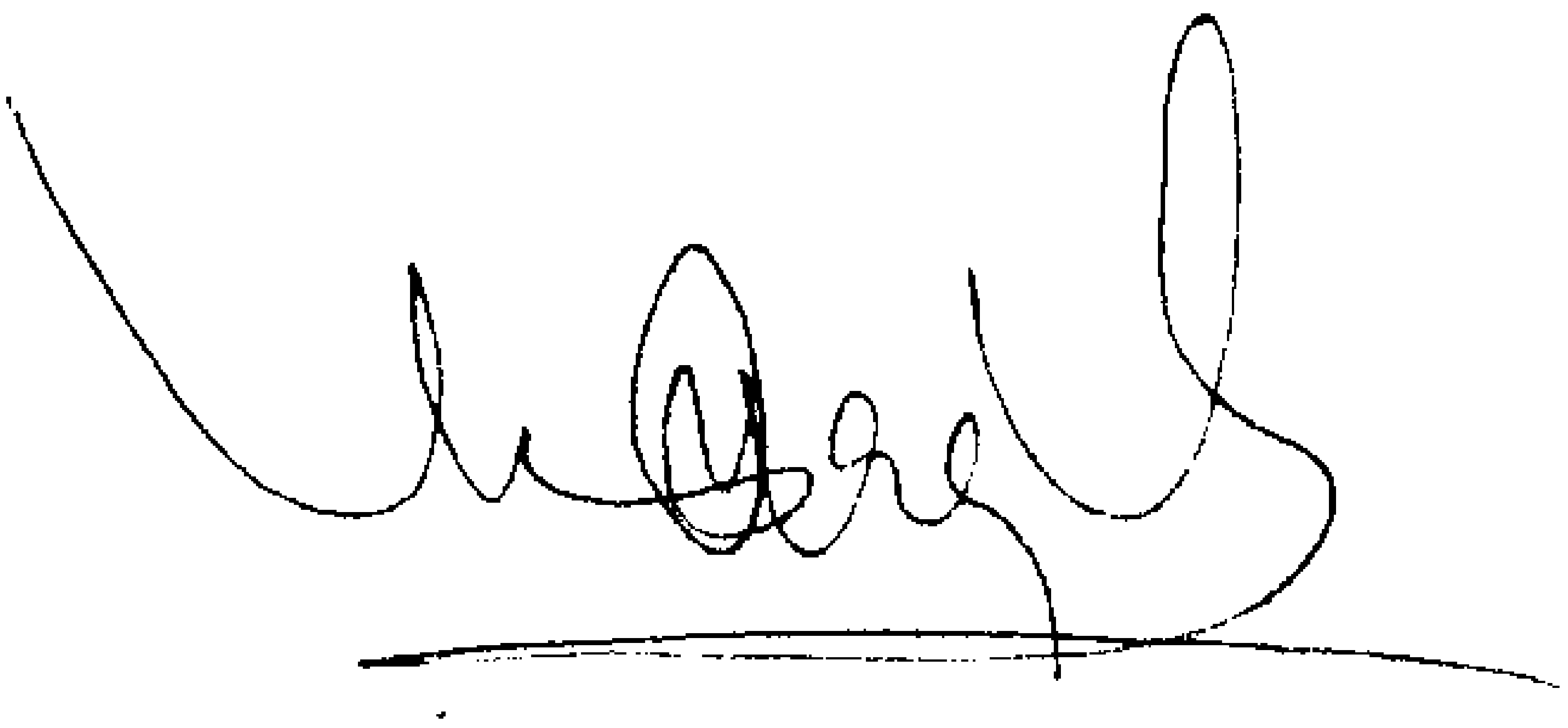

Marfat.com

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ

اولیائے ملتان
رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

جسمیں

مدینۃ الاولیاء ملتان کی قدیم تاریخ اور اس سرزمین کے ممتاز اولیائے کرام کے تفصیلی حالات قدیم وجدید مآخذ کی مدد سے جمع کیے گئے ہیں۔

تالیف

سید محمد اولاد علی گیلانی

بعد نظر ثانی و اضافہ

سنگِ میل پبلیکیشنز ○ لاہور

11229
10/6/2016
مکتبہ عثمانیہ

Marfat.com

جملہ حقوق محفوظ

81314

بار اوّل ——— جنوری سنہ ۱۹۶۴ء
تعداد ——— ۱۰۰۰
طباعت ——— نقوش پریس لاہور

[redacted]

ملنے کا پتہ

ایم شمس الدین تاجر کتب، زیر مسلم مسجد بیرون لوہاری دروازہ
لاہور

Marfat.com

گرچه بمیاری ، ای نسیم سحر
خبرِ من بدوستان برسان
ورچه درخورد نیست خدمتِ من
به بزرگانِ خرده دان برسان
بزبانی که بیدلان گویند
سخنِ من بدان زبان برسان
خبر از حالِ من بدان دیده !
صبحگاهی بگلستان برسان
بجنابِ بزرگِ قدوة دین
بندگی های بیکران برسان

شیخ فخرالدین عراقی رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

Marfat.com

فہرستِ مضامین

اولیائے ملتان

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	پیش لفظ	۹	۹	دیوان چاولی مشائخ رح	۲۲۳
	دیباچہ مؤلف	۱۳	۱۰	سید علی سرور رح	۲۲۴
	تاریخ ملتان	۱۷	۱۱	اریجن خیر بخاری رح	۲۲۵
	اولیائے کرام		۱۲	شیخ احمد معشوق رح	۲۲۶
۱	شیخ الاسلام شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی رح	۱۲۹	۱۳	خالد بن ولید رح	۲۲۹
۲	شیخ صدرالدین عارف رح	۱۴۷	۱۴	خواجہ حسن افغان رح	۲۳۰
۳	شیخ رکن الدین ابوالفتح رح	۱۸۳	۱۵	بی بی راستی رح	۲۳۳
۴	شیخ صدرالدین محمد حاجی رح	۲۰۴	۱۶	سرور شکوٹ رح	۲۳۴
۵	مخدوم شہر اللہ رح	۲۱۱	۱۷	شاہ دانا شہید رح	۲۳۵
۶	شاہ گردیز ملتانی رح	۲۱۴	۱۸	پیر عمر سہروردی رح	۲۳۶
۷	شمس تبریز سبزواری رح	۲۱۷	۱۹	خواجہ اویس کھگہ رح	۲۳۷
۸	شاہ ابوبکر وراق رح	۲۲۱	۲۰	عبدالرشید حقانی رح	۲۳۸

Marfat.com

نمبرشمار	مضمون	صفحہ	نمبرشمار	مضمون	صفحہ
۲۱	سُلطان ایوّب قتّال رح	۲۳۹	۳۱	سخی شاہ حبیب رح	۲۵۱
۲۲	شاہ حسین آگاہی رح	۲۳۹	۳۲	نواب سیّد موسیٰ پاک دین رح	۲۵۲
۲۳	پیر ور بر شاہ رح	۲۴۰	۳۳	میاں عبدالحکیم رح	۲۵۵
۲۴	شیخ حسین کاہ بر رح	۲۴۱	۳۴	حافظ محمد جمال مُلتانی رح	۲۵۷
۲۵	شاہ علی محمد رح	۲۴۲	۳۵	منشی غلام حسن شہید رح	۲۶۲
۲۶	سیّد موسیٰ پاک شہید رح	۲۴۴	۳۶	سیّد عظیم الدّین شاہ رح	۲۶۴
۲۷	سلطان احمد قتّال رح	۲۴۷	۳۷	خواجہ موسیٰ پاک صدیقی رح	۲۶۶
۲۸	شاہ حبیب رح	۲۴۹	۳۸	مولانا شاہ علی مردان رح	۲۶۹
۲۹	پیر جیون سلطان رح	۲۵۰		رحمۃ اللہ علیہم	
۳۰	پیر بُرہان رح	۲۵۰		اجمعین	

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

سید محمد اولاد علی گیلانی مرحوم کی تالیف "مرقع ملتان" جس پر زیرِ نظر کتاب کی اساس رکھی گئی ہے۔ آج سے پچپیس سال قبل ۱۹۳۸ء میں شائع ہوئی تھی۔ مؤلف مرحوم نے اس کتاب کو شاہ جارج ششم کے جشنِ تاجپوشی کی یادگار میں حکام وقت کے ایما پر مرتب کیا تھا جبکہ موصوف ڈسٹرکٹ بورڈ ملتان کے سیکرٹری کی حیثیت سے کام کر رہے تھے، چنانچہ اس کا موضوع بالفاظِ مؤلف "سوانح حیات خاندانِ شاہی کابینہ وزارت و واقعاتِ ملتان و متعلقاتِ ملتان" ہے گو اس ضمن میں انھوں نے ملتان کی گذشتہ تاریخ اور اس سرزمین کے اولیائے کرام کا بھی اجمالی تذکرہ کیا ہے۔ صاحبِ تالیف نے انگریزی حکومت کے مختلف شعبوں اور سرکاری و غیر سرکاری افراد کے حالات شرح و بسط سے بیان کئے ہیں اور رؤسائے ملتان اور دیگر سربرآوردہ شخصیتوں کے سوانح حیات

Marfat.com

قلمبند کرنے میں کافی زحمت اُٹھائی ہے۔ کتاب کا معتدبہ حصّہ ملتان کے ممتاز مسلم اور غیر مسلم خاندانوں کے حالات و شجرات پر مشتمل ہے۔

ظاہر ہے کہ موجودہ وقت میں معلومات کا یہ تمام ذخیرہ از کار رفتہ اور دلچسپی سے خالی ہے، لہذا ہنگامی نوعیت کے مواد سے قطع نظر کر کے اولیائے کرام کے مختصر و مجمل حصّہ کو جو درحقیقت رُوحِ کتاب ہے تجدید نظر اور مناسب اضافوں کے ساتھ دوبارہ مرتّب کیا گیا ہے، علاوہ بریں ملتان کی قدیم تاریخ کا حصّہ جو بہت مفید اور تاریخی پس منظر کو سمجھنے کے لئے نہایت ضروری ہے علی حالہٖ شامل کر دیا گیا ہے۔ اِس حصّے کی تاریخی حیثیت کے متعلق پروفیسر شیخ عبداللطیف تپش مرحوم نے "مرقع ملتان" کے پیش لفظ میں یہ رائے ظاہر کی تھی کہ "مؤلف نے ملتان کی تاریخ لکھ کر صرف حقِ فرزندی سے سبکدوشی حاصل نہیں کی بلکہ اس عجوزہ کہن سال کے لڑکپن اور شباب کی ساری داستانیں بیان کر دی ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ العرض ملتان کی تاریخ جیسی قدیم اور اپنے ساتھ صدہا انقلابی حکایات لئے ہوئے تھی ویسا ہی قدرت نے جدید الخیال مدوّن اس کے لئے پیدا کر دیا۔ تاریخی حیثیت سے یہ تصنیف مکمل ہے۔ قدیم و جدید مؤرخان پر جو نظر ڈالی ہے بالکل محققانہ اور بے لاگ ہے"۔

اصل کتاب میں صرف معدودے چند بزرگانِ کرام کا ذکر کیا گیا تھا اور ان کے حالات بہت تشنہ اور مختصر تھے، لہذا بہت سے قدیم و جدید تذکروں کی ورق گردانی کرنے کے بعد اولیائے ملتان پر تمام مفید مطلب مواد یکجا کر دیا گیا ہے اور اِس طرح کتاب کی معنوی حیثیت میں خاصا اضافہ ہو گیا ہے۔ اس سلسلے میں راقم الحروف نے جن تذکروں سے زیادہ استفادہ کیا ہے ان میں سے مندرجہ ذیل قابلِ ذکر ہیں۔

Marfat.com

(۱) مسالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین مؤلفہ مرزا محمد عبدالستار بیگ سہسرامی (۲) خزینۃ الاصفیا مفتی غلام سرور لاہوری (۳) حدیقۃ الاولیا مفتی غلام سرور لاہوری (۴) اخبار الاخیار شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۵) تاریخ مشائخ چشت از خلیق احمد نظامی (۶) تحفۃ الابرار تالیف نواب مرزا آفتاب بیگ (۷) تذکرہ حضرت صدرالدین عارف تالیف مولینا نور احمد خاں فریدی (۸) سرزمین ملتان تالیف مولینا نور احمد خاں فریدی (۹) گزیٹیر ضلع ملتان (۱۰) تاریخ فرشتہ۔

حضرت شیخ بہاء الدین زکریا، شیخ صدرالدین عارف اور شیخ رکن الدین ابوالفتح قدس اللہ اسرارھم کے حالات میں "مسالک السالکین فی تذکرۃ الواصلین" سے خاص طور پر استفادہ کیا گیا ہے۔ ان کے بعد شیخ صدرالدین محمد حاجی اور مخدوم شہر اللہ کے حالات مولینا نور احمد خاں فریدی کی تالیف "تذکرہ صدرالدین عارفؒ" سے اخذ کئے گئے ہیں۔ اختلافِ روایات کے پیشِ نظر حضرت شمس تبریز سبزواریؒ کے متعلق مولینا فریدی نے جو کچھ "سرزمینِ ملتان" میں تحریر کیا ہے اسی پر اکتفا کیا گیا ہے حقیقت یہ ہے کہ ملتان کے بزرگوں پر بہت قلیل مواد دستیاب ہے۔ ملفوظات تو نایابی کی حد تک پہنچے ہوئے ہیں۔ بزرگانِ ملتان کے سرخیل حضرت بہاءالدین زکریا ملتانی قدس سرہٗ کی حیات و تصنیفات پر خصوصاً ابھی بہت کام کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ سرزمینِ ملتان کے قدماء میں یہی ایک بزرگ ہیں جن کی کچھ تحریری یادگاروں کا نشان ملتا ہے۔

دیباچہ مؤلف سے ظاہر ہوگا کہ مؤلف مرحوم کو بزرگانِ سلف کے گرانقدر

Marfat.com

سوانح حیات مدوّن کرنے کا خیال ابتداءً اُس وقت پیدا ہُوا تھا جب وہ ۱۹۴۳ء میں ملتان کے اولیائے کرام کے مقابرِ مقدسہ پر بغرضِ فاتحہ حاضر ہوئے تھے لیکن بتقاضائے حالات و بامیائے حکام ان کی یہ تالیف ہر قسم کے رطب و یابس سے گرانبار ہوگئی اور اصل موضوع دب کر رہ گیا۔ لہذا مناسب معلوم ہوا کہ موجودہ تالیف کو "اولیائے ملتان" کے نام سے شائع کیا جائے تاکہ مرحوم کی ایک علمی یادگار صفحۂ ہستی پر قائم رہے۔ کل من علیہا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام۔

اُمید ہے کہ اہلِ معرفت اس کے مطالعہ سے محظوظ ہوں گے اور ملتان کی قدیم تاریخ و ثقافت سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب بھی اس سے کماحقہٗ مستفید ہوں گے۔

لطیف ملک

لاہور
۲۸ اکتوبر ۱۹۶۳ء

Marfat.com

دیباچۂ مؤلف

ماہ دسمبر ۱۹۳۰ء کے وسط میں جب میں نے موجودہ عہدہ کا جائزہ لیا تو بزرگانِ سلف کی قدیم و مستحسن رسم کے مطابق بلدۂ ملتان کے معتم بالشان بزرگانِ عظام کے مقابر مقدسہ پر بغرض فاتحہ حاضر ہوا۔ جو نشاط اور رُوحانی انبساط اِن آستانوں پر عقیدت مندانہ حاضری کے وقت حاصل ہوتا ہے اس کا صحیح نقشہ الفاظ کی دُنیا میں محدود نہیں ہو سکتا مختصر یہ کہ پہلی ہی حاضری کے موقع پر مجھے یہ خیال پیدا ہو گیا کہ ان بزرگانِ سلف کی خدمت کا بہترین طریق یہی ہے کہ ان کے گراں قدر سوانح حیات اور ان کے مقدس خاندانوں کے قابلِ قدر واقعات کا تذکرہ یکجا کر دیا جائے تا کہ اس ڈھلتی پھرتی چھاؤں یعنی بدلتی ہوئی دُنیا میں ان کا ذکرِ خیر بطرزِ جدید عقیدت مندانِ خاص و عام کے لئے سود مند ہو سکے۔ یہ خیال میرے دل و دماغ میں برسوں پرورش پاتا رہا اور میں اپنے عہدہ کی گوناگوں مصروفیات اور دیگر مجبوریوں کی وجہ سے کبھی مطمئن ہو کر اس کو عملی جامہ نہ پہنا سکا۔

خوش قسمتی سے اعلیٰ حضرت شہنشاہ جارج ششم کی تاجپوشی کے جشنِ عظیم کے موقع پر ضلع کے ہر دلعزیز ڈپٹی کمشنر مسٹر نصیر احمد آئی۔ سی۔ ایس نے جشن کی عظیم الشان تیاری اور شان و شوکت کو دیکھ کر اس خیال کا اظہار فرمایا کہ اگر اس مانِ سعید کی مختلف الانواع تقاریبِ عظیم کے علاوہ کوئی مستقل یادگار بھی قائم ہو جائی تو

Marfat.com

نہایت موزوں ہوتا - میں نے عرض کی کہ موجودہ حالات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس تجویز کی بہترین عملی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ اس جشنِ عظیم کی مختلف تقاریب کو بطور یادگار ہمیشہ زندہ رکھنے کے لیے ایک ایسی کتاب تالیف کی جائے جس میں ان تقریبات کے مفصل تذکرہ کے علاوہ اعلیٰ حضرت جارج پنجم خامس کے دورِ حکومت صوبہ ملتان کی گذشتہ تاریخ اور اس ضلع کی مایہ ناز ہستیوں کے تذکرۂ حیات کے علاوہ بزرگانِ سلف و عمائدین کے حالات کو بھی یکجا کتاب کی صورت میں مدوّن کر دیا جائے تاکہ ہر مذاق کے آدمی کے لیے انشراحِ دماغی اور مطالعۂ تاریخی کا سامان مہیا ہونے کے علاوہ موجودہ طرزِ حکومت کے سمجھنے کا ادراک بھی پیدا ہو سکے

صاحب ممدوح نے اس تجویز کو بیحد پسند فرمایا اور بکمال مہربانی اس کام کی تکمیل میری تجویز کے مطابق منظور فرمائی - میرا خیال تھا کہ مجوّزہ کام کے لیے ضروری مواد بہت جلد فراہم ہو سکے گا لیکن جب اس کے مختلف پہلوؤں پر نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ یہ آسان کام نہیں، مگر خداوند ذوالجلال والاکرام کا شکر ہے کہ انتہائی کوشش و کاوش کے بعد یہ بیل منڈھے چڑھی، اور آج میں اس قابل ہوں کہ یہ ناچیز تحفہ ناظرین کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں -

تیری رحمت سے الٰہی پائیں یہ رنگِ قبول
پھول کچھ میں نے چنے ہیں ان کے دامن کیلئے

خاکسار
مؤلّف

Marfat.com

تاریخِ مُلتان

Marfat.com

Marfat.com

(۱)

جغرافیائی حالات

وجہ تسمیہ

یہ معلوم کرنا مشکل ہے کہ ملتان کی وجہ تسمیہ کیا ہے مشہور چینی سیّاح ہیون سانگ جو ۶۴۱ء کے آخر میں سندھ کے راستے ملتان آیا اس شہر کا ذکر "ملی استھان پورہ" کے نام سے کرتا ہے۔ اس سے گمان پیدا ہوتا ہے کہ یہ شہر وہی ہے جس میں سے سکندرِ اعظم بھی کوئی ۳۲۵ سال قبل از مسیح گذرا ہے کیونکہ قدیم یونانی کتابوں سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اس حصہ ملک میں سکندرِ اعظم کی ملّی قوم سے نہایت زبردست معرکہ آرائیاں ہوئیں جن میں خود سکندر بھی ایک دفعہ نہایت بُری طرح زخمی ہوا۔ مؤرخینِ یونان ان معرکوں کا ذکر کرتے ہوئے صاف لکھتے ہیں کہ دریائے چناب اور جہلم کے مقامِ اتصال پر پہنچ کر سکندرِ اعظم اپنی فوج سمیت ایک ریگستان میں داخل ہوا جہاں "ملوئی" یا "ملّی" قوم نے اس کا زبردست مقابلہ کیا لیکن

Marfat.com

شکست کھائی اور کئی شہر سکندر اعظم کے ہاتھ آئے۔ ان دریں حالات شہر ملتان کا قدیم نام "ملی استھان" ہونا بعید از قیاس نہیں ہو سکتا۔ گیارھویں صدی کا مشہور مؤرخ البیرونی بھی ایک کشمیری مصنف کا حوالہ دیتے ہوئے بیان کرتا ہے کہ شہر کا نام ملتانہ تھا۔ سر الیگزنڈر برنز کا قول ہے کہ انھوں نے خود لوگوں کی زبانی اس شہر کا نام "ملی تھان" سنا ہے۔

حدود اربعہ

ضلع ملتان کے مشرق میں ضلع منٹگمری، شمال میں ضلع جھنگ اور مغرب میں ضلع مظفر گڑھ واقع ہے۔ جنوب میں ریاست بہاولپور ہے، گو یا دریائے ستلج اسے ریاست بہاولپور سے علیحدہ کرتا ہے اور دریائے چناب ضلع مظفر گڑھ سے۔ ضلع ملتان کا مجموعی رقبہ تقریباً ۵۷۱۹ مربع میل ہے۔

قدرتی طور پر یہ ضلع تین بڑے بڑے حصوں پر مشتمل ہے۔ دریائی علاقہ کو "ہٹھار" مرتفع بنجر علاقوں کو "رادہ" اور ان دونوں کے درمیانی حصے کو "اُتار" کہتے ہیں۔

ضلع ملتان کا تمام رقبہ عام طور پر ایک نشیب کی صورت میں ہے جو شمال مشرق سے شروع ہو کر جنوب مغرب کی طرف جاتا ہے۔ اسی طرح کا ایک نشیب شمال مغرب کی جانب سے شروع ہو کر جنوب مشرق کی طرف رُخ کرتا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس علاقے کے دریاؤں کے بہاؤ میں وقتاً فوقتاً نمایاں تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں۔

دریائے راوی

تاریخی زمانے کے دوران میں دریائے راوی نے غالباً تین دفعہ اپنا رُخ بدلا ہے۔ ابتدائی زمانے میں تو یہ قصبہ تلمبہ سے بخطِ مستقیم شہر ملتان تک آتا تھا۔ اِس کے نشانات تلمبہ کے جنوبی حصوں کی پستی اور رشیدہ اور ٹاٹے پور کے قریب نمایاں نشیب سے واضح ہیں۔ اِس کے بعد جو تبدیلی رونما ہوئی وہ یہ ہے کہ تلمبہ کے

Marfat.com

جنوبی حصے کو چھوڑ کر اس دریا نے اپنا راستہ سدھنائی کے قریب بنا لیا جہاں دس بارہ میل تک حیرت انگیز طریق سے یہ دریا بخطِ مستقیم ملبہ سے ذرا مغرب کو اور سرائے سدھو سے کسی قدر مشرق کی سمت بہتا ہے۔ ہندوؤں کی روایت ہے کہ رام اور لچھمن اس مقام پر نہار ہے تھے اور چونکہ ان کے کپڑوں کی رکھوالی کرنے کو کوئی شخص موجود نہ تھا اس لئے انھوں نے دریا کو حکم دیا کہ وہ بالکل سیدھا ہو کر بہے تاکہ اُن کی نظر دُور تک دونوں طرف جا سکے، چنانچہ دریا کے سب بل نکل گئے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ سیتا جی کو رام کے درشن کا اشتیاق تھا اس لئے ان کے حکم سے دریا سیدھا ہو گیا۔ اسی طرح اہلِ اسلام کی بھی مختلف روایات ہیں، لیکن یہ تحقیق نہیں ہو سکا کہ دریا کا یہ حیرت انگیز سیدھا بہاؤ کیونکر ممکن ہوا۔ رشیدہ کے قریب کئی مواضع مثلاً میانہ راوی وغیرہ اب تک آباد ہیں جن سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ راوی کسی زمانے میں وہاں بھی بہتا تھا۔ شہرِ ملتان کے قریب دریائے راوی کی موجودگی ۷۱۲ء میں پائی جاتی ہے جب محمد بن قاسم نے اس شہر پر حملہ کر کے قبضہ کیا، لیکن امیر تیمور کے وقت یعنی گیارھویں صدی میں یہ دریا غالباً اپنی جگہ چھوڑ چکا تھا کیونکہ اس زمانے میں اس کا اتصال شہرِ ملتان کے نیچے جا کر دریائے چناب کے ساتھ ہوتا تھا۔ پھر ۱۵۰۲ء میں یہ پتہ چلتا ہے کہ راوی بادشاہانِ خاندانِ لنگاہ اور سلاطینِ لودھی کی مملکت کے درمیان حدِ فاصل تھا اور اس زمانے میں شورکوٹ سے تقریباً بیس میل کے فاصلے پر بہتا تھا۔ شاہ عالمگیر اورنگ زیب نے ۱۶۵۶ء میں ملتان میں قیام فرمایا تھا۔ اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ راوی پھر اپنے اصلی راستے پر لوٹ آیا اور بیان کیا جاتا ہے کہ دریائے راوی تب ملتان سے کوئی تین میل کے فاصلے پر دریائے چناب سے آملتا تھا۔ علاقہ

Marfat.com

کے بندوبست مالی کی وجہ سے جو محال اُس زمانے میں قائم ہوئے اُن میں محال ملتان کئی اطراف میں تقسیم ہوا اور شہر کے جنوب مشرقی طرف کا نام آج تک "طرف راوی" کے نام سے مشہور ہے۔ ان تمام واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دریا برابر رُخ بدلتا رہا ہے گو پختہ طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کون سا رُخ کب ظہور پذیر ہوا۔

دریائے چناب

دریائے چناب کے متعلق بھی یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ قدیم زمانے میں وہ اپنے موجودہ محلِ وقوع کے مشرق میں کئی میل اس طرف بہتا ہو گا۔ ۱۲۴۵ء کے قریب کے زمانے میں یہ پتہ چلتا ہے کہ اس وقت شہر ملتان چناب کے مغرب میں واقع تھا۔ اس دریا کے کنارے کچھ چنداں اونچے نہیں ہیں۔ عام طور پر اس میں ہمیشہ پانی رہتا ہے اگرچہ اس کا پانی راوی کی طرح زرخیز اور سیراب کن نہیں۔ طغیانی کے موسم میں اکثر اوقات اس دریا کی وجہ سے نقصان ہوتا ہے گو اب جگہ جگہ مضبوط بند بنا دیئے گئے ہیں اور علاقہ کی حفاظت کے بہترین سامان مہیا ہیں۔ آج سے ۷۰ برس پہلے جہاز ملتان کے قریب بندر گھاٹ تک آتے تھے لیکن اب یہ سلسلہ مسدود ہو چکا ہے۔

دریائے بیاس

آج سے تقریباً ۲۵۰ برس پہلے تک دریائے بیاس بھی ضلع کے وسط میں سے یعنی مشرق میں لکھی میاں کے قریب سے موضع تھہ کلاں تک بجانب مغرب بہتا تھا۔ امیر تیمور کے حملہ کے زمانے میں اس دریا کی موجودگی ثابت ہے، اور آئینِ اکبری کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ علاقہ کھائی کی مالگذاری تقریباً نو لاکھ روپے کے قریب تھی۔ رفتہ رفتہ یہ دریا اپنا راستہ چھوڑ کر خشک ہو گیا۔ علاقہ میں اس دریا کا راستہ اب تک "سُک دریا" یعنی خشک بیاس کے نام سے مشہور ہے۔

Marfat.com

بیان کیا جاتا ہے کہ یہ سب کچھ ایک فقیر کی بددعا کا نتیجہ تھا جس کو ملاحوں نے اپنی کشتی میں پار لے جانے سے انکار کر دیا تھا۔ اندازاً یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ تبدیلی ۱۷۹۰ء اور ۱۷۹۶ء کے درمیان رونما ہوئی ہوگی۔

دریائے ستلج اس دریا کے متعلق کوئی خاص بات قابلِ ذکر نہیں۔ عام لوگ اسے نیلی کے نام سے پکارتے ہیں لیکن اصل نام ستلج یا گھارا ہے۔ ریاست بہاولپور اور ضلع ملتان کے درمیان حدِ فاصل قائم کرتا ہے۔ طغیانی کے موسم میں کچھ نقصان بھی کرتا ہے عام طور پر سردیوں میں خشک ہو جاتا ہے۔ پہلے زمانے میں اس میں بھی جہاز رانی ہوتی تھی اور فیروزپور تک جہاز آ جاتے تھے، لیکن اب صرف کشتیاں چلتی ہیں۔

آب و ہوا ضلع ملتان کی آب و ہوا کچھ ایسی بُری نہیں۔ یہاں کی گرمی اور گرد و غبار تو دُور دُور تک مشہور ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ راتیں عام طور پر ٹھنڈی ہوتی ہیں اور دوسرے ضلعوں میں تو باوجود درجۂ حرارت کم ہونے کے حبسِ دم کی صورت پیدا ہو جاتی ہے مگر یہاں خشک ہوا چلتی رہتی ہے۔ موسم گرما میں صبح اور شام کو عموماً قدرے خنکی ہو جاتی ہے، اور زیادہ گرمی کی صورت میں آندھی ضرور آ جاتی ہے جس سے درجۂ حرارت میں نمایاں کمی ہو جاتی ہے۔ موسم سرما میں آب و ہوا اور بھی زیادہ خوشگوار ہوتی ہے اور ماہ دسمبر کے وسط تک خوب لطف رہتا ہے۔

Marfat.com

(۲)

تاریخِ قدیم

اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ سکندرِ اعظم نے ۳۲۶-۳۲۵ قبل از مسیح میں اس علاقہ سے گذرا اور ملی یا ملوئی قوم کے بڑے بڑے شہروں کو تاخت و تاراج کرتا ہوا نکل گیا۔ ان معرکوں میں اس نے ملتان پر بھی حملہ کیا اور کثیر نقصانِ جان کے بعد اُس نے اس شہر کو بڑی مشکل سے فتح کیا۔ اس علاقہ کو فتح کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ سکندرِ اعظم اس مقام پر پہنچا جہاں دریائے چناب دریائے سندھ سے ملتا ہے اور اس علاقہ میں فیلقوس نامی جرنیل کو وہ اپنا وائسرائے مقرر کر گیا۔ تھوڑے عرصے کے بعد اودیس نامی ایک سردار نے اُس کو قتل کر دیا اور اپنی طاقت شمال مغربی سرحد کی طرف بڑھائی ۳۲۷ قبل از مسیح میں یونانی افواج پر چندر گپت راجہ پاٹلی پتر نے غلبہ پا لیا اور دوسری صدی قبل از مسیح یہ خاندان اور راجگان مگدہ دیس تمام شمالی ہندوستان پر قابض رہے اس زمانے میں یونانی خاندان بکٹرین کے بادشاہوں کو اپنے ملک سے نکلنا پڑا اور انہوں نے ہندوستان پر حملہ کیا اور اس ملک کے مختلف خاندانوں میں سے قبیلہ کوشان خاص طور پر قابلِ ذکر ہے جو ۳۰ قبل مسیح سے ۴۷۰ء تک حکمران رہے اور ۴۷۰ء سے ۵۵۰ء تک ایک اور یورپین قوم وائٹ ہنز (WHITE HUNS) برسرِ اقتدار رہی ۵۴۴ء میں مہاراجہ بکرماجیت نے اس قوم کو زبردست شکست دینے کے بعد اس علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ البیرونی لکھتا ہے کہ یہ لڑائی کہروڑ اور قلعہ لونی کے درمیان ہوئی تھی،

81314

Marfat.com

لیکن یہ یقین کرنا مشکل ہے کہ آیا یہ مقام ہمارے ضلع کا موجودہ قصبہ کہروڑ پکا ہے یا کوئی اور۔
اس کے بعد تاریخی واقعات کا کچھ ذکر عرب مصنّفین کے سفرناموں میں ملتا ہے
جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ملتان صوبہ سندھ کا صدر مقام تھا اور یہاں راجہ سہس رائے
کی حکومت تھی جس پر تقریباً ۶۳۱ء میں ایک برہمن چچھ نامی نے تصرّف کر لیا جس زمانے
میں عرب براستہ سندھ ہندوستان میں داخل ہوئے راجہ چچھ کی حکومت تھی اس کے
متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے راجگانِ خاندانِ رائے کو شکست دے کر ملتان
پر حملہ کیا جہاں سہس رائے کا ایک رشتہ دار ملک بھجرائے بطور نائب حکومت کرتا تھا۔
چچھ نے دریائے بیاس کو عبور کر کے بھجرائے کے لڑکے کو قلعہ سکہ پر شکست دی جو ملتان
کے مقابل دریائے راوی کے کنارے واقع تھا۔ پھر ملتان کا محاصرہ کیا۔ بھجرائے بہادری
سے لڑا لیکن مقابلہ کی تاب نہ لا کر آخر مغلوب ہوا اور چچھ کی سلطنت قائم ہو گئی بہرام پور،
کہروڑ اور دوسرے شہر اس کے قبضہ میں آ گئے اور رفتہ رفتہ کشمیر کی حدود تک اس
کی سلطنت وسیع ہو گئی۔ چچھ ۶۷۱ء میں مر گیا اور اس کی جگہ اس کا بھائی چندر تخت نشین
ہوا۔ چندر بدھ مذہب کا پیرو تھا۔ یہ ۶۷۹ء میں فوت ہوا اور اس کے بعد چچھ کا بیٹا راجہ
ڈاہر تخت پر بیٹھا۔

Marfat.com

(۴)

عربوں کی حکومت

۷۰۰ء سے ۹۷۰ء تک

عربوں کے مشہور جرنیل محمد بن قاسم نے صرف اٹھارہ سال کی عمر میں سندھ میں داخل ہو کر خاندان چچھ کے اقتدار کو ملیامیٹ کر دیا اور ہر جگہ مسلمانوں کی بادشاہی قائم ہو گئی۔ یہ قبضہ محض فوجی حیثیت رکھتا تھا کیونکہ مسلمانوں کی تعداد بہت قلیل تھی، خود ملتان میں حاکم وقت آبادی سے دور چھاؤنی میں رہا کرتا تھا۔ ہر ایک بڑے شہر میں مسلمان گورنر تھا اور تمام رعایا بدستورِ سابق ہندو تھی۔ مالیہ سرکار وغیرہ وصول ہو کر خزانہ سرکار میں داخل کیا جاتا تھا، لیکن رعایا کے مذہب سے کسی قسم کا تعرّض نہ تھا۔ اس زمانے میں سادات اور قریش خاندان کے سربرآوردہ مبلّغین کی آمد نہیں پائی جاتی نہ تبلیغِ مذہب کی جانب کوئی خاص توجہ دی گئی۔ پہلی تین صدیوں میں دیوان چاولی مشایخ (علاقہ میلسی) کے خاندان کے سوا کسی اور خاندان کا پتہ نہیں چلتا جس نے اسلام قبول کیا ہو۔ یہ اسلامی حکومت خلفائے بغداد کے ماتحت قائم تھی، لیکن نویں صدی عیسوی میں جب خلافتِ بغداد میں کمزوری اور زوال کے آثار رونما ہوئے تو حکومتِ ملتان تقریباً خودمختار ہو گئی۔

یہ بات ضرور قابلِ تعجب ہے کہ مٹھی بھر مسلمانوں نے اپنی حکومت کیونکر قائم رکھی اور ہندوؤں نے کثرت کے باوجود اُن کا مقابلہ کیوں نہ کیا۔ مسعودی لکھتا ہے کہ ملتان میں مشہور مندر پر مسلمانوں کا قبضہ تھا اور اِس لئے وہ بیرونی حملہ سے محفوظ تھے

Marfat.com

کیونکہ وہ ہمیشہ دھمکی دیتے رہتے تھے کہ اگر کسی نے شرارت کی تو اس مندر کو گرا دیں گے۔ بہرحال کچھ بھی ہو حقیقت یہ ہے کہ صوبہ ملتان پر مسلمانوں نے متواتر تین صدیوں تک بلا مزاحمت حکمرانی کی۔

اس زمانے کی مفصل تاریخ کا لکھنا تو اس مجوزہ کتاب کے مقاصد سے باہر ہے لیکن چند چیدہ چیدہ واقعات کا ذکر کر دینا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ ۶۶۴ء میں عربوں نے براستہ سندھ داخل ہو کر ملتان تک کا علاقہ فتح کر لیا تھا، لیکن یہ تصدیق نہیں ہو سکا کہ آیا اس وقت ملتان بھی فتح ہوا یا نہیں۔ ۷۱۲ء میں محمد بن قاسم سندھ کے جنوبی حصہ سے نکل کر وادیٔ سندھ میں داخل ہوا اور ایک خونریز جنگ کے بعد اس نے راجہ ڈاہر کو سکھر کے قریب شکست دی اور ملتان کا رُخ کیا۔ البلاذری نے اس واقعہ کا جو ذکر کیا ہے وُہ حسب ذیل ہے۔

محمد شہر السا کا کی جانب بڑھا جو دریائے بیاس کے اس طرف واقع ہے، اس کو فتح کیا۔ یہ شہر اب بالکل برباد ہو چکا ہے، پھر بیاس کو عبور کر کے ملتان کی طرف متوجہ ہوا۔ اس معرکہ میں زید بن عمر طائی نے خوب دادِ شجاعت دی۔ کفار بے ترتیبی سے شہر کی طرف بھاگے اور قلعہ بند ہو گئے۔ محمد بن قاسم نے محاصرہ ڈال دیا، لیکن مسلمانوں کی رسد ختم ہو گئی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ انہیں خچر اور گدھے کھانے پڑے۔ ایک روز ان کی خوش قسمتی سے ایک بوڑھا آدمی قلعہ سے باہر نکلا تو اُسے امان دی گئی، اُس نے ایک خفیہ نہر کا کھوج بتلایا جو زمین کے نیچے نیچے سے قلعہ میں داخل ہوتی تھی اور وہاں ایک بہت بڑے تالاب کو سیراب کرتی تھی، یہی تالاب محصورین کی آب نوشی کا ذریعہ تھا۔ محمد بن قاسم نے فوراً اس ذریعۂ آب رسانی کو مسدود کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ محصورین پیاس سے مجبور ہو کر

Marfat.com

باہر نکل آئے۔ سخت جنگ ہوئی اور تمام جنگجو جوان قتل ہو گئے، بچے گرفتار ہوئے اور مشہور مندر کے چھ ہزار پجاری بھی قید کر لیے گئے۔ محمدؐ بن قاسم کی فتح ہوئی اور وہ شہر میں داخل ہوا۔ ابتدائی انتظامات سے فارغ ہونے کے بعد اُس نے ملتان میں ایک عالیشان جامع مسجد تعمیر کرائی اور امیر داؤد نصر بن ولید عمانی کو اس شہر کا حاکم مقرر کیا۔ عکرمہ بن ریحان شامی کو علاقہ ملتان کی حکومت سپرد ہوئی اور احمد بن حریمہ بن عتبہ کو اجتہاد اور کروڑ کے قلعوں کا سالار قلعہ بنایا گیا۔

اس کے بعد محمدؐ بن قاسم شمال کی جانب بڑھا، لیکن جلد ہی خلیفہ بغداد کے حکم سے واپس بلایا گیا۔ اس کے بعد کا علم نہیں کہ پھر کیا ہوا، البتہ یہ واضح ہوتا ہے کہ خلافتِ منصوریہ کے زمانے میں یعنی ۷۷۴-۷۵۳ء اور پھر ۸۴۱-۸۳۳ء میں یعنی خلیفہ معتصم باللہ کے عہد میں ملتان پر حملے ہوئے۔

مشہور مورخ و سیاح مسعودی ۹۱۵-۳۰۳ھ میں ملتان آیا۔ اس کی تحریر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ملتان میں ایک مشہور مندر تھا جہاں دُور دُور سے ہندو جاترا کی غرض سے آیا کرتے تھے اور لاکھوں روپے کے قیمتی تحائف مندر کی مورتی پر چڑھاتے۔ اس آمدنی کا بیشتر حصہ شاہی خزانہ میں داخل ہوا کرتا تھا۔ مسعودی بیان کرتا ہے کہ اس مندر پر زر و جواہر کی نذرات کثرت سے چڑھائی جاتی تھیں اور بخورات جلانے کے لیے زائرین عنبری اور صندل کی لکڑی کثرت سے لایا کرتے تھے اور یہ لکڑی دو سو دینار فی من کے حساب سے فروخت ہوتی تھی۔ اس عالیشان مندر پر قبضہ ہو جانے کی وجہ سے اسلامی حکومت ہر قسم کے بیرونی حملے سے بے خطر تھی، کیونکہ جب کبھی اس قسم کے حملہ کے آثار نمودار ہوتے مسلمانوں کی طرف سے اس بت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کی دھمکی دی جاتی اور مخالفین

Marfat.com

کے حوصلے پست ہوجاتے۔

ان واقعات کی تصدیق استخری اور دیگر سیاحوں کے سفرناموں سے بھی ہوتی ہے

○

(۴)

عہدِ قرامطہ

۸۷۰ء سے ۱۲۰۶ء تک

جوں جوں خلافتِ بغداد کمزور ہوتی گئی ایران اور دیگر علاقوں میں شیعہ مذہب کا زور ہوگیا اور اسمٰعیلیہ فرقہ کے ایک مشہور پیرو عبداللہ قرامطی نے بے حد زور پکڑا۔ عبداللہ کا اصولِ مذہب یہ تھا کہ ضرورت کے وقت سب کچھ جائز ہے اور اس اصول کو عملی جامہ پہنانے کی غرض سے اُس نے ہر جگہ قتل و غارت کا بازار گرم کیا۔ شام پر حملہ کیا، بصرہ اور کوفہ فتح کر لیا، مکہ شریف میں لوٹ مار ہوئی اور حجرِ اسود کو اپنی جگہ سے ہٹا دیا گیا۔ عراق و مصر میں تو اس فرقہ کی بہت جلد سرکوبی ہوگئی، لیکن وہ سندھ کے راستے ہندوستان آئے اور اس علاقہ پر قبضہ کر کے ملتان میں داخل ہوگئے، یہ دسویں صدی کا واقعہ ہے۔ ہندوؤں کا مندر گرا دیا گیا اور جامع مسجد کو بھی کچھ نقصان پہنچایا گیا۔ اس زمانے میں لودھی پٹھان علاقہ پنجاب میں برسرِ اقتدار تھے اور پشاور سے ملتان تک انہی کا زور تھا یہ لوگ بھی اس نئے مذہب کے پیرو بن گئے۔ حکومت برائے نام غزنوی خاندان کی

Marfat.com

تھی۔ یہ سلسلہ ایک عرصہ تک جاری رہا۔ آخر محمد غوری نے ملتان پر حملہ کر کے فرقہ اسمٰعیلیہ کے اقتدار کا ہمیشہ کے لیئے خاتمہ کر دیا۔

اِس فرقہ بندی کی معرکہ آرائیوں کی وجہ سے شہر ملتان اور علاقہ ملتان کی خوش حالی اور ترقی میں اچھی خاصی رکاوٹ ہوئی بلکہ دو صدیوں کی متواتر طوائف الملوکی کی وجہ سے علاقہ بالکل ویران ہو گیا۔ سلطان بہرام شاہ کے زمانے میں یعنی ۱۱۱۸-۱۱۵۲ء کے درمیان سادات گردیزی یہاں آکر آباد ہوئے اور ان کے رہنما حضرت شیخ یوسف گردیزی رحمۃ اللہ علیہ پہلے بزرگ تھے جنھوں نے صحیح معنوں میں اِسلام کی تبلیغ و اشاعت کا کام شروع کیا۔

اس زمانے کے چیدہ چیدہ واقعات حسبِ ذیل ہیں۔

۹۷۰ء۔ سامانی بادشاہوں کے زمانے میں افغانوں نے صوبہ کابل اور صوبہ ملتان کے درمیان ایک حدِ فاصل قائم کی اور یہاں سے وہ ہمیشہ سندھ اور ٹھٹھہ پر حملے کرتے رہے۔ جب حکومتِ غزنی الپتگین کے قبضہ میں آئی تو اس کے جرنیل سبکتگین نے علاقہ ملتان پر کئی بار حملہ کیا اور افغانوں کی حکومت کے باوجود وہ اس علاقہ کو تاخت و تاراج کر کے ہزار ہا قیدی بطورِ غلام اپنے ہمراہ لے جاتا رہا۔ راجہ جے پال والئ لاہور نے دیگر راجاؤں کے اتفاق سے شیخ حامد نامی ایک افغان کو حاکمِ ملتان مقرر کیا اور اس کے ماتحت افغانی فوج ملتان کے علاقہ میں تعینات کی گئی۔

۹۷۶ء میں الپتگین کا انتقال ہو گیا اور سبکتگین تخت نشین ہوا۔ شیخ حامد یہ دیکھ کر کہ سبکتگین کے آئے دن حملوں سے اس کی اپنی طاقت کمزور ہو جاتے گی سبکتگین کے ساتھ مل گیا، چنانچہ سبکتگین نے شیخ حامد کے علاقہ میں لوٹ مار بند کر دی۔

Marfat.com

سنہ ۹۸۰ء میں فرقہ قرامطی کے سردار جلم بن شیبان نے ملتان فتح کیا۔ سورج مندر کو مسمار کرایا اور پرانی مسجد کے بجائے ایک نئی مسجد تعمیر کی۔ سنہ ۱۰۰۵ء میں محمود غزنوی علاقہ ملتان میں سے بھٹیا کے راجہ پر حملہ کرنے کی غرض سے گذرا۔ اس زمانے میں ملتان کی حکومت نمک کے پہاڑوں تک وسیع ہو گئی تھی۔ بقول مسٹر ایلیٹ بھٹیہ سے مراد غالباً بھیرہ ہے۔

شیخ حامد لودھی ملتان کا پہلا حاکم تھا۔ وہ امیر سبکتگین کو خراج ادا کیا کرتا تھا، لیکن اس کا پوتا ابو الفتح داؤد مذہبِ حنفیہ سے برگشتہ ہو کر فرقہ قرامطی میں شامل ہو گیا۔ اس نے خراج دینا بند کر دیا اور آنند پال راجہ لاہور سے سازباز کر کے مقابلہ کی ٹھانی، لیکن محمود غزنوی نے آنند پال کو شکستِ فاش دی اور وہ بھٹنڈہ کے راستے سے ملتان میں داخل ہوا۔ محمود نے کل سات روز تک ملتان کا محاصرہ جاری رکھا، مگر اس اثنا میں ادھر ہرات کے علاقہ میں بغاوت ہو گئی اور وہ ابو الفتح سے حلفِ اطاعت لینے کے بعد واپس چلا گیا۔ تاریخ یمینی میں لکھا ہے کہ ملتان فتح کرنے کے بعد محمود نے لوگوں پر بے حد سختی کی۔ اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ ابو الفتح کے بعض ملحدانہ عقائد کی وجہ سے لوگ عام طور پر کفر و الحاد کی جانب متوجہ تھے اور ان کی سرکوبی لازمی تھی۔ ابو الفتح نے آنند پال کی شکست کا حال سن کر اپنا مال و متاع سراندیپ بھیج دیا اور ملتان خالی کر دیا۔ یہ واقعہ سنہ ۱۰۰۶ء کا ہے۔

سنہ ۱۰۱۰ء میں محمود کو دوبارہ ملتان پر حملہ کرنا پڑا کیونکہ یہاں پھر بغاوت ہو گئی، ہزارہا قرامطیوں کو قتل کیا اور ابو الفتح داؤد کو گرفتار کر کے غزنی لے گیا جہاں وہ عمر بھر تبارک نامی قلعہ میں مقید رہا۔ ایک اور مؤرخ حمید اللہ نامی لکھتا ہے کہ ابو الفتح قتل

Marfat.com

ہوگیا تھا اور اس فرقہ باطلہ کے جو پیرو بچ گئے انہوں نے اسلام قبول کر لیا، لیکن یہ بات غلط معلوم ہوتی ہے کیونکہ ۱۰۴۳ء میں محمود کے بیٹے مسعود نے ابوالفتح کو رہا کر کے پھر صوبہ ملتان کا حاکم مقرر کیا تھا۔

۱۰۴۲ء میں محمود غزنوی کا نواسہ سلطان ملتان کا حاکم مقرر ہوا۔ اس وقت اس صوبہ کی حدود پشاور تک پھیل چکی تھیں، لیکن سلطان مودود غزنوی نے کسی بات سے ناراض ہو کر ملتان پر جلد ہی فوج کشی کی اور سلطان کو قتل کر دیا۔

۱۱۱۸ء میں سلطان بہرام غزنوی کے ایک جرنیل محمد بالین نے علمِ بغاوت بلند کر کے ملتان کے قریب بادشاہ کا مقابلہ کیا، لیکن بقول مؤرخ فرشتہ اس کو نمک حرامی کی جلد سزا مل گئی۔ وہ اپنے خاندان سمیت ایک دریا کے قریب دلدل میں ایسا پھنسا کہ پھر نہ نکل سکا اور اپنے ہمراہیوں سمیت اس میں زندہ دھنسا چلا گیا۔

۱۱۷۵ء میں شہاب الدین محمد غوری نے گردیز کو تاخت و تاراج کر کے ملتان پر دوبارہ حملہ کیا کیونکہ یہاں فرقہ قرامطی نے پھر زور پکڑ لیا تھا۔ اس مرتبہ اس فرقہ باطلہ کا قرار واقعی قلع قمع ہوگیا اور ملتان کو ہمیشہ کے لیے کفر و الحاد کے جال سے خلاصی ملی۔

۱۱۷۶ء سے ۱۱۹۲ء تک محمد غوری وقتاً فوقتاً اپنی فتوحات کے سلسلہ میں ملتان سے گذرتا رہا۔ ۱۲۰۳ء میں ایک عجیب واقعہ ہوا۔ سلطان شہاب الدین محمد غوری کو ترکستان میں شکست ہوئی۔ عملہ شاہی کا ایک معتمد سردار ایبک بک جو محمد غوری کے خاص منظورِ نظر میں سے تھا میدانِ جنگ سے فرار ہوگیا اور کسی صبا رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر ملتان پہنچا۔ یہاں پہنچتے ہی میر داد حسن حاکمِ ملتان کے پاس آیا اور اس کے کان میں کہا کہ سلطان کی جانب سے ایک خاص پیغام لایا ہوں۔ امیر داد حسن فوراً اس

Marfat.com

کو ایک علیحدہ کمرے میں لے گیا۔ ایبک اس کے کان میں کچھ کہنے کے بہانے سے بڑھا اور فوراً ایک خنجر سے اس کا کام تمام کر دیا۔ امیر کو قتل کر دینے کے بعد ایبک فوراً باہر آگیا اور بآوازِ بلند اس بات کا اعلان کیا کہ سلطان محمد غوری کے خاص حکم کی تعمیل میں امیر داد حسن نمک حرامی کی پاداش میں قتل کر دیا گیا ہے، اور ایک جعلی فرمان شاہی پڑھ کر سنا دیا کہ اب وُہ خود اس کی جگہ حاکم ملتان مقرر ہوا ہے۔ ارکانِ سلطنت اور افواجِ شاہی کو ایبک کے اعتماد اور قربتِ شاہی پر پورا بھروسہ تھا، چنانچہ سب نے سرِ تسلیم خم کیا اور اُس کو حاکم مان لیا۔ اس پر کھوکھروں نے بہت واویلا مچایا اور آمادہ فساد ہو گئے۔ اس وقت یہ قوم چناب کے کنارے سے لے کر نمک کی پہاڑیوں تک برسرِ اقتدار تھی، لیکن بہاؤالدین محمد حاکم سنگوان کی مدد سے کھوکھروں کو شکست ہُوئی اور فتنہ زیادہ نہ بڑھنے پایا۔ اس دوران میں محمد غوری کو راولپنڈی کے قریب گکھڑوں نے قتل کر دیا اور اس لئے ایبک کی حکومت بدستور قائم رہی۔

○

(۵)

مغلوں کے حملے

۱۲۰۶ء سے ۱۵۲۸ء تک

۱۲۱۸ء میں چنگیز خاں نے مغربی ترکستان پر حملہ کیا اور اس کے بعد متواتر تین صدیوں تک علاقہ ملتان مغلوں کے حملوں کی آماجگاہ بنا رہا۔

Marfat.com

اس زمانے میں اگرچہ ہندوستان کی مرکزی حکومت دہلی میں تھی اور صوبہ ملتان برائے نام اسی حکومت کے ماتحت سمجھا جاتا تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ حکومت ہر عملی پہلو سے ایک خود مختار حکومت ہی تھی۔ ۱۲۱۰ء سے ۱۲۲۷ء تک ناصر الدین قباچہ ایک غلام سردار یہاں حاکم رہا، پھر ۱۴۴۵ء سے ۱۵۲۷ء تک خاندان لودھی کے زمانے میں قوم لنگاہ کے سردار اس علاقہ پر قبضہ کر کے بادشاہ بنے رہے۔ اس کے علاوہ بعض دفعہ ایسا بھی ہوا کہ زبردست سردار حاکم ہو گئے اور گو انھوں نے خود مختار ہونے کا کبھی دعویٰ نہیں کیا لیکن مرکزی حکومت کے انقلابات اور شاہی خاندانوں کے ردّ و بدل میں اُنھوں نے کافی حصہ لیا، مثال کے طور پر ملک کبیر خان حاکم ملتان کا نام پیش کیا جاسکتا ہے جس نے ۱۲۳۶ء میں سلطانہ رضیہ بیگم کو تخت دہلی کے حاصل کرنے کی سازش میں مدد کی۔ بہرام آیبہ یعنی کشلو خان ۱۳۲۱ء میں غیاث الدین تغلق کا دستِ راست تھا سیّد خضر خان بھی ایک ملتانی سردار ہی تھا جس نے ۱۴۱۴ء میں دہلی پر چڑھائی کر کے خاندانِ سادات کی بنیاد ڈالی اور جس نے ۳۸ برس تک ہندوستان پر حکومت کی۔

یہ وہ زمانہ ہے جب خاندانِ خلجی، خاندانِ تغلق، خاندانِ سادات، خاندانِ لودھی وغیرہ نے ہندوستان میں حکومت کی، لیکن یہ بتانا مشکل ہے کہ علاقہ ملتان کے اندرونی انتظامات سے ان کی حکومت کا کیا تعلق تھا۔ عام ملکی واقعات سے صرف یہی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ مرکزی حکومت کا اس علاقہ پر کوئی خاص اور استوار اثر نہ تھا اور نہ شاہانِ دہلی کو اتنی دلچسپی یا فرصت تھی کہ وہ اس سرحدی صوبہ کے اندرونی نظام میں دخل دیتے۔ اس وقت سب کی توجہ مغلوں کے ٹڈی دل کی بیخ کنی اور سرکوبی پر لگی ہی تھی جو آئے دن بیشمار تعداد میں آتے، شمالی مغربی درّوں سے گذرتے اور ہندوستان

Marfat.com

کی سرزمین کو تاخت و تاراج کرتے رہتے تھے۔

۱۲۱۸ء سے ۱۵۲۶ء تک یہی سلسلہ جاری رہا اور کوئی مستقل نظامِ حکومت قائم نہ ہوسکا، البتہ چیدہ چیدہ سرداروں نے جن کا اوپر مختصراً ذکر کیا جا چکا ہے یہاں خودمختار حکومتیں ضرور قائم کی ہیں۔ ۱۲۱۰ء میں ناصرالدین قباچہ جو سلطان محمد غوری کا ایک قابلِ اعتبار غلام اور سلطان قطب الدین ایبک کا داماد تھا سندھ کی طرف بڑھا اور اس نے ملتان اور اوچ شریف پر قبضہ کرکے ایک خودمختار حکومت کی بنا ڈالی۔ یہ شخص نہایت عقلمند، تجربہ کار، زیرک اور صاحبِ تدبیر تھا۔ اس نے اپنی حکومت کے سکے بھی جاری کیے جن پر ہندی اور عربی الفاظ کندہ تھے، علوم و فنون کی سرپرستی کرتا تھا اور اس کے دربار میں علماء و فضلاء کی ہمیشہ قدردانی ہوتی تھی۔

ناصرالدین قباچہ نے ۱۲۱۰ء سے ۱۲۲۷ء تک علاقہ سندھ و ملتان میں حکومت کی۔ ۱۲۲۱ء میں چنگیز خان کے لشکر نے جلال الدین مانک برنی خوارزم شاہ کا دریائے سندھ کے کنارے تک تعاقب کیا۔ اس کے تھوڑے عرصہ بعد مغل جرنیل طرطائی بھیرہ تک بڑھ آیا اور اس نے بھیرہ کی کل آبادی کو حکم دیا کہ فوج کے لیے کشتیاں تیار کرے اور ان کو بڑے بڑے پتھروں سے بھر دے تاکہ وہ ملتان پر حملہ کر سکے۔ چنانچہ یہ کشتیاں دریا میں ڈالی گئیں اور جب وہ ملتان پہنچا تو قلعہ ملتان پر منجنیقوں سے حملہ کیا گیا، قلعہ کی دیواریں جگہ جگہ سے شکستہ ہوگئیں اور کئی مورچے اور فصیلیں مسمار ہوگئیں قلعہ تقریباً فتح ہو چکا تھا لیکن اس بلا کی گرمی پڑی کہ محاصرین کو چاروناچار محاصرہ اٹھانا پڑا۔ روضۃ الصفا اور تاریخ جہانکشائے جوینی میں اس وحشیانہ حملہ کا مفصل ذکر ہے لکھا ہے کہ مغلوں کی فوج شہزادہ "بلا" کے زیرکمان تھی۔ جب گرمی کی "بلا" نازل ہوگئی

Marfat.com

تو یا ملتان کو اس "بلائے" بے درماں سے نجات ملی۔ آئینِ اکبری میں اس فوج کے جرنیل کا نام "ترمہ تائی" درج ہے۔ یہ لکھا ہے کہ حملہ تو سخت تھا لیکن ناصرالدین قباچہ نے اپنا خزانہ کھول دیا اور زرِ کثیر ادا کر کے اس مصیبتِ عظمٰے سے نجات پائی۔ ہاورٹھ صاحب کا قول ہے کہ مغل فوج کے دو جرنیل تھے جن کا نام "بیلا" اور "دربائی" تھا۔ بہرحال کچھ بھی ہو حقیقت یہ ہے کہ ملتان اس مرتبہ بے اندازہ نقصان کے بعد بچ گیا۔

اِس سلسلہ میں سلطان جلال الدین خوارزم شاہ کا بھی مختصراً ذکر کر دینا بیجا نہ ہوگا۔ یہ اولوالعزم نوجوان بادشاہ بڑا ہی جری، حوصلہ مند اور بے حد جنگجو اور ثابت قدم تھا۔ وسط ایشیا میں تھوڑی جمعیت اور طاقت رکھنے کے باوجود اُس نے مغلوں کو تباہ کن ہزیمتیں دیں اور اس قدر بے جگری اور بہادری سے لڑا کہ خود چنگیز خان بھی اس کی شجاعت اور استقلال کا قائل ہو گیا۔ لکھا ہے کہ جب جلال الدین کو مجبوراً اپنے ملک اور وطنِ عزیز کو خیرباد کہہ کر براستہ سندھ ہندوستان میں داخل ہونا پڑا تو دریائے سندھ کو عبور کرتے وقت یہ بہادر بادشاہ بار بار پیچھے مُڑ مُڑ کر دیکھتا تھا کہ اگر بخت یاوری کرے تو مغلوں کی فوجوں پہ لوٹ پڑوں۔ مغلوں نے ارادہ کیا کہ سندھ کو عبور کر کے اس کا تعاقب جاری رکھیں لیکن چنگیز خان اس کی ہمت اور شجاعت کو دیکھ کر ایسا خوش ہوا کہ اس نے اپنی فوجوں کو وہیں روک لیا اور اپنے بہادر بیٹوں کو کہنے لگا کہ مادرِ گیتی ایسے فرزند گاہے گاہے پیدا کرتی ہے اور یہی وہ شجاع ہے جس سے باپ دادا کا نام روشن ہوگا۔ افسوس یہ ہے کہ جس امید اور آرزو کے ساتھ جلال الدین خوارزم شاہ ہندوستان میں داخل ہوا تھا اس میں اس کو کامیابی نہ ہوئی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ سلاطینِ ہند سے فوجی امداد لے کر دوبارہ قسمت آزمائی کرے اور مغلوں کا

Marfat.com

ہمیشہ کے لیئے قلع قمع کر دے، لیکن اس کی جرأت اور جوانمردی کو دیکھ کر سب خائف تھے اور سلاطینِ وقت یہ نہیں چاہتے تھے کہ اس کو کسی قسم کی مدد دے کر بعد میں اپنے لیئے وبالِ جان خرید لیں۔ خلفائے عباسیہ نے بے اعتنائی کی، خود ہنگامہ چنگیزی اور اور ہلاکو خان کی ہلاکت آفریں حملوں کی نذر ہو گئے لیکن انھوں نے اس جوانمرد کی دستگیری نہ کی۔ ہندوستان میں بھی تقدیر نے یاوری نہ کی۔ شاہانِ وقت کی آنکھوں پر ایک خیالی اقتدار اور نباد کن خود غرضی کا پردہ پڑا ہوا تھا۔ یہاں بھی سلطان شمس الدین التمش نے اس کی مخالفت کی اور ناصر الدین قباچہ بھی درپے آزار رہا، چنانچہ تنگ آکر جلال الدین نے کھوکھروں سے رابطہ اتحاد پیدا کیا کیونکہ وہ ناصر الدین قباچہ کے دشمن تھے کھوکھروں کی فوج کے ساتھ جلال الدین کے جرنیل ازبک پائی نے اوچ شریف کے مقام پر ناصر الدین پر حملہ کر دیا۔ قباچہ بھکر کی طرف بھاگا لیکن پھر ملتان آگیا۔ ازبک پائی نے ملتان پر بھی چڑھائی کی لیکن بعد میں محاصرہ چھوڑنا پڑا۔

آخر پے در پے ناکامیوں کے بعد خوارزم شاہ ۱۲۲۲ء میں براستہ سندھ ہندوستان سے واپس چلا گیا۔ اپنے ملک میں پہنچ کر وہ برابر مغلوں سے برسرِ پیکار رہا اور آخر دم تک لڑتا رہا۔ آج تک پختہ طور پر معلوم نہیں ہو سکا کہ اس بہادر اور نامور بادشاہ کا انجام کیا ہوا۔ یقیناً کسی معرکہ میں دادِ شجاعت دیتے ہوئے جان دے دی ہو گی۔

۱۲۲۷ء میں سلطان شمس الدین التمش نے جب اوچ کا محاصرہ کر کے اسے فتح کر لیا اور ناصر الدین قباچہ اس ہنگامہ میں دریائے سندھ میں ڈوب مرا تو بعد میں ملتان بھی فتح ہو گیا۔ پرانے سکوں سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ سلطان التمش نے یہاں بھی حکومت کی ہے۔ ملک عزیز الدین ایاز اس صوبہ کا حاکم مقرر ہوا تھا۔

Marfat.com

۱۲۳۶ء تک حالات کچھ درست رہے لیکن پھر یہاں بدنظمی پیدا ہوئی۔ سلطان التمش دوبارہ ملتان پر حملہ کرنا چاہتا تھا کہ پیغامِ اجل آ گیا۔ ملک کبیر خان ملتان کا حاکم تھا اور وہ سلطانہ رضیہ بیگم کو دہلی کا تخت دلوانے کی سازش میں شریک ہو گیا۔ بعد میں اسے صوبہ لاہور کا حاکم مقرر کیا گیا اور اس کی جگہ قراقش خان مقرر ہوا، لیکن ۱۲۳۹ء میں صوبہ ملتان اُسے واپس دے دیا گیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد کبیر خان نے علمِ بغاوت بلند کیا اور رضیہ بیگم اس کی سرزنش کے لئے ملتان پر حملہ آور ہوئی۔ ملتان فتح ہو گیا۔ سلطانہ رضیہ نے زرِ کثیر بطور خیرات غرباء میں تقسیم کیا اور خاندانِ قریش اور ساداتِ گردیزہ کو کئی مواضعات بطور معافی عطا ہوئے۔

اسی زمانے میں سیف الدین حسن نامی مشہور قرلوغ ترک کو غزنی سے نکال دیا گیا۔ وہ ہندوستان آیا اور یہاں آ کر ملتان پر قبضہ کر بیٹھا۔ اس نے اپنے نام کا سکّہ بھی جاری کیا، لیکن کبیر خان نے پھر موقع پا کر اوچ پر قبضہ کر لیا جہاں اس نے ۱۲۴۱ء یعنی اپنے سالِ وفات تک حکومت کی۔ اس کے بعد اس کے لڑکے نے ملتان کے ترک حکمرانوں سے خوب معرکہ آرائیاں کیں اور کئی دفعہ اس کی فوجیں شہر ملتان کے دروازوں تک پہنچ پہنچ گئیں۔

۱۲۴۵ء میں نوئین منگوتہ کے ماتحت ایک مغل لشکر نے اوچ پر حملہ کیا۔ سیف الدین ملتان سے سندھ کی طرف بھاگ گیا۔ لیکن مغل یہ خبر پا کر کہ شاہ دہلی کی فوجیں بیاس کے کنارے تک پہنچ گئی ہیں واپس ہو گئے۔

۱۲۴۶ء میں سلطنت دہلی کی طرف سے یہ سعی کی گئی کہ کسی طرح مغلوں کے حملوں کی قرار واقعی روک تھام کی جائے، چنانچہ ایک جدید سرحدی صوبہ قائم کیا گیا

Marfat.com

جس میں ملتان بھی شامل تھا۔ اس صوبہ کی عنانِ حکومت ملک شیر خان کے سپرد ہوئی۔

۱۲۴۷ء میں ملک حسن قرلوغ بانیان سے نکل کر ہندوستان پر حملہ آور ہوا۔ وہ خود تو قتل ہو گیا لیکن اس کے لڑکے ناصر الدین محمد نے ملتان کو فتح کر لیا۔ اس وقت ملک عز الدین بلبن شہر کا حاکم تھا، لیکن شیر خان نے جلد ہی ان لٹیروں کو بھگا دیا۔

۱۲۵۰ء میں ملک عز الدین بلبن نے جو اوچ اور ناگور کا حاکم بن بیٹھا تھا دوبارہ ملتان فتح کرنے کی کوشش کی لیکن ملک شیر خان کے مقابلہ میں اسے ہزیمت ہوئی۔ اسی سال اختیار الدین قریزہ نے جو ملک شیر خان کی جانب سے علاقہ ملتان کا حاکم تھا کئی مغل گرفتار کر کے دہلی بھیجے۔ اسی زمانے کے قریب سلطان ناصر الدین ملتان آیا۔ اس کے چند روزہ قیام میں قریش و سادات خاندان کی خوب عزت افزائی ہوئی۔

۱۲۵۴ء میں سندھ میں بغاوت برپا ہو گئی اور صوبہ ملتان کے کئی قلعے ہاتھ سے نکل گئے۔ ملک شیر خان معتوب ہو گیا اور ۱۲۵۵ء میں ملک عز الدین بلبن دوبارہ ملتان کا حاکم مقرر ہوا۔

اب ملک عز الدین کی نیت میں فرق آگیا۔ اس نے نمک حرامی کر کے مغلوں سے سازباز کی اور خفیہ طور پر ان کو بلایا چنانچہ نوئین صالح نے اوچ پہنچکر ۱۲۵۷ء میں ملتان کی طرف بھی ایک لشکر بھیج دیا۔ ملتان مغلوں کے حوالے کر دیا گیا اور قلعہ کے کئی مضبوط حفاظتی برج اور مورچے گرا دیئے گئے قتلِ عام ہونے والا تھا لیکن حضرت مخدوم شیخ بہاؤ الحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لاکھ دینار نقد ادا کر کے شہر کو عام تباہی سے بچا لیا چنگیز خاں نامی ایک مغل شہر کا حاکم مقرر ہوا۔ اس زمانے میں سیکڑوں ایرانی شہزادے اور نامی گرامی سردار خانماں برباد مغلوں کے حملوں کی تاب نہ

Marfat.com

لاکر شہر ملتان میں آبسے تھے۔ مغل ملتان پر قابض تو ہو گئے لیکن جب انھوں نے یہ سنا کہ دہلی کی فوجیں عنقریب آنے والی ہیں تو وہ جلد ہی واپس ہو گئے۔

۱۲۷۰ء میں سلطان محمدؒ ابن سلطان غیاث الدین بلبن ملتان کا حاکم مقرر ہوا۔ یہ زمانہ قدرے عافیت دامن کا تھا۔ سلطان محمدؒ نے دو دفعہ شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ کو اپنے دربار میں طلب فرمایا لیکن تقاضائے عمر کی وجہ سے شیخ موصوف نے انکار کیا۔ شیخ سعدیؒ نے اپنی معرکہ آرا تصانیف گلستان و بوستان کے نسخے اپنے ہاتھ سے لکھ کر سلطان کے پاس بھیجے اور یہی وہ زمانہ ہے جب ان مشہور و معروف کتابوں کا ہندوستان میں چرچا ہوا۔ سلطان محمدؒ علماء و فضلاء کا بے حد قدر دان تھا اور ہمیشہ ان کی قدر افزائی کیا کرتا تھا۔

۱۲۸۴ء میں مغلوں نے تیمور خان کے ماتحت پھر لاہور اور دیپالپور کے نواح میں حملہ کیا۔ سلطان محمدؒ نے دریائے راوی کے کنارے مقابلہ کیا اور مغلوں کو شکستِ فاش دی، لیکن بدقسمتی سے وہ اپنے ساتھیوں سے علیحدہ ہو گیا اور دشمنوں نے موقع پا کر اُسے قتل کر دیا، چنانچہ اس نیک نہاد بادشاہ کو "خان شہید" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ اپنے وقت کے نادرِ روزگار مشہور شاعر امیر خسرو علیہ الرحمۃ اس جنگ میں شریک تھے۔ وہ مغلوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے، چنانچہ وہ اپنی مثنوی قران السعدین میں اس واقعہ کا اشارہ کرتے ہیں جس میں ایک لفظ ملتانی زبان کا درج ہے ؎

من کہ بہ سرمی نہادم گُل ۔۔۔ بار بہ سر نہاد و گفتا چل!

ملتان کی حکومت شہزادہ کیخسرو یعنی خان شہید کے بیٹے کے سپرد ہوئی۔

۱۲۸۸ء میں ملک جلال الدین فیروز ملتان کا حاکم مقرر ہوا تاکہ وہ مغلوں کے حملوں

Marfat.com

کا فرار واقعی سدِ باب کر سکے بنؔ ۱۲۹۰ء میں ملک جلال الدین فیروز نے دہلی پر چڑھائی کر کے تخت و تاج پر قبضہ کر لیا۔ اب ملتان میں ارکلی خان یعنی سلطان فیروز کا لڑکا حاکم تھا بنؔ ۱۲۹۵ء میں سلطان فیروز دہلی میں قتل ہوا اور اس کے خاندان نے ملتان میں آ کر پناہ لی تاکہ سلطان فیروز کے بھتیجے سلطان علاؤالدین خلجی کے ظلم و ستم سے امن ملے علاؤالدین خلجی نے چالیس ہزار سوار اُن کے تعاقب میں ملتان بھیج دیئے، دو مہینے تک محاصرہ رہا، آخر شہر والوں نے تنگ آ کر شہزادگان کو حملہ آور فوج کے حوالے کر دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت شاہ رکن عالم رحمتہ اللہ علیہ نے اِن شہزادگان کے لئے بہت کچھ منت و سماجت کی اور ان کی جان بخشی کے لئے بہتیرا کہا سنا، لیکن جب یہ شہزادے دہلی پہنچے تو ان کی آنکھیں نکلوا کر ان کو قید کر دیا گیا۔ اس کے بعد نصرت خان کو علاقہ ملتان کا حاکم مقرر کیا گیا جس نے مغلوں کے ایک اور حملے کو جو سیستان کے علاقہ کی طرف سے ہوا تھا کامیابی کے ساتھ روکا اور ان کو شکست فاش دی۔

بنؔ ۱۳۰۵ء میں ایبک خان کے ماتحت مغلوں کے ایک لشکر عظیم نے پھر علاقہ ملتان کو تاخت و تاراج کیا، آخر کار غازی بیگ تغلق نے انہیں سخت ہزیمت سے دوچار کیا اور مغلوں کی ساری فوج ریگستانی علاقہ میں تباہ ہو گئی۔

بنؔ ۱۳۲۱ء میں غازی بیگ حاکم لاہور و ملتان نے سرکشی اختیار کی اور تختِ دہلی پر قبضہ کر کے سلطان غیاث الدین کا لقب اختیار کیا۔ ملتان کی جامع مسجد پر ایک کتبہ کندہ کرایا جس پر یہ الفاظ درج تھے "ہم نے ۲۹ بار مغلوں سے مقابلہ کر کے ان کو شکستِ فاش دی ہے اور اسی وجہ سے ہم کو ملک الغازی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔" ملتان کی حکومت ملک الغازی کے حکم سے تاج الدین نامی ایک سردار کے

Marfat.com

سپرد ہوئی۔

۱۳۲۷ء میں ترم شیریں خاں کے ماتحت ایک مغل لشکر نے پھر حملہ کیا لیکن سلطان محمد تغلق نے اُسے رشوت دے کر واپس کر دیا۔

۱۳۳۴ء میں شمالی افریقہ کا مشہور سیاح ابن بطوطہ اوچ سے ملتان آیا۔ اس نے اپنے سفرنامہ میں جو کچھ ملتان کے متعلق لکھا ہے وہ دلچسپی سے خالی نہیں۔ اس سے ملتان کے اندرونی انتظام کا بہت کچھ حال معلوم ہوتا ہے، چنانچہ ہم اس اقتباس کا ترجمہ ذیل میں درج کرتے ہیں۔

" اوچ سے میں ملتان گیا۔ یہ شہر صوبہ سندھ کا صدر مقام ہے اور اس صوبہ کا امیر الامرا یہاں رہتا ہے۔ ملتان سے دس کوس اس طرف ایک دریا عبور کرنا پڑتا ہے جو بہت گہرا اور دشوار گذار ہے۔ کشتیوں کے سوا آر پار جانا ناممکن ہے۔ یہاں مسافروں سے پوچھ گچھ ہوتی ہے اور ان کے اسباب کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ قانون کے مطابق ہر ایک تاجر کو اپنے مال کا چوتھائی حصہ بطور محصول ادا کرنا پڑتا ہے اور اس کے علاوہ ہر گھوڑے کے عوض سات دینار الگ دینے پڑتے ہیں۔ دو سال بعد جب میں پھر ملتان آیا تو یہ محصول معاف ہو چکا تھا، عربوں کی حکومت کے زمانے میں عشر و زکوٰۃ کے سوائے کوئی اور محصول نہ تھا۔ پہلے پہل تو میں اپنے مال و اسباب کی تلاشی سے ڈرا کیونکہ میرے اسباب میں قابلِ محصول چیزیں تو کم تھیں لیکن ان کا حجم زیادہ تھا اور مجھے اندیشہ تھا کہ اگر سب کا سب مال کھولنا پڑا تو بڑی دقت کا سامنا ہوگا، لیکن خدا کا شکر ہے کہ قطب الملک نے ملتان سے ایک فوجی افسر کے ہاتھ یہ پیغام بھیج دیا کہ میرا مال و اسباب کھولا نہ جائے اور مجھ سے کوئی محصول وغیرہ نہ لیا جائے۔

Marfat.com

رات بھر ہم دریا کے کنارے مقیم رہے صبح کے وقت ایک شخص جس کا نام دہقان سمرقندی تھا میرے پاس آیا۔ یہ شخص بادشاہ کا وقایع نگار تھا۔ میں اس کی ہمراہی میں حاکم ملتان کے دربار میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوا۔ قطب الملک حاکم وقت ایک فی ی شان اور قابل سردار تھا جب میں اس کے پاس پہنچا تو وہ میری تعظیم کو کھڑا ہو گیا اور اس نے مجھے اپنے پہلو میں جگہ دی۔ میں نے بطور تحفہ ایک غلام، ایک گھوڑا، کچھ کشمش اور بادام نذر کئے۔ کشمش اور بادام یہاں پیدا نہیں ہوتے اور علاقہ خراسان سے آتے ہیں۔ امیر مذکور ایک خوش نما چبوترے پر بیٹھا تھا جس پر ایک گراں بہا قالین بچھا ہوا تھا۔ اس کے پاس قاضی شہر جس کا نام سالار تھا (غالباً سالار شہر یعنی کوتوال سے مراد ہے) اور خطیب شہر جس کا نام مجھے یاد نہیں دونوں بیٹھے تھے۔ پیچھے افسران فوج دست بستہ کھڑے تھے اور پہرہ دار سپاہی بھی موجود تھے۔ سامنے سے کل فوج گذر رہی تھی۔ قریب ہی کچھ تیر بھی رکھے ہوئے تھے۔ دیوار پہ ایک ڈھول لٹکا ہوا تھا۔ چوگان کا گیند بھی پڑا تھا۔ سپاہی تیر اندازی، نیزہ بازی اور چوگان بازی کا کمال دکھاتے اور انعام پاتے، اپنے اپنے کرتب دکھا کر ترقیاں لیتے تھے۔ ہمیں حکم ملا کہ ہم حضرت شیخ رکن عالم رحمۃ اللہ علیہ کے مہمان خانہ میں قیام کریں۔ اس زمانے کا قانون یہ تھا کہ غیر ملک کا کوئی مسافر بلا اجازت اس درگاہ پر بطور مہمان نہیں ٹھہر سکتا تھا دہلی یہاں سے ۴۰ روز کا راستہ ہے اور تمام علاقہ مزروعہ اور شاداب ہے۔"

محمدؐ تغلق شاہِ دہلی کی تخیلی دنیا کے قصے مشہور ہیں کہ اس نے ملک دکن میں ایک شہر دولت آباد بنایا اور اپنی تمام رعایا کو حکم دیا کہ وہ سب کے سب بوریا بستر باندھ لیں اور وہاں جا کر آباد ہوں۔ چنانچہ ۱۳۲۷ء میں یہی فرمان شاہی ملتان میں بھی پہنچا

ہوا۔ بہرام آبیہ اس وقت حاکم علاقہ تھا۔ ہرکارہ نے یہ پیغام شاہی کچھ ایسے ناموزوں الفاظ میں سنایا کہ بہرام آگ بگولا ہوگیا اور اس نے پیامبر کو فوراً قتل کرا دیا۔ محمد تغلق کو نہایت ناگوار گزرا۔ اس نے فوراً چڑھائی کر کے بہرام کو شکست دی اور فرطِ غضب میں قتلِ عام کا حکم دے دیا۔ کشتوں کے پشتے لگنے شروع ہو گئے، آخر شاہ رکنِ عالم علیہ الرحمۃ نے دربارِ شاہی میں برہنہ سر حاضر ہو کر لوگوں کے لئے امان طلب کی۔ شیخ کی یہ درخواست منظور ہوئی ورنہ خدا معلوم کیا حشر برپا ہوتا۔

ابنِ بطوطہ البتہ اس واقعہ ہائلہ کی مختلف وجہ بیان کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ محمد تغلق نے اپنے بھتیجے کی کھال اتروا دی اور اس کی نعش کو شہر بشہر رسوا کرایا تھا۔ جب یہ نعش ملتان پہنچی تو بہرام آبیہ ملقب بہ کشلو خان نے اسے دفن کرا دیا۔ اس سے ناراض ہو کر محمد تغلق نے فوج کشی کی اور دو دن کی سخت لڑائی کے بعد ابوہر کے مقام کے قریب کشلو خاں مارا گیا۔ محمد تغلق ملتان میں داخل ہوا، قاضیٔ شہر کی کھال اتروا دی اور کشلو کا سر دروازۂ شہر پہ آویزاں کر دیا۔ ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ جب وہ ملتان آیا تو اس وقت بھی یہ سر دروازہ شہر پہ لٹک رہا تھا۔ اس ہنگامہ میں خاندانِ قریشی نے بادشاہ کا ساتھ دیا اور اس کے صلہ میں ایک سو مواضعات ان کو معافی میں ملے۔ اگر ابن بطوطہ کا یہ قول صحیح مانا جائے تو پھر یہ واقعہ ۱۳۳۴ء کے قریب پیش آیا ہوگا کیونکہ ابن بطوطہ اسی سال ملتان آیا تھا۔

۱۳۴۱ء میں بہزاد خان حاکم علاقہ تھا۔ افغانوں نے سرحد کی طرف سے حملہ کیا لیکن لشکرِ شاہی کی آمد کی خبر سن کر جلد پسپا ہو گئے۔

۱۳۵۱-۹۶ء میں مختلف حاکم ہوئے جن میں سے نومسلم مقبول نامی قابلِ ذکر ہے۔

Marfat.com

جو بعد میں عین الملک وزیر خان جہان وغیرہ کے خطابات سے سرفراز ہوا۔ ملک مردان ملک شیخ، ملک سلیمان اور خضر خان جو سب خاندانِ سادات سے تعلق رکھتے تھے اس علاقہ کے حاکم ہوئے۔

۱۳۹۶ء میں سارنگ خان حاکم دیپالپور نے ملک مردان بھٹی کی امداد سے علاقہ ملتان پر قبضہ کر کے دہلی پر چڑھائی کی لیکن شکست کھا کر ملتان واپس آ گیا۔

۱۳۹۷ء میں امیر تیمور کے ایک پوتے جنرل پیر محمد جہانگیر نے اوچ پر حملہ کیا۔ سارنگ نے مقابلہ کیا لیکن بستی طنطنہ کے قریب ملتانیوں نے شکست کھائی اور واپس ملتان کی طرف بھاگ آئے۔ جہانگیر نے تعاقب کیا چھ ماہ تک محاصرہ اور فوج کشی جاری رہی محصورین کی رسد بالکل ختم ہو گئی اور کچھ کھانے کو نہ رہا حسنِ اتفاق سے زور کی بارش شروع ہو گئی اور محاصرین کے گھوڑوں میں ایسی خوفناک وبا پھیلی کہ محاصرین کو مجبوراً شہر میں داخل ہونا پڑا۔ قرب و جوار کے زمیندار اور زیادہ ہراساں ہوئے۔ اس اثنا میں خود امیر تیمور بھی اس علاقہ میں آ نکلا۔ زمینداروں کو سزا دیتا ہوا قلعہ پر قبضہ کئے بغیر آندھی کی طرح آیا اور بگولے کی طرح چلا گیا لیکن اپنے ساتھ ہزارہا مویشی لے گیا۔ جنرل پیر محمد بھی ملتان سے نکل کر چالیس کوس کے فاصلہ پر امیر تیمور کے لشکر کے ساتھ آ ملا۔ یہاں علاقہ سے تیس ہزار گھوڑے جمع کئے گئے اور تیمور براستہ ساہیوال، آلے واہن، پاک پٹن وغیرہ دہلی کو روانہ ہو گیا۔ دہلی سے واپسی پر امیر تیمور نے خضر خان کو ملتان کا حاکم مقرر کیا۔

۱۴۰۵ء میں افواجِ دہلی نے خضر خان پر فوج کشی کی تلمبہ کے قریب رائے داؤد کمال خان اور رائے ہبو نے مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی۔ پاکپٹن کے قریب خضر خان

Marfat.com

کو فتح حاصل ہوئی، چنانچہ اپنی طاقت بڑھا کر اس نے دہلی پر قبضہ کر لیا اور ۱۴۱۴ء میں خاندانِ سادات کی بنیاد ڈالی۔ اس خاندان نے بعد میں ہندوستان پر ۳۸ برس تک حکومت کی۔

۱۴۲۷ء میں امیر علاؤ الملک حاکمِ ملتان کا انتقال ہوا۔ ۱۴۲۹ء میں ملک راجہ نادرہ امیرِ ملتان بھی مر گیا اور اس صوبہ کی حکومت ملک محمد حسین عماد الملک کو دی گئی جو بہت بڑے لشکر کے ساتھ دہلی سے ملتان بھیجا گیا تھا۔

شیخ علی حاکم کابل نے شاہرخ مرزا ابنِ امیر تیمور کے حکم سے ملتان پر فوج کشی کی۔ عماد الملک ملتان سے نکل کر تلمبہ کے قریب صف آرا ہوا اور شیخ علی خطیب پور کی طرف ہٹ گیا۔ ۸ رمئی ۱۴۳۰ء کو عماد الملک ملتان واپس آگیا اور شیخ علی نے دریائے راوی کو عبور کر کے تمام علاقہ جناب و جہلم کو تباہ و ویران کر دیا۔ سلطان شاہ لودھی جو اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا گیا تھا ملتان سے تقریباً ایک کوس کے فاصلے پر قتل ہوا اور ۲۷ رمئی ۱۴۳۰ء کو شیخ علی نے ملتان سے تقریباً چھ کوس کے فاصلے پر خیر آباد پر قبضہ کر لیا۔ ۱۸ رجون ۱۴۳۰ء کو ملتان کے بیرونی باغات میں سخت لڑائی ہوئی اور دو روز بعد اسے اور پیچھے ہٹا دیا گیا۔ ۲۵ رجولائی ۱۴۳۰ء کو شاہی فوج کی کمک آ پہنچی جس نے نماز گاہ (غالباً عید گاہ سے مراد ہے) کے قریب سے علاؤ الملک کے لشکر میں داخل ہونا چاہا۔ شیخ علی نے مقابلہ کیا اور گھمسان کا رن پڑا۔ اس معرکہ میں شیخ علی کو شکست ہوئی اور وہ دریا پار شور کوٹ کی طرف بھاگ گیا۔

عمائدینِ دہلی عماد الملک کی اس کامیابی پر حسد کرنے لگے، چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسے واپس بلا لیا گیا اور اقطاعِ ملتان کی نظامت ملک خیر الدین خانی کے سپرد کی گئی

Marfat.com

یہ تقرر یونہی عجلت میں کر دیا گیا کیونکہ بعد میں کئی مشکلات پیدا ہو گئیں۔

۱۴۳۱ء میں جسرت کھوکھر کی شرارت سے شیخ علی نے دوبارہ ملتان پر حملہ کرنے کی ٹھان لی خطیب پور پر قبضہ کرنے کے بعد تلمبہ کو نہایت بے دردی سے تاخت و تاراج کیا لیکن ملتان تک نہ پہنچا۔ ۱۴۳۲ء میں سید مبارک شاہ سلطانِ دہلی جو منٹگمری کے قریب تھا شیخ علی پر حملہ کرنے کی غرض سے روانہ ہوا۔ تلمبہ کے نزدیک دریائے راوی کو عبور کر کے اس نے شیخ علی پر یورش کی اور اس کو بھگا دیا۔ سلطان مبارک نے شورکوٹ بھی فتح کیا اور وہ بعد میں ملتان واپس آکر مقابرِ مقدسہ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ ۱۴۳۵ء میں سلطان مبارک کے جانشین محمد شاہ نے بھی اسی غرض سے ملتان کا دورہ کیا۔ اس کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ بہلول لودھی حاکمِ ملتان مقرر ہوا۔

(۶)

حکومت خاندانِ لنگاہ

خاندانِ سادات کی حکومت کے دوران میں عام بدنظمی اور طوائف الملوکی شروع ہو گئی، اہالیٔ ملتان نے آئے دن کے مصائب کا سدِّباب کرنے کے لئے یہ فیصلہ کیا کہ وہ اپنا حاکم خود مقرر کریں، چنانچہ شیخ یوسف جو حضرت غوث زکریا ملتانی علیہ الرحمۃ کی اولاد میں ایک قابلِ قدر بزرگ اور زیورِ علم و فضل سے مزین تھے باتفاقِ رائے امیرِ ملتان منتخب ہوئے۔ اُن کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور سرکاری سکّے بھی انہی کے نام کے جاری ہوئے۔

Marfat.com

یہ واقعہ ۱۴۴۳ء کا ہے۔ شیخ یوسف نے ہر نقطۂ خیال سے اپنے آپ کو اس عزت افزائی کا اہل ثابت کیا، علاقہ ملحقہ کے با اثر لوگوں کو اپنے رسوخ اور تدبر سے رام کیا اور نظم و نسقِ سلطنت میں مزید اصلاحات کو ترویج دی۔

اس زمانے میں رائے سہرہ نامی ایک طاقتور لنگاہ سردار کو علاقہ ملتان میں بڑا اقتدار حاصل تھا۔ اس نے شیخ یوسف کے دربار میں حاضر ہو کر گراں قدر تحائف پیش کیے اور اپنی اور اپنی قوم کی جانب سے انتہائی عقیدت و خلوص کا اظہار کیا، اور شیخ یوسف پر یہ بات واضح کی کہ حفظِ امن یا دشمن کے حملہ کے وقت وہ قوم لنگاہ کو اپنا حامی خاص اور دستِ راست سمجھیں، چنانچہ اس سلسلۂ اتحاد اور عقیدت مندی کو زیادہ مضبوط اور مربوط کرنے کی غرض سے رائے سہرہ نے اپنی لڑکی بھی شیخ یوسف کے عقد میں دے دی۔ اس رشتہ داری کی وجہ سے رائے سہرہ کی آمد و رفت دربار میں عام ہو گئی اور اس کی نقل و حرکت پر کسی قسم کا تعرض نہ ہوتا، چنانچہ شیخ یوسف کی حکومت کو ابھی بمشکل دو سال ہوئے ہونگے کہ ایک روز رائے سہرہ حسبِ معمول قلعہ شاہی میں بطورِ مہمانِ شاہی مقیم ہوا، ایک بکری جو قریب بندھی ہوئی تھی اس کا خون نکال کر خاموشی کے ساتھ پی گیا اور تھوڑی دیر کے بعد دردِ قولنج کا بہانہ کر کے اس نے ایسا شور و غوغا برپا کیا کہ محل شاہی کے جملہ ملازم ہراساں ہو گئے۔ بادشاہِ وقت کا خسر ہونے کی حیثیت سے ہر ممکن علاج مہیا کیا گیا، اطبا نے قے آور دوا تجویز کی جس کے پیتے ہی فوراً وہی خون جو اس نے چھپ کر پیا تھا خارج ہو گیا۔ بس پھر کیا تھا معالجین اور رشتہ داروں کو پورا پورا یقین ہو گیا کہ رائے سہرہ کی حالت نازک ہے۔ خود رائے سہرہ نے یہ خواہش ظاہر کی کہ اس آخری وقت میں اس کے اعزہ و اقارب اور چیدہ چیدہ ہمنشینوں کو

Marfat.com

اطلاع دی جائے کہ وہ آکر آخری ملاقات کر لیں۔ اس جائز خواہش کی فوراً تعمیل کی گئی چنانچہ اس موقع پر بہت سے آدمی جمع ہو گئے۔ رائے سہرہ نے موقع غنیمت سمجھ کر سب پہرہ داروں کو قتل کر دیا اور قلعہ پر تا فاناً قبضہ کر لیا، بچارے شیخ یوسف کی جان مشکل سے بچی اور وہ ایک خفیہ راستے سے نکل کر دہلی کی طرف بھاگ گئے۔ رائے سہرہ نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر کے قطب الدین لنگاہ کا لقب اختیار کیا۔ یہ واقعہ ۱۴۴۵ء کا ہے۔ قطب الدین لنگاہ نے ۱۴۶۹ء تک نہایت کامیابی کے ساتھ حکومت کی۔

قطب الدین لنگاہ کی وفات کے بعد ۱۴۶۹ء میں حسین خان لنگاہ تخت نشین ہوا۔ اس نے حدودِ سلطنت کو اور بھی توسیع دی۔ شور کوٹ اور چنیوٹ کو فتح کر لیا۔ علاوہ بریں کوٹ کروڑ اور دھن کوٹ پر قبضہ کرنے کے بعد یہاں وہ دائی بلوچوں کو آباد کیا جو مغلوں کے حملے کی تاب نہ لا کر سندھ سے بھاگ کر اس طرف نکل آئے تھے۔ شیخ یوسف حاکم مفرور کی تحریک پر باربک شاہ نے اپنے بیٹے تاتارخان کو حاکم پنجاب کی ہمراہی میں سلطان حسین خان لنگاہ کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ اسی دوران میں سلطان حسین کے برادرِ حقیقی نے علمِ بغاوت بلند کر کے اپنی خود مختاری کا اعلان کیا اور سلطان شہاب الدین کا لقب اختیار کر کے اپنے بھائی کے مقابلہ پر اُتر آیا۔ سلطان حسین نے کروڑ کے قریب اُس کا مقابلہ کر کے اسے شکستِ فاش دی اور قید کر لیا۔ اتنے میں باربک شاہ و تاتارخان حوالی ملتان کے نزدیک پہنچ گئے اور لڑائی کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ سلطان حسین بارہ ہزار سوار اور پیادہ فوج لے کر باہر نکلا اور ہنگامہ کارزار گرم ہوا۔ ہر ایک لشکری نے تین تین تیر ایک ہی وقت دشمن کی فوج پر چلائے اور اس طرح ایک لمحہ میں تقریباً چالیس ہزار تیر نکل گیا۔ باربک شاہ نے مقابلہ کی تاب

نہ لاکر راہِ فرار اختیار کی اور ایسی بُری طرح بھاگا کہ قصبہ جیسوت تک مُڑ کر بھی نہ دیکھا۔ یہاں پہنچ کر اُس نے یہ بہادری ضرور دکھائی کہ سلطان حسین کے گماشتہ کو جو جیسوت میں متعین تھا لڑائی کے بعد قتل کر دیا۔ اسی زمانے میں ملک سہراب داؤد زئی اپنی قوم و قبیلہ سمیت علاقہ کیچ مکران سے ہجرت کر کے سلطان حسین کی خدمت میں حاضر ہوئے سلطان حسین نے اس امدادی جمعیت کو غنیمت سمجھ کر اُن کی شایانِ شان آؤبھگت کی اور کہروڑ و دھنکوٹ کا علاقہ بطور جاگیر ان کے سپرد کیا۔ یہ خبر سُنتے ہی اس علاقہ کے باقی بلوچ قبیلے بھی ہجرت کر کے یہاں آگئے اور رفتہ رفتہ سندھ کے کل علاقہ میں بلوچ آباد ہو گئے۔ سلطان حسین کے اس حسنِ سلوک اور شریف پروری کی وجہ سے اس کا نام دُور دُور تک مشہور ہو گیا، چنانچہ جام بایزید اور جام ابراہیم دو معزز سردار بھی حاکم ٹھٹھہ سے ناراض ہو کر سلطان حسین کی خدمت میں آگئے۔ بادشاہ نے ان کے لئے بھی بیش قرار جاگیریں مقرر کر دیں۔ اب سلطان حسین ضعیفی کی وجہ سے کمزور ہو چکا تھا چنانچہ سلطنت سے دست بردار ہو کر اس نے اپنے بیٹے سلطان فیروز کو اپنے تخت پر بٹھا دیا اور اس کے نام پر خطبہ پڑھا گیا، لیکن یہ شخص ظالم و جابر تھا، اس کے وزیر عماد الملک نے اسے زہر دلوا کر مروا دیا۔ اس پر سلطان حسین نے دوبارہ عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور اپنے پوتے سلطان محمد پسر فیروز شاہ کو اپنا ولیعہد مقرر کیا۔ اپنے بیٹے کے خون کا بدلہ لینے کی غرض سے اس نے جام بایزید سے سازش کی اور عماد الملک کو قتل کرا دیا۔ اس واقعہ کے تھوڑے سے عرصہ بعد سلطان حسین باجلِ طبعی واصل بحق ہوا۔ اِس بادشاہ نے کل تیس برس تک حکومت کی۔

سلطان حسین کے بعد اس کا پوتا سلطان محمود تخت نشین ہوا، لیکن یہ نوجوان اوباش

Marfat.com

مزاج تھا اور اس کے ہمنشین عام طور پر کمینہ لوگ تھے۔ اس کا وقت عیش و عشرت اور لہو و لعب میں گذرتا۔ اکابرین و عمائدین سلطنت اس کی صحبت سے کنارہ کش ہو گئے۔ اس کے ہمنشینوں نے جام بایزید کے خلاف بھی اسے بھڑکایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطان محمود نے جام بایزید کے بیٹے بادشاہ نامی کو قتل کرنے کی سازش کی لیکن ناکام ہوئی اور اپنے باپ کے ساتھ شورکوٹ کی طرف بھاگ گیا جہاں ان دونوں نے شاہانِ دہلی کی اطاعت قبول کر لی۔ اسی زمانے میں شاہانِ دہلی سے ایک عہدنامہ ہوا جس کی رو سے دریائے راوی کو سلطنتِ دہلی اور سلطنتِ ملتان کے درمیان حدِ فاصل قرار دیا گیا۔ جب سلطان ظہیر الدین بابر بادشاہ نے کابل سے کوچ کر کے ہندوستان کے فتح کرنے کا ارادہ کیا تو پنجاب میں پہنچ کر میرزا شاہ حسین ارغون حاکم ٹھٹھ کو اس نے ایک فرمانِ شاہی بھیجا کہ علاقہ ملتان میرزائے موصوف کو بطور جاگیر عطا کر دیا گیا ہے اس لئے وہ اس پر قبضہ کر کے آبادیِ ملک و رفاہِ رعایا میں کوشش کرے۔ میرزا شاہ حسین نے ٹھٹھ سے نکل کر سلطان محمود کے ساتھ جنگ کی۔ کئی دفعہ معرکہ آرائیاں ہوئیں لیکن نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ اس اثنا میں سلطان محمود لنگاہ کا یک لخت انتقال ہو گیا۔ عرصہ حکومت تقریباً ستائیس سال ہے، تاریخ وفات غالباً ۱۵۲۵ھ ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ محمود لنگاہ کو زہر دیا گیا اور اس سازش میں شیخ شجاع بخاری اس کا اپنا وزیر یا لنگر خاں لنگاہ جو ایک مشہور سردار تھا شریک تھے۔

سلطان محمود کے لڑکے سلطان حسین لنگاہ کی عمر اس وقت صرف تین سال کی تھی ارا کینِ سلطنت مراسمِ اطاعت بجا لائے اور اسے اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا، لیکن تھوڑے عرصہ بعد قوام خاں و لشکر خاں لنگاہ جو سردارانِ قوم ہونے کے علاوہ صاحبِ جمعیت

Marfat.com

بھی تھے منحرف ہو گئے اور انھوں نے ملتان کے علاقے کے اکثر حصوں پر تصرف کر لیا۔ صرف اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ مرزا شاہ حسین ارغون سے مل کر سلطان حسین سے جنگ کی اور ملتان پر قبضہ کر کے شہر کو غارت و برباد کر دیا۔ سات سال سے لے کر ستر سال کی عمر تک کے کل شہریوں کو قید کر لیا اور ملتان میں ایسی غارت گری ہوئی کہ کسی کو گمان بھی نہ تھا کہ یہ شہر آباد ہوگا۔ صغیر سن سلطان کو بھی قید کر لیا۔ سلطان حسین کی نام نہاد حکومت صرف آٹھ برس تک رہی۔ طبقات اکبری، سیر المتاخرین اور تاریخ فرشتہ وغیرہ میں اس غارت گری اور عام تباہی کا حال یوں لکھا ہے کہ یہ محاصرہ ایک سال سے زیادہ تک قائم رہا۔ آخر ارغون ترکوں نے زبردست حملہ کرنے کے بعد شہر فتح کر لیا۔ لاہوری دروازے کو کلہاڑوں اور ہتھوڑوں کی ضربات سے چکنا چور کیا اور باشندگان میں سے ہر ایک کو قتل کر دیا گیا۔ جن لوگوں نے جان بچانے کے خیال سے خانقاہ حضرت شیخ میں پناہ لی ان کو بھی امان نہ ملی بلکہ اس مقدس عمارت کو بھی آگ لگا دی گئی اور اس کے اندر خون کی ندیاں بہ گئیں۔ یہ واقعہ ۱۵۲۷ء کا ہے۔ ارغون ترکوں نے شمس الدین نامی سردار کو ۶۰۰ آدمیوں کے لشکر کے ساتھ ملتان میں چھوڑا۔ اس ظالم نے طرح طرح کے ظلم و ستم روا رکھے۔ لنگر خاں نے اپنی جانب سے انتہائی کوشش کی کہ اس ویران شہر کو از سر نو تعمیر کرے لیکن وہ بھی مایوس ہو کر شاہ بابر کے پاس لاہور چلا گیا۔

اس ہنگامہ کے کوئی پندرہ مہینے بعد شمشیر خاں نامی نے بغاوت کی اور شمس الدین ارغون کو شہر بدر کر دیا۔ سرداران قوم ارغون نے صورت حالات ناموافق پا کر صوبہ ملتان کا انتظام سلطان بابر کے حوالے کر دیا۔ چنانچہ ۱۵۲۸ء میں بابر نے اپنے بیٹے عسکری

Marfat.com

کو اس علاقہ کا حاکم مقرر کر کے بھیج دیا اور لنگر خان بھی اس شہزادے کے ہمراہ واپس آ گیا۔

○

(۷)

خاندانِ مغلیہ

۱۵۲۶ء سے ۱۷۵۲ء تک

سلطان ظہیر الدین بابر بادشاہ نے ۱۵۲۶ء میں ہندوستان کے بادشاہ سلطان ابراہیم لودھی کو پانی پت کے میدان میں شکستِ فاش دی اور دہلی میں ایک نئی مضبوط اور پائدار سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ مرکزی سلطنت کے حسنِ انتظام کی وجہ سے ہر جگہ امن و امان قائم ہوا۔ ملتان کو بھی آئے دن کے جدال و قتال سے نجات ملی۔ اب یہاں بھی خوش حالی اور فارغ البالی کا دور دورہ تھا۔ سرکاری کاغذات، فرامینِ شاہی اور اس زمانے کے مسکوک سکوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ملتان کو دار الامان کہا جاتا تھا۔ ۱۵۴۸ء سے ۱۷۵۲ء تک اس نواح میں کسی قسم کی کوئی خاص بدامنی یا لڑائی وغیرہ نہیں ہوئی زراعت اور کاشتکاری میں ترقی ہوئی، تجارت کو فروغ ہوا اور ملتان تجارتی لحاظ سے ایران اور ہندوستان کے مابین ایک تجارتی مرکز بن گیا۔ صوبہ ملتان کا صدر مقام بھی شہر ملتان تھا اور اس کے رقبہ میں جنوب مغربی علاقہ پنجاب کے علاوہ پورا صوبہ سندھ بھی شامل تھا۔

سلطنتِ مغلیہ کے زوال کے بعد بھی جو ہنگامے ہوئے ان سے دیگر صوبوں کے مقابلہ میں ملتان محفوظ رہا۔ احمد شاہ ابدالی اور نادر شاہ کے حملے بھی ادھر لاہور سے ہوئے

Marfat.com

اور ان انقلابات کا ملتان پر بہت کم اثر پڑا۔ اس زمانے کے واقعات مختصراً ذیل میں بیان کیے جاتے ہیں۔

سنہ ۱۵۲۸-۳۰ء تک لنگر خان ملتان کا حاکم رہا۔ ۱۵۳۰ء میں صوبہ پنجاب پر مرزا کامران نے قبضہ کر لیا اور لنگر خان کو لاہور بلا لیا۔ ۱۵۴۰ء میں ہمایوں کو شیر شاہ سوری نے شکست دے کر ملک چھوڑنے پر مجبور کیا۔ اس وقت بخشو خاں لنگاہ نے ہمایوں کو دریائے گھارا عبور کرنے میں مدد دی۔ اس خدمت کے صلہ میں ہمایوں نے واپسی پر بخشو خاں کو "خانِ جہاں" کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔

۱۵۴۱ء میں علاقہ ملتان صوبہ لاہور کے ساتھ شیر شاہ سوری کے قبضہ میں آ گیا۔ اس بادشاہ نے شہر ملتان میں روغنی اینٹوں کی تین عالیشان مسجدیں حضرت شاہ بہاؤالحق رح، حضرت شاہ رکن عالم رح اور حضرت شاہ یوسف گردیز رح کے مزارات پر بنوائیں۔ ۱۵۴۲ء میں ہمایوں اپنی کوتاہ بختی اور صحرانوردی کے زمانے میں بھکر سے اُچ آیا لیکن اسی بخشو خاں نے اس کی راہ میں ایسے روڑے اٹکائے کہ اس غریب کو علاقہ بیکانیر کی طرف واپس ہونا پڑا۔

ہمایوں کے زوال اور شیر شاہ کے عروج کے زمانے سے فائدہ اُٹھا کر بلوچوں نے بھی آگے قدم بڑھایا۔ مزاری بلوچ تلمبہ تک پہنچ گئے اور میر چکر رند ضلع منٹگمری میں ست گھرہ کے مقام پر آباد ہو گیا۔ شیر شاہ نے ہیبت خاں نیازی حاکم لاہور کو میر چکر کی سرکوبی کے لیے بھیجا۔ بلوچوں کی روایت ہے کہ ہیبت نے میر چکر کے لڑکے کو قتل کر کے اس کی پسلیاں آگ پر بھنوائیں تھیں۔ میر چکر نے جوابی حملہ کر کے ملتان فتح کیا اور پھر سیت پور پہنچا جہاں روایتاً مشہور ہے کہ ہیبت خاں مارا گیا اور اس کی کھوپڑی کا پیالہ بنایا گیا تھا۔

Marfat.com

فتح خاں نامی جاٹ نے علاقہ پاکپٹن میں بغاوت کی۔ ہیبت خاں کی فوج نے اسے بھگا دیا اور اس نے کھروڑا اور فتح پور کے درمیان ایک کچے قلعے میں پناہ لی۔ ہیبت خاں کی افواج نے تعاقب کیا لیکن ہندو خاں بلوچ اور بخشو خاں لنگاہ کی امداد سے فتح خاں نے کچھ عرصہ تک کامیابی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ آخر قلعہ فتح ہوا اور ہیبت خان ملتان پہنچا۔ یہاں شیر شاہ کے حکم سے ملتان از سر نو آباد ہونا شروع ہوا اور یہ بھی حکم ہوا کہ سرکاری مالگذاری پیداوار کی شکل میں لی جایا کرے۔ فتح جنگ خان ملتان کا حاکم مقرر رہا اور اس کے پُرامن اور با انصاف عہد میں لوگوں نے لنگاہ کے عہد سے بھی زیادہ آرام پایا۔ شیر شاہ کی یادگار میں اس نے قصبہ شیر گڑھ آباد کیا۔ مقامی روایت ہے کہ ملک فتول خاں جو بہ فتحپور کا سردار تھا۔ اس نے صوبہ دار کھائی کو مالگذاری سرکار ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ صوبیدار کھائی علی حسین نامی اس وقت قصبہ شتاب گڑھ میں رہا کرتا تھا۔ علی حسین نے فتول پہ حملہ کیا اور حلیم کھچی کے مقام پر دونوں سردار دست بدست لڑائی کے لئے ایک دوسرے کے مقابل آئے۔ علی حسین مارا گیا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ یہ لڑائی فتحپور میں ہوئی جس میں دونوں سردار مارے گئے۔

ہمایوں کی وفات سے تقریباً دو سال قبل یعنی ۱۵۵۴ء میں ترکی امیر البحر سیدی علی ادیج سے ملتان آیا۔ اپنی مشہور تصنیف مرآۃ الممالک میں وہ اپنے سفر کا حال یوں بیان کرتا ہے۔ "ماہ رمضان میں ہم دریائے گھارا کے کنارے پہنچے جسے ہم نے کشتی کے ذریعے عبور کیا۔ دریا کی دوسری جانب تقریباً ۵۰۰ جاٹ ہماری گھات میں بیٹھے تھے لیکن ہمارے پاس آتشیں اسلحہ موجود تھے۔ اس لئے وہ ڈر کر بھاگ گئے۔ ہم بے روک ٹوک آگے بڑھے اور ۱۵ ماہ رمضان کو شہر ملتان میں پہنچ گئے۔ یہاں ہم حضرت

Marfat.com

شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ، شاہ رُکن عالمؒ اور حضرت شاہ صدر الدینؒ کے مزاراتِ مقدسہ کی زیارت سے مشرّف ہوئے اور حاکم شہر سلطان میراں میرزا حسین سے پروانہ راہداری حاصل کر کے لاہور کی طرف روانہ ہوئے"۔

ہمایوں کے انتقال کے بعد شہنشاہ جلال الدین اکبر تخت نشین ہوا۔ تخت نشینی کا زمانہ پُر آشوب تھا اور لودھی خاندان کے سرداروں سے سلسلۂ جدال و قتال جاری تھا۔ اس زمانے میں ملتان کے اندرونی نظم و نسق میں جو تبدیلیاں معرضِ وقوع میں آئیں وہ قابلِ ذکر ہیں۔ ۱۵۶۱ء میں حکومتِ دہلی نے بہرام کو شکست دی اور صوبۂ ملتان محمد قاسم خان نیشا پوری کو بطورِ جاگیر عطا ہوا۔ ۱۵۷۰ء میں خان جہان لودھی حاکمِ ملتان ہوا۔ ۱۵۷۰ء سے کچھ پہلے سید خان چغتائی امیرِ ملتان تھا۔ ۱۵۸۹ء میں عبدالصمد خان دیوانِ ملتان مقرر ہوا۔ ۱۵۹۱ء میں خانِ خاناں کی جاگیر صوبۂ ملتان میں تبدیل ہوئی اور ۱۵۹۳ء میں اس ولایت کا بیشتر حصہ مرزا رستم صفوی کو بطورِ جاگیر دیا گیا۔ ۱۵۹۶ء میں یہی جاگیر مرزا عزیز کوکلتاش کے نام منتقل ہوئی۔ ۱۶۰۰ء میں سعید خان چغتائی کو صوبہ ملتان کا حاکم بنایا گیا۔ آئینِ اکبری کے مطالعہ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ عہدِ اکبری میں یہاں حکومت کی طرف سے ایک ٹکسال بھی قائم تھی جس میں چاندی اور تانبے کے سکّے ڈھالے جاتے تھے۔

۱۵۷۳ء میں محمد سلطان مرزا ایک مغل سردار نے اکبر کے خلاف سرکشی کی اور وہ پنجاب سے گذرتا ہوا ملتان پہنچا۔ تلمبہ کے قریب اسی خاندان کا ایک سردار ابراہیم حسین مرزا شکار سے واپس آ رہا تھا کہ شاہی افواج سے اس کی مڈھ بھیڑ ہو گئی جس کے دوران میں اس کا بھائی گرفتار ہو گیا۔ ابراہیم حسین پسپا ہوا۔ دریائے گھارا عبور

Marfat.com

کرسا تھا کہ ماہی گیروں کی قوم تحصیل میں سے کسی شخص نے ایسا تاک کر تیر مارا کہ گلے کے آرپار ہوگیا۔ چنانچہ اس حالت میں اسے گرفتار کر کے ملتان بھیج دیا گیا۔

شہنشاہ نورالدین جہانگیر کے دورِ حکومت میں معلوم ہوتا ہے کہ خان جہاں ۱۶۱۹ء میں حاکمِ ملتان مقرر ہوا۔ ۱۶۱۴ء میں دو انگریز سیاح مسٹر سٹل (STILL) اور مسٹر کرو تھر (CROWTHER) نامی اجمیر سے اصفہان جاتے ہوئے ملتان سے گذرے۔

شاہجہان بادشاہ کے زمانے میں اوّل اوّل قلیج خان حاکمِ ملتان تھا۔ جب اس کا تبادلہ قندھار کے صوبہ میں کیا گیا تو علاقہ ملتان شہزادہ مراد بخش کو بطورِ جاگیر عطا ہوا جس نے موجودہ فصیلِ شہر بنوائی اور لاہوری دروازے کے باہر دریا پر ایک پل بھی بنوایا۔ دوسرے علاقوں سے آبادکار منگوا کر بہت سا غیر مزروعہ علاقہ آباد کرایا۔ جب شہزادہ مراد بخش کا تبادلہ ملک دکن کو ہوگیا تو اس کی جگہ ایک نہایت حلیم الطبع اور ہردلعزیز سردار نجابت خان نامی ملتان کا صوبیدار مقرر ہوا۔ اس کے بعد یہ علاقہ شہزادہ اورنگ زیب کو بطورِ جاگیر تفویض ہوا۔ شہزادہ ممدوح کے عہد میں ۱۶۴۸ء کے قریب قندھار پر ایرانیوں نے قبضہ کر لیا اور سردارانِ قبیلہ سدوزئی وہاں سے جلاوطن ہو کر ملتان اور رنگ پور میں آباد ہوئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ شہزادہ اورنگ زیب نے حضرت سید زین العابدین علیہ الرحمۃ کے مزار واقع سردار کوٹ تحصیل ملتان اور حضرت خالد ولی رحمۃ اللہ علیہ کے مقبرہ واقعہ موضع خطی چور تحصیل کبیر والہ کی مرمت کرائی تھی۔ کوئی ڈیڑھ سال کے لئے صوبہ ملتان کی جاگیر شہزادہ داراشکوہ کے نام منتقل ہوگئی تھی لیکن بعد میں پھر اورنگ زیب کو مل گئی۔ شہزادہ اورنگ زیب ۱۶۵۲ء میں مہم قندھار پر مامور ہوا اور حکومتِ ملتان پھر داراشکوہ کے نام منتقل ہوگئی۔ شہزادہ ممدوح نے شیخ موسیٰ گیلانی کو ملتان میں لے لیا تھا۔

Marfat.com

مقرر کیا۔ ۱۶۵۸ء میں دارا شکوہ کو بمقام آگرہ شکست ہوئی اور تاج و تخت دہلی اورنگ زیب عالمگیر کے قبضہ میں آیا۔ شاہجہان کے زمانے میں مسیحی مذہب کا ایک فقیر منریق (MAN-RIQUE) نامی دو دفعہ ملتان میں آیا تھا۔

اب عہدِ عالمگیری شروع ہوا۔ دارا شکوہ آگرہ سے شکست کھا کر پنجاب کی طرف بھاگا۔ افواجِ شاہی تعاقب میں تھیں۔ عالمِ پریشانی میں وہ کوئی ایک ہفتہ کے لئے ماہ ستمبر ۱۶۵۸ء میں ملتان بھی آیا، اپنا خزانہ کشتیوں پر لادا اور خود براستہ خشکی قندھار جانے کے ارادے سے اوچ کی طرف کوچ کیا۔ راستے میں جس پُل پر سے گذرتا اُسے منہدم کر دیتا تاکہ اس کا تعاقب کرنے والوں کو رکاوٹ پیش آئے۔ مقامی روایت ہے کہ جب موضع شجاعت پور تحصیل شجاع آباد کے قریب دارا شکوہ دریائے بیاس کے پُل سے گذرا تو باشندگانِ دیہہ نے دارا شکوہ کی امداد کی غرض سے پُل کو مسمار کر دیا۔ اس پر اورنگ زیب نے ان سب کو عبرتناک سزائیں دیں۔ اورنگ زیب کی ہراول افواج نے کئی دستے دُنیا پور کی طرف بھیجے کہ کہیں دارا شکوہ اجمیر کی طرف نہ بھاگ جائے، لیکن جب یہ صاف معلوم ہو گیا کہ وہ بھکر کی طرف بھاگ گیا ہے تو صف شکن خان کو اس کے تعاقب میں بھیجا گیا اور خود اورنگ زیب ملتان میں مقیم ہوا۔ ۲۵ ستمبر ۱۶۵۸ء کو ملتان سے کوئی تین میل کے فاصلے پر جہاں دریائے راوی اور چناب آپس میں ملتے تھے خیمہ شاہی نصب ہوا اور کوئی ایک دو روز بعد اورنگ زیب خود شہر میں خانقاہوں کی زیارت کے لئے آیا۔ شیخ موسیٰ گیلانی کو علیحدہ کر دیا گیا اور لشکر خان گورنر کشمیر کو ملتان تبدیل کیا گیا۔ لشکر خان کے آنے تک خان عالم عارضی طور پر امیرِ ملتان رہا۔ اسی اثناء میں اورنگ زیب کو صوبہ بنگال کے صوبہ دار شجاع خان کی بغاوت کی خبر ملی چنانچہ وہ فوراً

Marfat.com

دہلی کو روانہ ہوگیا۔

دو سال کے بعد لشکر خاں کی جگہ تربیت خاں نے لی اور پھر سیف خاں صوبیدارِ ملتان مقرر ہوا۔ اب صوبہ ملتان شہزادہ معظم کی جاگیر قرار پایا۔ شہزادہ معظم یہاں بہت عرصہ تک رہا اور عالی ظرف امیر ثابت ہوا۔ کہتے ہیں شہزادہ معظم خلیفہ ہارون رشید کی طرح رات کے وقت بھیس بدل کر ملتان کے گلی کوچوں میں پھرا کرتا تھا۔ اس کے بعد یہ جاگیر شہزادہ محمد اکبر کے نام منتقل ہوئی اور پھر ملتان کی صوبیداری اللہ یار خان اور کرم خان کے نام حصہ برابر تقسیم ہوئی۔ سنہ ۹۵-۱۶۹۴ء میں اورنگ زیب کا پوتا شہزادہ معزالدین جو بعد میں جہاندار شاہ کے لقب سے بادشاہِ دہلی ہوا اس صوبہ کا حاکم رہا اور اس کے عہد میں رعایا کو بہت فائدہ پہنچا۔

سنہ ۱۹-۱۷۰۷ء میں جہاندار شاہ اور فرخ سیر کا زمانہ حکومت تھا۔ سنہ ۱۷۱۲ء میں جہاندار شاہ نے ایک مشہور میراثی نعمت خاں نامی کو جو فنِ موسیقی میں مہارتِ تامہ رکھتا تھا ملتان کا گورنر مقرر کر دیا، لیکن وزیر نے از راہِ مصلحت اندیشی طنزاً بادشاہ سے یہ کہا کہ نقد خراج کے بدلے اب ایک ہزار ستار و دیگر آلاتِ موسیقی وصول ہونے چاہئیں۔ بادشاہ یہ نکتہ سمجھ گیا اور اس نے حکمِ تقرری منسوخ کر دیا۔

جہاندار شاہ کے عہد میں کوکلتاش خان یعنی امیر علی مراد خان ملتان کا گورنر رہا اور شیر افگن خان اس کا نائب تھا۔

شاہ فرخ سیر کے زمانے میں نواب خان زمان، شیر افگن خان، عقیدت خان اور سید حسین خان وقتاً فوقتاً ملتان کے امیر مقرر ہوئے۔

سنہ ۴۸-۱۷۱۹ء عہدِ محمد شاہ۔ اس زمانے کے حاکموں میں سے باقر خان نامی امیر

Marfat.com

قابلِ ذکر ہے۔ اس نے اپنے دورِ حکومت میں ایک عالیشان مسجد تعمیر کرائی جو ملتان لاہور کی سڑک پر تقریباً ۲۰ میل کے فاصلے پر موضع باقر آباد میں ہے۔ نواب عبدالصمد خان تورانی لاہور و ملتان دونوں صوبوں کا حاکم تھا۔ اس نے اپنے عہد میں عیدگاہ تعمیر کرائی ۱۷۳۵ء میں اس کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا زکریا خان جو خان بہادر خان کے لقب سے مشہور تھا حاکم ملتان و لاہور مقرر ہوا۔ یہ امیر کچھ عرصہ لاہور میں اور کچھ عرصہ ملتان میں رہا کرتا۔ اس کے زمانے میں سندھ کی سرحد کا تمام علاقہ جو پہلے ملتان میں شامل تھا نادر شاہ کے قبضہ میں آگیا۔ خان بہادر خان کے انتقال کے بعد دونوں صوبوں کی حکومت حیات اللہ خان ملقب بہ شاہنواز خان کے سپرد ہوئی۔

۵۲-۱۷۴۸ء دورِ احمد شاہی۔ محمد شاہ کی وفات کے بعد معین الدین خان عرف میر منو لاہور و ملتان کا صوبیدار مقرر ہوا۔ کوڑا مل ایک چھوٹے درجے کے ہندو نے میر شاہنواز خان کے سایۂ عاطفت میں تربیت پائی تھی۔ میر منو نے کوڑا مل کو شاہنواز کے خلاف فوج دے کر بھیجا۔ ملتان کے باہر لڑائی ہوئی جسا سنگھ اہلووالیہ نے کوڑا مل کی مدد کی۔ پہلے تو کوڑا مل کو شکست ہوئی لیکن بعد میں جب شاہنواز خان کو معلوم ہوا کہ کوڑا مل صرف چند ساتھیوں کے ساتھ دورانہ لنگانہ کے قریب خیمہ زن ہے تو وہ فوراً چند سوار ہمراہ لے کر اس پر حملہ آور ہوا۔ شاہنواز خان اپنی تلوار کی ضرب سے کوڑا مل کے ہودے کو نیچے گرانے ہی کو تھا کہ ایک گولی اس کے سر میں آکر لگی اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ کوڑا مل نے علاقہ ملتان کا پٹہ اجارہ داری میر منو خان سے حاصل کر لیا اور مہاراجہ کا لقب اختیار کر کے حکومت کرنے لگا۔

کوڑا مل کے تعلقات ریاست بہاولپور کے حکمران خاندان داؤد پوترہ سے نہایت

Marfat.com

گھرے تھے چنانچہ اس نے تعلقہ آدم واہن مبلغ چار ہزار روپیہ سالانہ کے دوامی پٹہ پہ بہاول خاں کو عطا کر دیا۔ اس علاقہ کی ترقی کے لئے بہاول خاں نے نالہ سرداروا ہن کھدوایا۔ ایک دفعہ کوڑامل کو لاہور جانے کا اتفاق ہوا تو وہ اپنی جگہ زاہد خان سدوزئی خان خیل کو اپنا نائب ناظم مقرر کر گیا۔ زاہد خان نے کسی حکم کی تعمیل میں قدرے کوتاہی کی اور کوڑامل نے اس کے خلاف فوج کشی کی بنتی تل کے قریب دونوں فوجوں کی مٹھ بھیڑ ہوئی۔ زاہد خان کے ہمراہی میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ زاہد خان بھی اپنی پالکی سے اتر کر بھاگا لیکن گرفتار ہو گیا۔ دوسرے موقع پہ کوڑامل ملتان میں خواجہ اسحٰق نامی کو اپنا نائب مقرر کر کے لاہور گیا لیکن اس دفعہ وہ واپس نہ آیا کیونکہ احمد شاہ ابدالی کے مقابلہ میں لڑتا ہوا مارا گیا۔

۱۷۵۱ء میں نواب مبارک خان والئ بہاولپور نے مواضعات بھکری و مڈوالہ واقع ضلع مظفرگڑھ و شینی واقع تحصیل شجاع آباد ضلع ملتان زمینداران پرگنہ طاہر سے اور بیٹ اور موضع دونا والی شیخ راجو گردیزی سے خرید کئے اور ان مواضعات کی اراضی کو آباد کیا۔ ۱۷۵۲ء میں احمد شاہ ابدالی نے شاہ دہلی کو مجبور کیا کہ علاقہ ملتان اور سندھ اس کے حوالے کر دیا جائے، چنانچہ احمد شاہ نے اپنے بیٹے تیمور شاہ کو یہاں چھوڑا اور جہان خاں کو اس کا وزیر مقرر کیا۔ احمد شاہ ابدالی نے ملتان میں اپنا سکہ جاری کیا تھا۔

○

Marfat.com

(۸)

پٹھانوں اور سکھوں کا دورِ حکومت

دہلی کی مرکزی حکومت آئے دن کے حملوں اور اندرونی نظم و نسق کی خرابیوں کے باعث کمزور ہو چکی تھی۔ مختلف صوبوں میں طوائف الملوکی کے آثار نمایاں تھے۔ جس کی لاٹھی اُس کی بھینس، طاقتور سردار جگہ جگہ خود مختار ہو گئے اور فریق بندی کا شکار ہو کر ہمیشہ آپس میں برسرِ پیکار رہتے تھے۔ شاہانِ دہلی کے درباروں میں عیش و عشرت کا زور تھا، ان خرابیوں کا اثر ملتان پر بھی پڑا۔ اب صوبہ ملتان نام نہاد طریق پر حکومتِ کابل کے ماتحت تھا لیکن اصل میں یہاں خاندانِ افاغنہ کے وہ سردار حکومت کرتے تھے جو اوائل میں یہاں آکر کبھی پناہ گزین ہوئے تھے۔ کابل میں خاندان سدوزئی کی حکومت قائم ہو جانے کی وجہ سے یہاں کے پٹھانوں کی قسمت بھی چمکی۔ کچھ عرصہ سے علاقہ شجاع آباد کا انتظام و انصرام سدوزئی پٹھانوں کے ہاتھ میں تھا۔

نواب مظفر خان اور نواب سرفراز خان کے زمانے میں ایک اچھی خاصی حکومت قائم ہو گئی۔ اس حکومت نے افغان خاندان کی خوب سرپرستی کی اور ان سب کو بڑے بڑے رقبہ جات عطا کر کے امیر کبیر بنا دیا۔ پہلے ان لوگوں کی حیثیت معزز شہری یا سپاہی سے زیادہ نہ تھی اب بڑی بڑی جاگیروں کے مل جانے سے ان کے اثر و رسوخ میں بیحد اضافہ ہو گیا اور یہ خاندان جن میں بادوزئی، بامو زئی، ترین، بابر، خاکوانی اور اور قبائل شامل تھے اب علاقہ ملتان کے سردار بن گئے۔

Marfat.com

اس میں کوئی شک نہیں کہ سکھوں کے خلاف زبردست معرکہ آرائیوں میں اور حکومت انگلشیہ کے زمانے میں ان لوگوں نے گراں قدر قربانیاں کی ہیں، لیکن عام طور پر ان کے زمانہ اقتدار میں نظامِ حکومت کسی خاص اصول پر مبنی نہ تھا۔ لڑائی کے موقع پر تو یہ لوگ ہمیشہ شجاعت دیتے تھے لیکن زمانۂ امن میں ان کی عیش پرستی، سستی اور کاروبار کی بدمعاملگی نمایاں رہی۔ سدوزئی حکومت کا اثر سرائے سدھو سے لے کر تحصیل شجاع آباد کی جنوبی حدود تک خوب قائم تھا۔ اس علاقہ کی مجموعی آمد ۱/۲ ۵ لاکھ روپیہ سالانہ کے قریب ہو جاتی تھی۔ تقریباً دو ہزار فوج اور بیس توپوں والا توپ خانہ مستقل طور پر زیر ملازمت سرکار رہتا تھا۔ ضرورت کے وقت امدادی فوج بارہ ہزار تک جمع ہو سکتی تھی لیکن انتظام کچھ ایسا اچھا نہ تھا۔

اس زمانے میں ملک کی اصل حالت یہ تھی کہ موجودہ ضلع کا نصف حصہ تو سدوزئی پٹھانوں کے ماتحت تھا اور باقی نصف یعنی تحصیل شجاع آباد کا نصف حصہ، جنوبی تحصیل لودھراں اور تحصیل میلسی والیانِ ریاست بہاولپور کے قبضہ اقتدار میں تھا۔ پہلے پہل تو نوابانِ بہاولپور اپنے ماتحت علاقوں کا زرمستاجری افاغنہ ملتان کو ادا کرتے رہے لیکن جوں جوں پٹھانوں کی طاقت کمزور ہوتی گئی یہ لگان ریاست بہاولپور کی طرف سے بند ہوتا گیا، البتہ جب ۱۸۳۱ء میں سکھوں نے زور پکڑا تو یہ روپیہ پھر باقاعدگی کے ساتھ اول جرنیل ونتورہ کو اور بعد میں دیوان ساون مل کو ادا ہونے لگا۔ وہ علاقہ جو ریاست بہاولپور کے زیر اثر تھا زیادہ خوش حال اور شاداب تھا لیکن پٹھانوں کا علاقہ آئے دن کے حملوں اور فسادات کے باعث زیادہ تر غیر آباد اور بے رونق ہی رہا۔ بہاولپور کے کاردار محمد خان اور جام خان دو مشہور نالے محمد واہ اور

Marfat.com

جام واہ کھدوا کر اپنی مستقل یادگار چھوڑ گئے ہیں۔ یہ ان دونوں کارداروں کی محنت شاقہ اور انصاف پسندی کا نتیجہ ہے کہ انگریزی حکومت نے بھی ان کے نقش قدم پہ نہری آبپاشی کو حیرت انگیز وسعت دی اور ملک کو خوشحال اور فارغ البال بنا دیا۔

اس علاقہ میں سب سے پرانی انہار جن کا کچھ پتہ چل سکتا ہے محمد واہ اور ستار واہ ہیں جو ۱۷۵۰ء سے کچھ پہلے ریاستی زمینوں کو سیراب کرنے کے لئے تعمیر کی گئیں۔ اس سے تحصیل لودھراں کا علاقہ بخوبی سیراب ہو گیا۔ اس کے بعد مشرقی حصہ کی آبادی اور ترقی کا کام شروع ہوا اور کوئی پانچ سال کے عرصہ میں تین بڑے نالے بہاول واہ، صادق واہ اور قابل واہ تیار ہو گئے۔ اس کے تھوڑے عرصہ بعد جام خان کاردار کی زیر نگرانی جام واہ کلاں اور جام واہ خورد تعمیر ہوئے۔ اس کے بعد سکھوں کے زمانے میں مشرق کے رخ نواب غلام مصطفےٰ خان خاکوانی نے ایک نہر بنوائی اور اسے دیوان ساون مل کے نام پر "دیوان واہ" سے موسوم کیا۔ ان انہار کی وجہ سے بے حد کامیابی ہوئی۔ بہت سے لوگ اطراف چناب سے ہجرت کر کے یہاں آباد ہو گئے۔ پٹھان حکمرانوں نے بھی اس کی تقلید میں کوتاہی نہ کی، چنانچہ علی محمد خان حاکم وقت نے ایک بہت بڑا نالہ کھدوایا جو آج تک نالہ ولی محمدؐ کے نام سے مشہور ہے اور جس سے ملتان کے گرد و نواح کا تمام علاقہ سیراب ہوتا ہے۔ لیکن دیگر علاقہ میں جو اس قسم کی کوششیں کی گئیں وہ بے قاعدہ اور نا تمام تھیں، اس لئے باقی ماندہ علاقہ میں اس قسم کی کوئی قابل ذکر توسیع نہ ہو سکی۔ دو نالے شاہ پور و دورانہ لنگانہ اور کھود دیے گئے اور نالہ سکندر آباد خاندان کھوکھر نے بنوایا تاکہ وہ اپنی وسیع زمینداری

Marfat.com

کی آبپاشی کر سکیں تحصیل شجاع آباد میں افغان سرداروں نے اپنی اراضی کو سیراب و شاداب کرنے کی غرض سے چھوٹے چھوٹے نالے بنانے کی اجازت دی، چنانچہ نجو ٹھٹھہ بختو واہ اور نالہ دھوندوں کھودے گئے۔ خاندانی سدوزئی کے عہد کے آخری ایام میں کھاول، طاہرپور اور منی تل کی چھوٹی چھوٹی نہریں بنائی گئیں۔ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ پٹھانوں کے دورِ حکومت میں سب سے بڑی رکاوٹ سکھوں کی بڑھتی ہوئی طاقت تھی، ۱۷۷۱ء میں سکھ فوج کا پہلا حملہ ہوا جب بھنگی مسل ملتان شہر کے دروازوں تک پہنچ گئی قتل وغارت اور لوٹ مار کا یہ سلسلہ برابر جاری رہا یہاں تک کہ ۱۸۱۸ء میں رنجیت سنگھ نے خود ملتان کے قلعہ پر آتشباری کی۔ رنجیت سنگھ بھی اپنی طرف سے پہلے پہل اہلکار ہی بھیجتا رہا جو اس علاقہ کے نہ تو انتظام و اہتمام میں مفید ثابت ہوئے اور نہ علاقہ کو بیرونی ڈاکوؤں اور رہزنوں کی دستبرد سے محفوظ رکھ سکے۔ اس بدقسمت علاقہ میں حقیقی امن و راحت کے آثار صرف اسی وقت پیدا ہوئے جب ۱۸۲۱ء میں دیوان ساون مل حاکم مقرر ہوا۔

دیوان ساون مل لائق، تجربہ کار اور کاروباری آدمی تھا، باقاعدہ کچہری کرتا اور ضروری معاملات پر ذاتی توجہ دے کر احکام جاری کرتا اور ان کی تعمیل کا خاص خیال رکھتا۔ حساب کتاب کی خاص نگرانی کرتا اور کاروبارِ سلطنت میں شب و روز دلچسپی کے ساتھ منہمک رہتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس زمانے میں یہ علاقہ اپنی فارغ البالی اور خوشحالی کے لحاظ سے غالباً ہندوستان بھر میں اپنی نظیر نہ رکھتا تھا۔ دیوان ساون مل کی انصاف پسندی اور رواداری بھی مشہورِ روزگار ہے۔ امیر غریب میں کوئی فرق نہ تھا، فریادی کی فریاد سنی جاتی اور ظالم کو ضرور سزا ملتی تھی، امیروں سے اسے

Marfat.com

نفرت تھی کیونکہ وہ ان کے غرور اور خود پسندی کی عادات کو پسند نہ کرتا تھا۔

اراضی کی آبادی اور بندوبست مال میں بھی اس نے کما حقہٗ دلچسپی لی۔ اس کا یہ اصول تھا کہ زمین غیر مزروعہ نہ رہے۔ اگر کوئی بڑا زمیندار اپنی زمین کا کچھ حصہ اپنی کوتاہی اور سستی کی وجہ سے خالی رکھتا تو دیوان ساون مل اس کی جگہ دوسرے آدمی کو مقرر کر دینا کوئی گناہ نہ سمجھتا تھا۔ غریب کاشتکاروں کو تقاوی کی امداد کھلے دل سے دی جاتی تھی۔ نہروں کی باقاعدہ صفائی کرائی جاتی اور دلچسپی لینے والے زمینداروں کی انعام و اکرام سے حوصلہ افزائی کی جاتی۔ ہندو لوگوں کو اگر زمینداری کا شوق ہوتا تو اُن کو غیر آباد اراضی دی جاتی تاکہ رقبہ زیر کاشت کی ہر ممکن طریق سے توسیع ہو اور ذرائع آمد بڑھیں۔ آمدنی بڑھانے کی ہر ممکن تجویز پر عمل ہوتا۔ لوگ مطمئن اور خوش تھے کیونکہ جہاں مالگذاری اور دیگر مواجب کی وصولی کی وجہ سے سختی ہوتی تھی وہاں عام معاملات میں وہ پورا پورا انصاف بھی پاتے تھے۔

۱۷۵۲ء سے ۱۷۶۶ء تک کے زمانے میں سب سے زیادہ بارسوخ اور با اقتدار شخصیت علی محمدؐ خان خاکوانی کی تھی۔ یہ افسر احمد شاہ ابدالی کے حملوں کے زمانے میں اس کے ساتھ آتا جاتا رہا اور ۱۷۵۲ء میں خواجہ اسحاق کی جگہ اُسے علاقہ ملتان کا نواب مقرر کیا گیا۔ ابتدا میں تو وہ نہایت با انصاف حکمران ثابت ہوا لیکن بعد میں طبیعت میں لالچ آجانے کی وجہ سے وہ ظلم و ستم بھی کرتا تھا۔ ۱۷۵۸ء میں آدینہ بیگ نامی سردار کی انگیخت پر مرہٹوں نے علاقہ ملتان کو تاخت و تاراج کیا اور علی محمدؐ خان کو دریائے گھارا کے پار تک ہٹنا پڑا۔ مرہٹوں نے اپنے ماتحت سردار صالح محمد خان کو ملتان کا ناظم مقرر کیا۔ کوئی دو سال بعد دُرانی پٹھانوں نے پھر اس علاقہ

Marfat.com

پر حملہ کیا اور مرہٹوں کو پسپا ہونا پڑا۔ علی محمد خاکوانی دوبارہ اپنی جگہ پر واپس آ گیا۔ اس کے اگلے سال اس کو معطل کر دیا گیا اور اس کی جگہ عبدالکریم خان اور اللہ یار خان باموزئی سرداروں کی متفقہ حکومت شروع ہوئی۔ کچھ عرصے کے بعد یہ صوبہ نواب شجاع خان سدوزئی خان خیل کے قبضہ اقتدار میں آیا۔ ۱۷۶۰ء کے آخر میں نواب علی محمد خان پھر بحال ہوا اور نواب بہاولپور کی امداد سے ڈیرہ غازیخان پر بھی اس نے قبضہ کر لیا۔ اس امداد کے صلے میں اس نے علاقہ خانواہ گھلواں، آدم واہن، امام دین پورا اور شیخ واہن مبلغ آٹھ ہزار روپیہ سالانہ کے عوض ان کے حوالے کر دیا۔ علاوہ بریں اس نے مبارک خان کو یہ بھی اجازت دے دی کہ وہ میلسی کے علاقہ میں ایک قلعہ تیار کرے اور اس علاقہ کی اراضی کا دائمی پٹہ بھی مبلغ چار سو روپیہ کے عوض اس کے حق میں کر دیا۔ مبارک خان نے یہ رعایت حاصل کرتے ہی کل انتظام جام خاں کے سپرد کیا جس نے اراضی کی آبپاشی کے لئے فوراً ایک نہر کھدوانا شروع کر دی۔ اس آبادی میں بے حد کامیابی ہوئی اور وہ لوگ جو علی محمد کے تشدد سے تنگ آ چکے تھے شمالی علاقوں سے ہجرت کر کے یہاں آئے اور آباد ہو گئے۔ اس دوران میں علی محمد خان نے شجاع خاں کو گرفتار کر کے قید خانہ میں ڈال دیا۔ جب احمد شاہ نے ملتان پر حملہ کیا تو شجاع خان رہا ہو گیا۔ اس نے اپنے بال جو زمانۂ قید میں بڑھ گئے تھے اور وہ میخیں جن سے اُسے پابجولاں کیا گیا تھا سنبھال کر رکھی ہوئی تھیں۔ یہ چیزیں احمد شاہ کے سامنے پیش کیں اور اپنا قصۂ غم بیان کیا۔ اس پر احمد شاہ فرط غضب میں آ گیا اور اس نے علی محمد کو پکڑوا منگوایا، اس کا پیٹ پھڑوا دیا گیا اور اس کی لاش کو اونٹ پر لاد کر ملتان کی گلی گلی میں پھروایا۔ ۱۷۶۷ء تک حاجی شریف سدوزئی کا دور دورہ رہا۔

Marfat.com

اس کی تفصیل یہ ہے کہ نواب علی محمد خان خاکوانی کی وفات کے بعد شجاع خان حاکم ملتان قرار پایا، لیکن اس کے تھوڑے عرصہ بعد حاجی شریف سدوزئی دربارِ کابل سے نامزد ہوکر ملتان کا حاکم مقرر ہوا۔ شجاع خان کا لشکر بھی منحرف ہوگیا اس لئے وہ شجاع آباد چلا گیا۔ شجاع آباد پہنچ کر اس نے اپنے ایک گماشتہ دھرم جس نامی کو اس غرض سے کابل بھیجا کہ وہ یا تو صوبیداری ملتان کا فرمانِ شاہی شجاع خان کے نام حاصل کرے یا خود اپنی تقرری کی کوشش کرے۔ دھرم جس نے وہاں پہنچ کر اپنے نام فرمانِ شاہی جاری کرا لیا اور اپنے نائب مرزا شریف بیگ تکلو کو اس عہدے کا جائزہ لینے کے لئے ملتان بھیجا۔ شریف بیگ نے پہلے تو شجاع خان سے ملاقات کی، پھر ملتان میں پاک دروازہ سے داخل ہوکر قلعہ میں چلا گیا۔ حاجی شریف خان اس وقت قلعہ کے ثمن برج میں بیٹھے ہوئے وسمہ مہندی لگانے میں مصروف تھے۔ یہ شور و غوغا سن کر انھوں نے یکے بعد دیگرے کئی افسر بھیجے کہ جا کر دیکھیں کیا معاملہ ہے، لیکن کوئی بھی واپس نہ آیا۔ اس سے حاجی صاحب کو شبہ پیدا ہوا اور انھوں نے کھڑکی کے راستے راہِ فرار اختیار کی۔ حاجی شریف کی اس چند روزہ حکومت کے سبب یہ مثل مشہور ہوگئی کہ "حاجی شریف نہ ریح نہ خریف" دھرم جس کے نائب شریف بیگ نے نہایت انصاف اور رواداری کے ساتھ حکومت کی۔ جب دھرم جس خود عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لینے کی غرض سے آیا تو اس نے شریف بیگ کو حکم بھیجا کہ وہ دریائے چناب پر آکے ملے، لیکن شریف بیگ نے انکار کیا اور قلعہ بند ہوکر بیٹھ گیا۔ دھرم جس شہر میں آکر دیوان ملسارام کے مکان میں مقیم ہوا اور چھت پر ٹہل رہا تھا کہ قلعہ سے کسی گولہ انداز نے ایسا تاک کر گولہ لگایا کہ وہ وہیں ڈھیر ہوگیا۔ اب شریف بیگ نے کھلم کھلا اپنی بادشاہی کا

Marfat.com

[illegible] کابل کے غیظ و غضب سے بچنے کی خاطر اس نے بھنگی سکھوں کی مدد حاصل کی۔ کابل سے ایک جرنیل بہادر خان نامی شریف بیگ کی سرکوبی کے لیے بھیجا گیا۔ اس نے شہر کی فصیلوں کے نیچے سرنگ لگا کر دیواروں کو اڑا دیا اور شہر پر قبضہ کر لیا، لیکن قلعہ فتح نہ کر سکا۔ سکھوں کی امداد پہنچ جانے پر اُسے پسپا ہونا پڑا۔ شریف بیگ نے یہ دانائی کی کہ سکھوں کو قلعہ میں داخل نہ ہونے دیا۔ ایک روز شریف بیگ عیدگاہ میں بیٹھا تھا کہ اس کے ایک سردار نے سکھوں کو قلعہ میں داخل ہونے کا موقع دے دیا۔ اب سکھ قلعہ پر قابض ہو گئے اور شریف بیگ تلمبہ کو بھاگ گیا جہاں اس نے ایک قلعہ تعمیر کیا اور زندگی کے باقی ایام وہیں گذارے۔

۱۷۷۱ء سے ۱۷۷۹ء تک بھنگی سکھوں کے ظلم و تشدد کا دور دورہ رہا۔ ان سکھوں کے سردار جھنڈا سنگھ اور گنڈا سنگھ تھے، جرنیل کا نام لہنا سنگھ تھا اور قلعہ دار سردار دیوان سنگھ چھوہ والیہ تھا۔ انھوں نے کامل تین تک شجاع آباد کا محاصرہ جاری رکھا لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ آخر شجاع خان افواجِ بہاولپور کی امداد سے سکھوں پر حملہ آور ہوا اور اُس نے شہر ملتان فتح کر لیا لیکن قلعہ پر قابو نہ پانے کی وجہ سے اُسے پسپا ہونا پڑا۔ اسی طرح دربار کابل کی جانب سے سردار علی محمد خان درانی بھی سکھوں کو ملتان سے نکال لینے کی غرض سے حملہ آور ہوا لیکن فتح نہ کر سکا۔ ماہ جون ۱۷۷۳ء میں احمد شاہ درانی کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا تیمور جو صوبہ ملتان کا نام نہاد ناظم بھی تھا تخت نشین ہوا۔ ۱۷۷۶ء میں نواب شجاع خان بھی واصل بحق ہوئے اور ان کی جگہ نواب مظفر خان نے لی۔

سکھوں نے علاقہ دیپالپور، کہروڑ، فتحپور، والیانِ ریاست بہاولپور کے موجودہ

حکمران خاندان داؤد پوترہ کے ایک معتمد سردار مدد علی خان کو دے دیا تھا لیکن جب سکھوں نے شجاع آباد پر حملہ کیا اور نواب مظفر خاں کو بہاول پور تک پسپا ہونا پڑا تو اس خاندان نے نواب مذکور کی امداد کی اور ایک فوج ساتھ دے کر سکھوں کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ ۲۲ روز تک محاصرہ نہایت سختی کے ساتھ جاری رہا، آخر گردیزی محلہ کے عقب کے دروازے سے انہیں اندر داخل ہونے کا موقع مل گیا۔ اندر داخل ہوتے ہی انھوں نے لوٹ مار شروع کر دی۔ قلعہ دار صاحب قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئے اور لاہور سے مزید کمک منگوانے کے لئے ہرکارے دوڑنے شروع ہو گئے۔ آخر گنڈا سنگھ اپنی فوج لے کر پہنچا لیکن اس وقت بہاولپور کی فوج واپس ہو چکی تھی۔ اس لئے مظفر خان کو شجاع آباد تک واپس پہنچنے میں کوئی خاص دقت پیش نہ آئی۔ مظفر خاں نے شجاع آباد پہنچ کر دربارِ کابل سے سلسلہ نامہ و پیام شروع کر دیا اور تیمور شاہ درانی نے ایک لشکر جرنیل بھیرو خان کے ماتحت سکھوں کو ملتان سے نکال دینے کی غرض سے روانہ کیا۔ ۱۷۷۸ء میں قلعہ ملتان فتح ہونے کے قریب ہی تھا کہ یکایک اُسے واپس بُلا لیا گیا۔ ایک اور فوج سردار علی محمد خان کے ماتحت پہنچی اور وہ بھی بعینہٖ انہی حالات میں واپس ہُوا اور قلعہ فتح نہ ہوا۔ ۱۷۷۹ء میں تیمور شاہ خود بہت بڑی فوج کے ساتھ پشاور سے ڈیرہ غازی خان آیا اور سکھوں کے ساتھ شجاع آباد کے نواح میں بڑا زبردست معرکہ ہُوا۔ کابلی فوج زنگی خاں کمال زئی کے ماتحت تھی اور اس کی مجموعی تعداد کوئی اٹھارہ ہزار نفوس پر مشتمل تھی۔ اتفاق سے عین اُسی وقت تند و تیز آندھی آئی۔ افغانی فوج کے ہاتھ سکھوں کا ایک بڑا نقارہ آگیا جو انھوں نے بجانا شروع کیا۔ سکھ فوج کے کل آدمی اپنے نقارے کی چوٹ سُن کر جوق در جوق آنے لگے

Marfat.com

اور افغان فوج کے گھیرے میں آ کر سب کے سب موت کے گھاٹ اُترتے گئے۔ زنگی خاں نے ان کے سروں کو کجاوے میں بھر کر ڈیرہ غازی خان بھجوایا۔ ہزیمت خوردہ سکھ فوج کا تعاقب تیمور شاہ نے خود ملتان تک کیا اور عیدگاہ کے قریب ڈیرے ڈال کر قلعہ کا محاصرہ شروع کیا۔ عبدالکریم خان بابر کی کوشش سے آخر یہ فیصلہ ہُوا کہ سکھ قلعہ خالی کر دیں اور عزت و آبرو کے ساتھ ان کو یہاں سے چلے جانے کی اجازت دے دی جائے۔ تیمور شاہ نے قلعہ پر قبضہ کرنے کے بعد نواب مظفر خان کو ملتان کا صوبیدار مقرر کیا اور خود کابل کی راہ لی۔

○

(۹)

دورِ مظفر خانی

۱۷۷۹ء سے ۱۸۱۸ء تک نواب مظفر خان سدوزئی ملتان میں حکمران رہا۔ دربارِ کابل سے اس کے تعلقات مختلف اوقات میں مختلف رہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ۱۷۹۲ء میں تیمور شاہ نے نواب مذکور کو گرفتار کرنے کی غرض سے کابل بُلایا، لیکن تیمور شاہ کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا زمان شاہ تخت نشین ہوا۔ زمان شاہ نے نواب مظفر خان کو نوابیٔ ملتان کے منصب پر مستقل کر دیا اور اس بادشاہ کے وقت کا سکہ بھی ملتان کی ٹکسال میں تیار ہوا۔ اِن سکوں پر ۱۷۹۹ء اور ۱۸۰۰ء کی تاریخیں ثبت ہیں۔ زمان شاہ نے نواب مظفر خان کو دوبارہ کابل میں طلب کیا اور نواب مظفر خان اس فرمان کی تعمیل

Marfat.com

میں ٹانک تک پہنچا ہی تھا کہ وہاں خبر آئی کہ زمان شاہ کو اندھا کر کے اسے معزول کر دیا گیا ہے۔ محمود شاہ نے کابل میں اور شاہ شجاع نے پشاور میں اپنی اپنی خود مختاری کا اعلان کیا۔ اوّل اوّل محمود شاہ کی طاقت زوروں پر رہی چنانچہ اس نے مظفر خان کو عہدۂ نوابی پر بدستورِ سابق مستقل کر دیا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد اپنے وزیر فتح خان کے کہنے سننے پر نواب مظفر خان کی جگہ نواب عبدالصمد بادوزئی کو مقرر کیا۔ مظفر خان نے عبدالصمد کو نواب تسلیم کرنے سے انکار کیا اور اس کو مظفر گڑھ کے نواح میں موضع دین پور کے قریب شکست دی۔ ۱۸۰۳ء میں شاہ شجاع نے مشرقی افغانستان میں زور پکڑا اور اس نے مظفر خان کے خلاف ایک فوج اپنے وزیر کے لڑکے عطا محمد خان کے زیرِ کمان بھیجی، لیکن معاملات رو براہ ہو گئے اور شاہ شجاع نے نواب مظفر خان کو اپنے بیٹے سرفراز خان کے ساتھ ملتان کا حاکم مقرر کر دیا۔ ۱۸۰۷ء میں نواب مظفر خان حج بیت اللہ کو چلا گیا۔ شاہ شجاع کا اقتدار اس علاقہ میں ۱۸۰۹ء تک قائم رہا اور اس کے عہد کی اشرفیاں ملتان کی ٹکسال میں اسی سال مضروب ہوئیں۔ جب شجاع الملک نے ۱۸۰۹ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ سے عہد و پیمان کیا تو یہ بات قرار پائی تھی کہ علاقہ ملتان نواب مظفر خان کے پاس رہے اور سرائے سدھو، سردار پور اور تلمبہ کے پرگنے بطور صرفِ خاص شاہ شجاع کی جاگیر قرار پائیں گے۔ شاہ شجاع اپنی اس جاگیر کے معائنہ کے لیے آیا اور آمدنی ناکافی پا کر وہ مزید گفت و شنید کے لیے لاہور گیا۔ ملتان کے دورانِ قیام میں نواب مظفر خان نے بادشاہ کی شان کے مطابق خاطر و مدارات کرنے میں غفلت کی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ محمود شاہ اور شاہ شجاع صرف نام ہی کے بادشاہ تھے اور اصلی اقتدار مظفر خان ہی کا تھا۔

Marfat.com

بہاولپور کے خاندان داؤد پوترہ سے اوّل اوّل نواب مظفر خان کے تعلقات کشیدہ رہے بلکہ ۱۷۸۰ء میں نواب مظفر خاں نے بلا وجہ ایک حملہ بھی کیا جس میں اس کی فوج کا نامی گرامی افسر عبدالکریم خان بابر مارا گیا، البتہ زمان شاہ کے عہد میں جب ایک فوج نواب مظفر خان کے اخراج کے لئے کابل سے بھیجی گئی تو بہاول خاں اوّل نے نواب مظفر خان کی بہت امداد کی اور اس کے عوض میں نواب مظفر خاں نے بھی نواب بہاول خاں کو ڈیرہ غازی خان اور مظفر گڈھ کے معرکوں میں امداد پہنچائی۔

۱۸۰۸ء میں جب نواب مظفر خان حج کو گیا تو اس کے بیٹے سرفراز خان نے علاقہ جات آدم واہن، خانپور، شیر گڈھ اور کھائی کی مستاجری کی تجدید کر دی۔ ۱۸۱۰ء میں چند اشخاص نے محمود خان ثانی داؤد پوترہ کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا اور اس میں سرفراز خان نے باغیوں کی مدد کی۔ اس وقت سے تعلقات بے حد کشیدہ ہو گئے اور اور دربار بہاولپور نے زرِ مستاجری کا ادا کرنا روک دیا۔ ۱۸۱۱ء میں نواب مظفر خاں نے بہاولپور کے بعض باغیوں کو شجاع آباد میں پناہ دی جو موقع پا کر وقتاً فوقتاً علاقہ بہاول پور پر حملہ کیا کرتے۔ کچھ عرصہ بعد نواب مظفر خان نے خود ایک فوج بہاولپور کی افواج کے خلاف جرنیل محمد یعقوب خان کی سرکردگی میں بھیجی۔ دونوں لشکر شجاع آباد کے جنوب میں پنج ند کے قریب ایک دوسرے کے مقابلہ میں آئے۔ ملتان کی فوج کو شکست ہوئی اور جرنیل محمد یعقوب کے حکم سے ہزیمت خوردہ فوج کی لاشیں شجاع آباد بھجوائی گئیں۔ اس کشمکش کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب سکھوں نے ملتان پر حملہ کیا تو ریاست بہاولپور نے پٹھانوں کی کوئی امداد نہ کی۔

سکھوں سے بھی رابطۂ اتحاد قائم نہ رہ سکا بلکہ بھنگی سکھوں کو ملتان سے نکال لینے

Marfat.com

کے بعد ہاتھی والوں کا مقابلہ کرنا پڑ گیا اور ان کو بھی شکست دی۔ اس کے بعد خان محمد خان بادوزئی کو کمالیہ کی مہم پر بھیجا گیا۔ جب سکھوں کا اثر دور ہو گیا تو وہ علاقہ کمالیہ کے قدیمی خاندان کھرل کے سپرد ہوا۔ ۱۸۰۲ء میں خود مہاراجہ رنجیت سنگھ حدودِ ملتان میں داخل ہوا لیکن اس سے یہ پیمان ہوا کہ نذرانہ کے طور پر رقمِ کثیر دی جائے گی، اور وہ رخصت ہو گیا۔ ۱۸۰۶ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ نے دوبارہ حملہ کیا اور موضع خان بہادر گڑھ تحصیل کبیر والا تک بڑھ آیا، لیکن اسے یہاں پہنچ کر خبر ملی کہ مرہٹہ لشکر مہاراجہ ہلکر کی سرکردگی میں پنجاب کی مشرقی حدود کے قریب آ پہنچا ہے چنانچہ وہ ستر ہزار روپیہ بطورِ نذرانہ لے کر واپس ہو گیا۔ بعد میں عبدالصمد خان بادوزئی کی انگیخت پر مہاراجہ رنجیت سنگھ تیسری بار پھر خان بہادر گڑھ تک بڑھ آیا اور نواب مظفر خان پر یہ الزام لگایا کہ اس نے مہاراجہ کے دشمن احمد خان سیال ساکن جھنگ کو پناہ دی ہے۔ خدا یار خاں مقامی جاگیردار نے عارضی صلح کرا دی لیکن مہاراجہ نے گردونواح کے ساہوکاروں کو لوٹنے کی غرض سے عہد و پیمان کا پاس نہ کیا۔ خدایار خان کو گرفتار کرنے کی کوشش کی لیکن اس نے بہادری سے رنجیت سنگھ کے ہاتھی پر حملہ کیا اور مارا گیا۔ اب فوج نے ملتان کا رخ کیا۔ گیارہ روز کی سخت لڑائی کے بعد پٹھان قلعہ بند ہو گئے اور گیارہ روز کے محاصرے کے بعد پھر ستر ہزار روپیہ بطورِ نذرانہ پیش کیا گیا اور اس قضیہ کا فیصلہ ہوا۔ اس رقم کا نصف حصہ اہلِ شہر سے وصول کیا گیا تھا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے خاندان داؤد پوترہ سے بھی معقول رقم وصول کی۔

۱۸۱۰ء میں رنجیت سنگھ نے چوتھی بار حملہ کیا اور وجہ مخاصمت یہ بنائی کہ نواب مظفر خان نے موعودہ رقمِ خراج ادا نہیں کی۔ ۲۴ فروری ۱۸۱۰ء کو سکھ افواج ملتان

Marfat.com

پہنچیں اور اگلے ہی روز شہر پر قبضہ ہوگیا۔ اب قلعہ کا محاصرہ شروع ہوا، لڑائی زور شور سے شروع ہوئی، لیکن پٹھانوں نے بڑی ہمت سے مقابلہ کیا۔ سکھوں نے بھی بڑی محنت اور جانفشانی سے حملہ پر حملہ کیا لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ توپ خانہ کی گولہ باری متواتر کئی روز تک جاری رہی لیکن بے سود، قلعہ کے مقابلہ میں توپیں قطار در قطار نصب کی گئیں اور مسلسل آتشباری کی گئی لیکن دیواروں پر کچھ اثر نہ ہوا۔ محاصرین نے سرنگیں بھی لگائیں لیکن محصورین نے ان کو اڑا دیا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اپنے سرداروں کو بڑے بڑے وعدے دے کر حوصلہ افزائی کی۔ خود مورچوں، خندقوں، توپ خانوں اور دیگر انتظامات کا معائنہ کرتا اور موقع پر حملہ کے متعلق ہدایات دیتا پھرتا تھا۔ باربرداری کا انتظام دریا اور خشکی کے راستوں سے وسیع پیمانے پر کیا گیا اور صوبہ بھر کے تمام وسائل اس قلعہ کی فتح کے لیے مہیا کیے گئے۔ پنجاب کی مشہور و معروف توپ "زمزمہ" لاہور سے منگوائی گئی جو ایک من وزنی گولہ پھینکتی تھی لیکن اس کو استعمال کرنے کے ضروری آلات مہیا نہ ہو سکے اور سکھ فوج میں اس توپ کا چلانے والا بھی کوئی موجود نہ تھا اس لیے وہ کچھ مفید ثابت نہ ہو سکی۔ سکھ توپ خانے کی لگاتار آتشباری کا تھوڑا بہت اثر یہ ہوا کہ محصورین اور بھی زیادہ چوکنے ہو گئے اور انھوں نے سرنگ لگا کر سردار عطر سنگھ دھاری کی توپوں کو اڑا دیا اور سردار مذکور اپنے بارہ ہمراہیوں کے ساتھ مارا گیا۔ بہت آدمی سخت زخمی ہوئے جن میں سردار نہال سنگھ اٹاریوالہ اور سردار ہری سنگھ نلوہ قابلِ ذکر ہیں۔ اِس واقعہ سے محاصرین ایسے خوف زدہ ہوئے کہ گھبراہٹ میں راہِ فرار اختیار کی اور اپنے مُردوں کو بھی نہ سنبھال سکے۔ بہادر پٹھانوں نے لاشیں اٹھوا کر محاصرین کے کیمپ میں بھجوا دیں اور سردار عطر سنگھ کی لاش کو دوشالہ میں لپیٹ کر

Marfat.com

بھیجا، یہ محاصرہ دو ماہ تک جاری رہا سکھ فوج کا بہت سا نقصانِ جان ہوا اور کئی جرنیل مارے گئے اور کئی ہمیشہ کے لئے ناکارہ ہو گئے۔ قلعہ ملتان کے علاوہ کسی اور جگہ بھی سکھوں کو کامیابی نہ ہوئی۔ دیوان محکم چند کو شجاع آباد کا قلعہ فتح کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا لیکن اس سے وُہ بھی سر نہ ہو سکا۔ اگرچہ سکھوں نے یہاں بھی بڑی بہادری سے حملہ کیا لیکن اُن کو بے اندازہ نقصانِ جان کے ساتھ پسپا ہونا پڑا۔ دوبارہ حملہ کیا گیا لیکن بے سود۔ دیوان مذکور سخت بیمار ہو گیا۔ سینکڑوں آدمی زخمی ہوئے اور کئی مارے گئے لیکن نتیجہ خاطر خواہ نہ نکلا۔

محاصرہ نے طول پکڑا، رسد ختم ہونی شروع ہوئی، مہاراجہ کی سب کوششیں بیکار ثابت ہوئیں اب مجبور ہو کر انہی شرائط پر واپس جانا پڑا جو لڑائی شروع ہونے سے پہلے کی گئی تھیں۔ فیصلہ یہ قرار پایا کہ مہاراجہ ڈھائی لاکھ روپیہ سالانہ بطورِ خراج اور بیس اسپ خاصہ قبول کرے اور جنگ کے وقت مہاراجہ کے لئے کمکی فوج کے مہیا کرنے کا وعدہ کیا گیا۔ مبلغ تیس ہزار روپیہ بمد پیشگی ادا کیا گیا اور بقایا کے لئے سردار ابوبکر خان کو جو نواب مظفر خاں کا قریبی رشتہ دار تھا بطور یرغمال مہاراجہ کے ہمراہ بھیجا گیا۔ گو مہاراجہ کی اشک شوئی کافی طور پر ہو گئی لیکن وہ اپنی ناکامی پر دل ہی دل میں کُڑھتا تھا اور اس ہزیمت کی کل ذمہ داری اپنے سرداروں پر ڈالتا تھا۔ الغرض ۲۵ر اپریل کو مہاراجہ صاحب لاہور واپس تشریف لے گئے۔

نواب مظفر خان اور مہاراجہ رنجیت سنگھ ہر دو نے خفیہ خفیہ انگریزوں کی امداد حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن انگریزوں نے انکار کر دیا۔ ۱۸۱۲ء میں پانچویں بار سردار دل سنگھ کی سرکردگی میں پھر سکھ افواج ملتان میں آدھمکیں۔ زرِ موعودہ میں سے

Marfat.com

مبلغ پچاس ہزار روپیہ باقی تھا، چنانچہ نواب نے اپنے جواہرات دہلی میں فروخت کر کے یہ رقم ادا کر دی۔ سردار ابوبکر خاں کو رہا کر دیا گیا اور سکھ فوج واپس ہو گئی۔ ۱۸۱۳ء میں افاغنۂ کابل نے ترموگھاٹ پر سے ملتان پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ نواب مظفر خاں نے لاہور سے امداد طلب کی چنانچہ شہزادہ کھڑک سنگھ کی کمان میں ایک زبردست لشکر سرائے سدھو کے قریب آگیا اور یہ خطرہ رفع ہو گیا۔ ۱۸۱۶ء میں رنجیت سنگھ نے چھٹی بار چڑھائی کی اور تلمبہ کی طرف بڑھ کر احمد آباد کا محاصرہ کیا اور خود سلارواہن میں خیمہ زن ہوا۔ ہراول فوج کا ایک دستہ ملتان کی طرف روانہ ہوا۔ سردار پھولا سنگھ نے جو اس فوج کا کمانڈر تھا چند چیدہ اور جنگ آزمودہ سپاہیوں کو ہمراہ لیا اور بھنگ کے نشہ میں شہر ملتان پر اچانک حملہ آور ہو گیا۔ قلعہ کا کچھ حصہ اس کے قبضہ میں بھی آگیا، زرِ خراج طلب کیا گیا، نواب مظفر خان نے اسّی ہزار روپیہ فوراً ادا کر دیا اور یہ وعدہ کیا کہ بقایا چالیس ہزار چند روز تک پہنچا دیا جائیگا۔ چنانچہ مہاراجہ رنجیت سنگھ یہ رقم وصول کر کے منکیرہ کی طرف چلا گیا۔ ۱۸۱۷ء میں مہاراجہ کی جانب سے بھوانی داس نامی جرنیل کی سرکردگی میں پھر فوج کشی ہوئی لیکن اس دفعہ ناکامی ہوئی اور سکھ فوج کو پسپا ہونا پڑا۔ مہاراجہ نے ناراض ہو کر بھوانی داس پر دس ہزار روپیہ جرمانہ کیا۔

اب آٹھویں اور آخری حملہ کی باری ۱۸۱۸ء میں آئی یہ معرکہ زندگی اور موت کا سوال تھا۔ مصر دیوان چند کے ماتحت پچیس ہزار سپاہیوں کی ایک جرار فوج جو ہر قسم کے سامانِ حرب سے مسلح تھی نواب کے علاقہ زیرِ چناب پر حملہ آور ہوئی خانگڑھ اور مظفر گڑھ فتح کرنے کے بعد ماہ فروری کے آغاز میں ملتان کے محاذ پر پہنچ گئی۔

Marfat.com

نواب مظفر خاں نے علم جہاد بلند کیا، مذہب کا واسطہ دے کر مسلمانوں کو ابھارا اور اپنی ہمسایہ طاقتوں سے بھی امداد طلب کی۔ سکھوں نے بھی اپنی طرف سے ہر ممکن کوشش کی کہ نواب کو کوئی امداد باہر سے نہ مل سکے۔ ہنگامہ کارزار گرم ہوا، شہر فتح ہو گیا اور قلعہ پر گولہ باری شروع ہوئی۔

بچارے نواب مظفر خاں کے پاس اس وقت بمشکل تمام کل دو ہزار جوان تھے اور قلعہ میں سامان رسد بھی کافی نہ تھا لیکن اس جوانمرد نے اتنی بہادری سے مقابلہ کیا کہ سکھ عش عش کرتے تھے۔ ۲ جون تک یعنی کامل ۵ ماہ تک گولہ باری جاری رہی، اس مرتبہ زمزمہ توپ بھی چلائی گئی جس سے قلعہ کی دیواروں میں دو بڑے شگاف بھی پڑ گئے لیکن آفرین ہے محصورین کی ہمت اور استقلال پر کہ انھوں نے فوراً ہی ان مقامات پر مٹی کے تودے کھڑے کر دیئے۔ سکھوں نے حملہ پر حملہ کیا، ہر دفعہ بہت نقصان جان کے ساتھ پسپا ہوئے، ایک حملہ میں تو ان کے ۱۸۰۰ آدمی بیک وقت قتل ہوئے۔ بعض سنگین دروازے بھی اڑا دیئے گئے لیکن محصورین نے ان کے پیچھے مٹی کے پشتے کھڑے کر دیئے۔ وہاں سے دست بدست لڑائی کرتے اور دشمن کو پسپا ہوئے بغیر بن نہ آتی۔ آخر کار اس جاں نثار فوج کے صرف دو تین سو آدمی رہ گئے۔ جن میں زیادہ تعداد خود مظفر خان کے اپنے قبیلے کے آدمیوں کی تھی، باقی یا تو مارے گئے یا رشوت کے لالچ میں آکر اپنے بہادر سردار کا ساتھ چھوڑ گئے۔ سکھوں نے محصورین کی فوج کے چیدہ سرداروں کو بڑی بڑی رقمیں بطور رشوت دیں اور یہ امر قابل افسوس ہے کہ بعض لوگ اس لالچ کا شکار ہو گئے۔ آخر ۲ جون ۱۸۱۸ء کو ایک بہادر اکالی سردار سادھو سنگھ نے وہ کام کر دکھایا جو پھولا سنگھ بھی نہ کر سکا تھا۔ وہ چند بہادر سپاہی ہمراہ لے کر کسی غیر معلوم شگاف

کے راستے سے اچانک قلعہ میں گھس آیا اور آن کی آن میں قلعہ پہ قابض ہو گیا۔ سکھوں نے اس کامیابی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فوراً حملہ کیا اور خضری دروازے کے پیچھے ٹیلے پر چڑھ آئے۔ یہاں ملتان کا مردِ غازی نواب مظفر خان انسی سال کی عمر میں شمشیر بکف اپنے آٹھوں بیٹوں سمیت تخت یا تختے کا منتظر کھڑا تھا چند جاں نثار سپاہی بھی ہمراہ تھے۔ سکھوں کو آتے ہی بہادر نواب نے اُن کو اپنی تلوار پہ لیا اور ایسے زور کا رن پڑا کہ سیکڑوں سکھ چشم زدن میں موت کے گھاٹ اتر گئے۔ حملہ آور فوج گھبرا کر پیچھے ہٹی اور دست بدست لڑائی کی تاب نہ لا کر بندوقیں چلانے پر اُتر آئی۔ افغانوں نے باوازِ بلند نعرہ مار کر کہا کہ آؤ مردوں کی طرح لڑو اور دادِ شجاعت دو، لیکن اس مباہلہ کو منظور کرنے کی تاب کس کو تھی۔ سفید ریش نواب مظفر خان اپنے پانچ بیٹوں سمیت میدانِ کارزار میں شہید ہوا۔ نواب کے دوسرے بیٹے ذوالفقار خان کو بھی چہرے پر زخم کاری آیا۔ باقی دو بیٹوں یعنی سرفراز خان اور امیر بیگ خان نے ہتھیار ڈال دیئے اور ان کو امان ملی۔ سرفراز خان کو دیوان رام دیال اپنے ہاتھی پہ بکمال عزت و آبرو سوار کر کے اپنے خیمے میں لے گیا۔ باقی جو آدمی بچے انھوں نے راہِ فرار اختیار کی اور شہر میں لوٹ مار کا بازار گرم ہوا۔ سید محمد لطیف مرحوم تاریخ پنجاب میں اس قیامت خیز واقعہ کا حال یوں بیان کرتے ہیں۔

"شہر اور قلعہ میں عام لوٹ مار شروع ہو گئی۔ سکھوں نے جو مظالم توڑے وہ ناقابلِ بیان ہیں۔ قلعہ میں تقریباً چار پانچ سو مکانات تھے جنھیں ہموار کر دیا گیا اور لوگوں کے پاس جو کچھ تھا چھین لیا گیا۔ نواب کے جواہرات، زیورات، بیش قیمت شالیں اور دیگر قیمتی تحائف بحقِ سرکار ضبط ہوئے اور دیوان رام دیال نے ان سب چیزوں کو مہاراجہ

Marfat.com

کے ملاحظہ کے لیئے بڑی احتیاط سے محفوظ کرایا۔ اسلحہ لوٹ لیے گئے۔ شہر میں مکانات کو آگ لگا دی گئی اور باشندگان کے پاس کوئی قابلِ ذکر چیز باقی نہ رہی۔ اکثر لوگوں کے تو کپڑے تک اُتروا لیے گئے۔ عورتوں کی عصمت دری ہوئی اور بہت سی عورتیں اپنی عصمت بچانے کے لیے کنوؤں میں ڈوب ڈوب مریں یا خودکشی کر گئیں۔ شہر کے قتلِ عام میں سینکڑوں آدمی مارے گئے اور اس آبادی میں شاید ہی کوئی متنفس ایسا ہو جو تکلیف اور نقصان سے محفوظ رہا ہو۔ جب یہ سب کچھ ہو لیا تو شہزادہ کھڑک سنگھ فاتحانہ انداز سے شہر میں داخل ہوا اور نواب کے مال و متاع اور خزانوں پر قابض ہو گیا۔ اس کے بعد شجاع آباد کے قلعہ پر قبضہ ہوا جہاں بیشمار دولت، چاندی سونے کے برتن اور دیگر قیمتی اشیا فاتحین کے ہاتھ لگیں۔ اس مالِ غنیمت کا اندازہ چار لاکھ روپے کے قریب کیا جاتا ہے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے پاس سب سے پہلا شخص جو مژدۂ فتح لے کر پہنچا وہ سردار فتح سنگھ اہلووالیہ کا چوبدار تھا۔ مہاراجہ نے اُسے طلائی کڑوں کی جوڑی اور کلابتون کی خلعتِ فاخرہ عطا فرمائی اور جب سرکاری طور پر اس خبر کی تصدیق ہو گئی تو لاہور میں ایک عام جشن منایا گیا جو آٹھ روز تک جاری رہا۔ مہاراجہ ایک ہاتھی پر سوار ہو کر شہر میں سے گذرا اور راستے میں چاندی نثار کرتا گیا۔"

اس طرح ملتان میں پٹھانوں کی حکومت کا خاتمہ ہوا، کل من علیہا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام۔

حضرت غوث بہاؤ الحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ مبارک کے دروازے کے سامنے نواب مظفر خان مرحوم کا مزار موجود ہے جس پر یہ قطعہ تاریخ کندہ ہے۔

Marfat.com

شجاع وابن الشجاع دعاجی امیرِ ملتان نے مظفر
بروزِ میداں بہ تیغ و بازو چہ حملہ آورد چوں غضنفر
چو سرخ رو شد بسوئے جنت بگفت رضواں بیا مظفر
۱۲۳۴ھ

نواب زادہ سرفراز خاں مرحوم کا ایک عبرت ناک شعر اس واقعہ جانگداز کی مکمل شرح ہے۔

"مظفر بر بساطِ مرگ بنشست
مسلمانی ز ملتاں رخت بربست"

(۱۰)

سکھوں کا دورِ حکومت

۱۸۱۸ء اور ۱۸۲۱ء کی درمیانی مدت میں ملتان کے حاکموں میں اکثر تغیر و تبدل ہوتا رہا۔ پہلے پہل تو سکھ دیال کھتری ملتان کا صوبہ دار مقرر ہوا۔ اس نے لوگوں کو تقاوی کی امداد دے کر از سرِ نو زراعت وغیرہ کے کاموں میں مشغول کرنے کی کوشش کی، لیکن ستمبر ۱۸۱۹ء میں اُسے اس جرم میں قید کر دیا گیا کہ اُس نے زرِ خراج کی پوری رقم شاہی خزانہ میں داخل نہیں کی تھی۔ اب اس کی جگہ شام سنگھ پشاوری مقرر ہوا جس

Marfat.com

نے ملتان کی جاگیر ساڑھے چھ لاکھ روپے کے عوض مستاجری لے لی۔ اس نے اپنے کو توال نذر علی کی مدد سے سختی کے ساتھ حکومت کرنا شروع کی۔ تھوڑے عرصہ بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ خود براستہ چنیوٹ ملتان پہنچا اور یہاں تین ماہ تک مقیم رہا اور کوئی معمولی سا عذر دے کر اس نے شام سنگھ کو بھی قید کر دیا اور اس کی جگہ بدن ہزاری نامی کسی کمینے کو صوبہ دار مقرر کیا۔ حساب کتاب رکھنے کے لئے دیوان ساون مل جو اکال گڑھ کا کھتری تھا ڈھائی سو روپیہ ماہوار پر محاسبِ اعلیٰ مقرر ہوا۔ ان دونوں کا آپس میں جھگڑا ہو گیا اور دیوان ساون مل شجاع آباد کا حاکم ہو گیا۔ سرائے سدھو اور تلمبہ کے پرگنے کا انتظام جو سردار خوشحال سنگھ کی جاگیر میں تفویض ہوئے تھے پریم رام آغا پوری کے سپرد ہوا اور سردارپور کا علاقہ عنایت خان سیال کو بطور جاگیر ملا۔ ۱۸۲۰ء میں بدن ہزاری زرِ خراج کی رقم ادا نہ کر سکا اور اس لئے قید ہو کر موقوف ہوا۔ ۱۸۴۷ء میں میجر ایڈورڈز اسی شخص کی بابت لکھتا ہے کہ وہ زندہ اور تندرست ہے اور قلعہ لکھی مروت میں داروغہ میگزین کی خدمت پر ایک روپیہ روزانہ تنخواہ پا رہا ہے۔ میجر صاحب لکھتے ہیں کہ "اس سے زیادہ بے حقیقت اور کمینہ شخص میں نے کبھی نہیں دیکھا اور معلوم ہوتا ہے کہ اسے ملتان کی صوبیداری محض مذاق کے طور پر عطا ہوئی ہوگی کیونکہ نہ تو اس میں کوئی سیاست ہے نہ دبدبہ نہ تعلیم نہ شجاعت"۔ بدن ہزاری کے بعد ملیٹھا مل شکارپوریہ صوبیدار ہوا اور جمعدار باج سنگھ کو اس کے ہمراہ قلعہ دار مقرر کیا گیا۔ پھر یہ حکومت سیوا مل کے سپرد ہوئی اور آخرکار ۱۸۲۱ء میں علاقہ ملتان کی حکومت کا ٹھیکہ دیوان ساون مل کو دے دیا گیا۔ ان تبدیلیوں کی وجہ سے تمام علاقہ میں عام بدنظمی تھی اور جاگیردار بھی نافرمان ہو گئے تھے۔

دیوان ساون مل کے مقرر ہوتے ہی صورتِ حالات بدل گئی۔ دیوان ساون مل

Marfat.com

کے نائب دیارام نے ٹلمبہ کے نزدیک بھولنگڑ پال مشہور لٹیرے پر اچانک حملہ کر کے اُسے قتل کیا، زمینداروں کو مجبور کیا گیا کہ وہ مالگزاری باقاعدگی کے ساتھ وقت پر ادا کیا کریں اب سرکاری رقوم پابندیٔ وقت کے ساتھ خزانہ لاہور میں داخل ہونے لگیں۔ آہستہ آہستہ دیوان ساون مل کے علاقہ میں توسیع ہوتی چلی گئی اور ڈیرہ اسماعیل خاں، ڈیرہ غازی خان، مظفر گڑھ اور جھنگ کے اضلاع بھی اس کی تحویل میں آ گئے۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ ۱۸۳۹ء میں وفات پا گیا۔ دربار لاہور میں علاقہ جموں کے فریق کا زور تھا۔ اس فریق کی مخالفت کے باوجود دیوان ساون مل کو حکومت ملتان کی صوبیداری پر مستقل کر دیا گیا۔ کنور نونہال سنگھ نے دیوان ساون مل کو لاہور طلب کیا۔ دیوان نے بلا عذر تعمیل کی اور اس طریق عمل سے نہ صرف اپنی حکومت کو سلطنت کے حملہ سے محفوظ کیا بلکہ ملتان کی قلعہ داری بھی دیوان کے سپرد ہو گئی۔ اب اس نے قلعہ کے استحکامات پر بے حد توجہ مبذول کی جس سے گمان ہو سکتا ہے کہ اس کے دل میں یہ بات ضرور تھی کہ موقع پانے پر وہ اپنی خود مختاری کا اعلان کرے۔

دیوان ساون مل ستمبر ۱۸۴۴ء میں ایک سپاہی کے ہاتھوں قتل ہوا۔ میجر ایڈورڈز اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں "دیوان ساون مل کا ایک نورِ نظر سپاہی تھا جو اپنی وفاداری اور کارکردگی کی وجہ سے دیوان کو بہت عزیز تھا۔ کئی سال کی وفادارانہ خدمت کے بعد سپاہی نے اپنی تنخواہ اور انعام کا مطالبہ کیا اور وطن جانے کی اجازت مانگی دیوان ٹال مٹول کرتا رہا کیونکہ وہ اُسے رخصت دینا نہیں چاہتا تھا۔ سپاہی برابر منت سماجت کرتا رہا لیکن شنوائی نہ ہوئی۔ ایک روز زیادہ تقاضا کرنے پر دیوان

Marfat.com

ساون مل سخت ناراض ہو گیا اور اس نے دھمکی دی کہ اگر وہ نہ مانا تو اس پر مقدمہ کر کے اُسے قید خانہ میں ڈال دیا جائے گا۔ سپاہی نے پھر تقاضا کیا اور دیوان نے غصے میں آ کر پہرہ داروں کو حکم دیا کہ اس حرام زادے کو پکڑ کر اس کی ڈھال تلوار اُتار لو۔ سپاہی نے بھی تیار ہو کر فوراً آواز دی کہ خبردار جو کوئی نزدیک آیا میں خود ہتھیار حوالے کرتا ہوں یہ کہہ کر اس نے ڈھال تلوار اُتار کر حوالہ کر دی۔ پہرہ داروں نے دریافت کیا کہ اب اس کے متعلق کیا حکم ہے۔ حوالات میں لے جائیں؟ دیوان نے کہا۔ "نہیں، اسے باہر ڈیوڑھی پر کھڑا رہنے دو، میں چلتے وقت اس سے آخری باتیں کروں گا۔" چنانچہ سپاہی کو زیرِ حراست باہر کھڑا کر دیا گیا۔ سپاہی نے ایک بھرا ہوا پستول اپنے اسکارف کے پیچھے چھپا رکھا تھا۔ اس بے عزتی اور بے آبروئی سے برافروختہ ہو کر اب اس نے انتقام لینے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ اسے یہ غصہ تھا کہ سالہا سال کی وفادارانہ خدمت کا اگر یہی صلہ ہے تو ایسی بے عزتی سے موت بدرجہا بہتر ہے چنانچہ وہ موقع کی تلاش میں وہاں منتظر کھڑا رہا۔ دربار برخاست ہوا اور دیوان ساون مل نے ڈیوڑھی سے گذرتے وقت سپاہی کو زہر خندہ پیشانی سے طعنہ زنی شروع کی کہ عدول حکمی کرنے کا مزا مل گیا؟ سپاہی نے موقع پا کر پستول کی لبلبی دبائی اور گولی دیوان کے سینہ میں جا کر بیٹھی۔ سپاہی بیچارے کے تو ٹکڑے اُڑا دیئے گئے لیکن دیوان صاحب بھی دس روز کے صبر آزما درد و کرب کے بعد اِس دُنیائے فانی سے رخصت ہو گئے۔

اِس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دیوان ساون مل کا حال بھی کسی قدر تفصیل کے ساتھ سپردِ قلم کیا جائے۔ یہ شخص قوم کا کھتری چوپڑہ اور اکال گڑھ ضلع گوجرانوالہ کا رہنے والا تھا۔ اس کا باپ ہوشناک رائے نامی رام گڑھ کے حاکم کے پاس بمشاہرہ پندرہ

Marfat.com

روپیہ ماہوار بطور محرر کام کرتا تھا۔ ہوشناک رائے کے تین بیٹے نانک چند، گورکھ رائے اور ساون مل تھے۔ نانک چند تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد دیوان مکھم چند کاردار گجرات کے عملہ محرران میں ملازم ہوگیا اور دو برس تک ایسی محنت اور جانفشانی سے کام کیا کہ دیوان نے خوش ہو کر اس کو سر دفتری کے عہدہ پر ترقی دے دی۔ دیوان ساون مل بھی اپنے بھائی کے ماتحت دفتر میں محرر مقرر ہوگیا۔ ان دونوں بھائیوں کی حسن کارکردگی اور لیاقت دیوان صاحب کے دل پر نقش ہوگئی، چنانچہ نانک چند کو صوبۂ کشمیر کے حساب کتاب کی پڑتال کے لیے سر دفتر مقرر کر کے بترقی منصب وہاں بھیج دیا اور ساون مل کو اپنے بھائی کی جگہ سر دفتر صوبۂ گجرات مقرر کیا۔ ساون مل نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ کام کرتا رہا۔ دو برس کے بعد نانک چند کشمیر سے واپس آیا اور دونوں بھائی بدستور سابق یکجا رہنے لگے۔ ایک روز دونوں بھائیوں میں شکر رنجی سی ہوگئی اور ساون مل مایوس ہو کر گھر سے نکل گیا۔ نانک چند اپنے بھائی کی جدائی کی تاب نہ لا کر اس کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا اور بڑی تکلیف دہ جستجو کے بعد دریائے گنگا کے نواح میں اسے بحالتِ فقیری ڈھونڈ نکالا۔ دونوں بھائیوں میں صلح ہوگئی۔ نانک چند اپنے چھوٹے بھائی کو بڑی خاطر تواضع کے ساتھ لایا اور مہاراجہ کی خدمت میں پیش کیا۔ مہاراجہ نے ساون مل کو دیوان کا خطاب عطا کر کے بدن ہزاری حاکم ملتان کے ہمراہ ملتان بھیجا جہاں تین سال تک وہ بمعیتِ بدن ہزاری صوبہ ملتان کے دفتری کاروبار کو نہایت ہوشیاری اور لیاقت سے سرانجام دیتا رہا۔ بدن ہزاری ایک ناقدر شناس حاکم تھا، اس لیے دیوان ساون مل کے تعلقات اس سے کشیدہ ہوگئے اور اس نے اپنے بھائی نانک چند کی معرفت دربار میں تحریک

Marfat.com

کر کے علاقہ شجاع آباد کی کارداری بدن ہزاری سے علیحدہ کرا کے اپنے نام منتقل کرالی۔ دو برس تک دیوان ساون مل نے اس علاقہ کا انتظام اور بندوبست ایسی خوش اسلوبی سے کیا کہ بدن ہزاری کے وقت سے زرِ مال گذاری میں ڈیوڑھا گنا اضافہ ہوا۔ مہاراجہ نے اس خدمت کے صلہ میں ملتان کی صوبیداری کا ٹھیکہ بھی دیوان ساون مل کے سپرد کر دیا۔ یہ سمت ۱۸۸۴ کا واقعہ ہے اس کے بعد سمت ۱۸۸۸ میں ڈیرہ غازی خان، منکیرہ، لیہ، جھنگ، سیدوالہ، چنیوٹ وغیرہ تا حدِ سکھاں والہ جو لاہور سے دس کوس کے فاصلہ پہ واقع ہے دیوان کے سپرد ہو گیا۔ قرار دادِ شاہی کے موجب دیوان ساون مل دو لاکھ روپیہ ماہوار خزانہ لاہور میں برابر داخل کرتا رہا۔ سمت ۱۸۹۵ میں راجہ گلاب سنگھ اور راجہ دھیان سنگھ نے کچھ علاقہ علیحدہ کر کے سرکار لاہور میں شامل کر دیا لیکن صوبہ ملتان کی اجارہ داری بدستور دیوان ساون مل کے قبضہ میں رہی۔ زرِ اجارہ تین لاکھ ماہوار کر دیا گیا جو برابر ادا ہوتا رہا اور قلعہ ملتان کی کمان بھی دیوان ساون مل کو عطا ہو گئی۔

دیوان ساون مل پانچ گھڑی دن چڑھے کچہری میں آکر اجلاس کرتا تھا اور اکثر مقدمات خود فیصلہ کیا کرتا تھا۔ دوپہر کو چند گھنٹے آرام کرنے کے بعد محرّرانِ مال معہ کاغذات مال پیش ہوتے۔ ہر تعلقہ کے کاغذات کی پڑتال وہ خود کرتا تھا۔ شام کے وقت کچہری کا خاص اجلاس ہوا کرتا تھا جس میں خاص خاص امورِ ملکی پر بحث ہوتی تھی اور احکام صادر ہوتے تھے۔ دیوان ساون مل نے کارداران کی رہنمائی کے لئے ایک دستور العمل مرتب کیا تھا جس کا ماحصل ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

۱۔ تعلقہ میں پہنچ کر رعایا کی دادخواہی اور خوشنودی کو مقدم رکھا جائے۔ تدارک آبادی

Marfat.com

میں انہماک رہے۔ زرِ مالگذاری ہوشیاری اور تدبیر سے وصول کیا جائے اور قرارداد گذشتہ سے زیادہ کوئی رقم وصول نہ کی جائے۔

۲۔ تعلقہ کی حفاظت، چوری اور بدکاری کا قرار واقعی انسداد کیا جائے۔ اگر کوئی چور چوری کرے تو پہلے مستغیث کی حق رسی کرائی جائے اور بعد میں مجرم کو سزا دی جائے۔ ہر دو ماہ کے بعد مجرمان کی فہرست معہ تفصیل و کیفیتِ جرم صدر میں بھیجی جایا کرے۔

۳۔ مالگذاری حسب قراردادِ شاہی ہر دو فصل میں بموجب اقساط مقرر شدہ وصول کی جایا کرے۔

۴۔ تمام اجناس کا نرخنامہ بدستخط معززینِ دیہہ و زمینداران علاقہ باقاعدگی کے ساتھ بھیجا جایا کرے۔

۵۔ پرچہ بیباقی حساب کی تکمیل ماہ بھادوں میں دفتر صدر میں حاضر ہو کر کرنا چاہیئے

۶۔ مقدمات متعلقہ سرحد بذریعہ خط و کتابت طے پایا کریں اور وکیل متعینہ بہاولپور کے ذریعہ کل معاملاتِ ملکی کا فیصلہ کرایا جائے۔ سرحدات کے کارداروں سے بحسنِ سلوک پیش آنا ضروری قرار دیا گیا۔

۷۔ نالوں کی کھدائی وقت پر ہوا کرے تاکہ وقت پر پانی ضائع نہ ہو۔

۸۔ بٹائی کے وقت تین شخصوں کے کاغذات میں مطابقت ہونی چاہیئے یعنی محرر دبیر اور پنچ۔

۹۔ سپاہیوں کی تنخواہ بموجب آئین مقررہ تعلقہ دار بعد منہائی مواجب خود ادا کرے

۱۰۔ اس دستور العمل کے مطابق بلا تفاوت عمل ہونا چاہیئے۔ طمع ہرگز نہ کرو اور نہ کسی

Marfat.com

تحریر کو کرنے دو۔

دیوان ساون مل بڑا منتظم اور دانا تھا۔ اس نے آبادی کو بہت ترقی دی۔ اس کا انصاف مشہور ہے۔ اس کے زمانے میں چوری اور رہزنی کی وارداتیں نمایاں کمی ہو گئی تھی۔ رہزنوں اور چوروں کو سخت سزائیں دی جاتی تھیں اور ان کا مال و متاع ضبط کر لیا جاتا تھا۔ مثل مشہور ہے کہ اگر کوئی رہزن یا چور کسی مسافر کو لوٹنے پر مستعد ہوتا تو مظلوم دیوان ساون مل کی دُہائی دیتا پھر اور رہزن ڈر کے مارے فوراً بھاگ جاتا۔ ایک دفعہ دیوان کے اپنے بیٹے نے کسی کھیت میں سے ایک گنا توڑ لیا۔ نالش ہونے پر دیوان نے اپنے بیٹے کے دونوں کندھوں پر بھاری بوجھ رکھ کر چار گھنٹے تک کھڑا رکھا۔ زنا کاری بالکل بند تھی۔ عام اجازت تھی کہ اگر خاوند اپنی بیوی کو کسی آشنا کے ساتھ دیکھے تو دونوں کو قتل کر دے۔ بدکاری کو روکنے کے لئے تمام جوان لڑکیوں کی شادی کرا دی اور حکم دیا کہ آئندہ لڑکیوں کی شادی بالغ ہونے سے پہلے کر دی جایا کرے۔

دیوان ساون مل نے ضلع ملتان میں عمارات ذیل تعمیر کرائیں۔

(۱) شوالہ متصل پوہڑ دروازہ برلب نالہ ولی محمد خان (۲) تالاب پختہ سورج کنڈ۔ (۳) زینہ پختہ نالہ ولی محمد متصل شوالہ (۴) تالاب و دیگر مکانات بدلہ سنت (۵) زینہ پختہ بر دریائے راوی متصل رام چوترہ (۶) عمارت کچہری باغ عام و خاص۔

دیوان ساون مل کی وفات پر اس کا بیٹا دیوان مولراج بشرائط سابقہ ملتان کی حکومت پر مامور ہوا، البتہ مزید شرط یہ تھی کہ وہ مبلغ تیس لاکھ روپیہ بطور نذرانہ بھی ادا کرے۔ مولراج کا اپنے بھائیوں سے بگاڑ ہو گیا اور اس نے اپنے باپ کی جائداد یعنی تیس لاکھ روپیہ تقسیم کر لی۔ نذرانہ کے ادا کرنے میں کچھ تاخیر ہوئی اور آخر گورنر جنرل بہادر کے دخل دینے پر یہ قرار پایا کہ مولراج

Marfat.com

تیس لاکھ روپیہ کے بجائے بیس لاکھ روپیہ ادا کرے، راوی کے شمال کے تمام علاقہ سے دستبردار ہو جائے اور خریف ۱۸۴۷ء سے زائد شرح کے حساب سے مالگذاری ادا کرے۔ دیوان مولراج ان عاید کردہ ذمّہ داریوں سے بخوبی عہدہ برآ ہوا لیکن ریذیڈنٹ کے ان احکامات کی تعمیل سے قاصر رہا جو رعایا کی فلاح و بہبود کے لئے صادر کئے گئے تھے بقول سر جان لارنس دیوان مولراج پرانے خیالات کا آدمی تھا، وہ یہ سمجھتا تھا کہ جب مالگذاری پوری ادا کی جائے تو پھر کسی شخص کو حق حاصل نہیں کہ اُس کے اندرونی انتظام میں دخل دے، وہ حریص اور لالچی زیادہ تھا، اپنے باپ کی طرح دُور اندیش اور مدبر نہ تھا۔ زمیندار اور تاجر پیشہ لوگ اس کے طریقِ عمل سے ناخوش تھے اور ریذیڈنٹ کے پاس آئے دن اس کی شکایات پہنچتی رہتی تھیں۔ اس کے لئے یہ بات بھی باعثِ تشویش تھی کہ بعض مواجب جو وہ اپنے زمینداروں سے وصول کیا کرتا تھا پنجاب کے دیگر اضلاع میں معاف کر دیئے گئے تھے۔ ان باتوں سے تنگ آکر اُس نے استعفیٰ دے دیا۔ استعفیٰ دربارِ لاہور نے منظور کر لیا اور یہ تجویز قرار پائی کہ اس کی جگہ سردار کاہن سنگھ کو ناظم مقرر کیا جائے اور مسٹر وانز ایگنیو (VANS AGNEW) اور لفٹننٹ اینڈرسن (LIEUT. ANDERSON) بطور مشیرانِ خاص اس کے ہمراہ کام کریں۔

Marfat.com

دورِ انگلشیہ

شہر ملتان شہر ملتان جس کا ذکر پرانے زمانے کی تاریخوں میں بار بار آتا ہے ہماری موجودہ تاریخ میں بھی ایک نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ سر الیگزنڈر کا قول ہے کہ انھوں نے خود باشندگانِ ملتان کی زبان سے اس شہر کا نام "ملی تھان" سُنا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ وہی شہر ہے جسے آریوں کے زمانے میں سکندر اعظم نے فتح کیا تھا شہنشاہ اورنگ زیب کے زمانے میں یہ شہر آرامگاہِ شاہی تھا اور وہ اکثر اوقات اس شہر میں آکر قیام فرمایا کرتے تھے۔ آٹھویں صدی کے آخر میں محمد بن قاسم نے اسے فتح کیا اور دسویں صدی میں محمود غزنوی کے زیر نگیں رہا۔ محمد غوری ۱۱۷۶ء میں اس پر قابض ہوا۔ امیر تیمور نے اسے ۱۳۹۸ء میں تاخت و تاراج کیا۔ ۱۸۱۸ء میں رنجیت سنگھ کے قبضۂ اقتدار میں آیا اور آخر کار ۱۸۴۹ء میں انگریزی فوج کے ہاتھوں فتح ہوا۔

اس شہر کو کم از کم تین مشہور و معروف سلاطین کی جائے پیدائش ہونے کا فخر حاصل ہے۔ محمد تغلق شاہ لوہاری دروازے کے قریب ایک چھوٹے سے موضع میں پیدا ہوا۔ یہ مقام آج تک کھڑہ تولے خان (تغلق خان) کے نام سے مشہور ہے۔ پندرھویں صدی کے شروع میں محلہ حسین آگاہی مکان قاضیانوالہ میں بہلول لودھی پیدا ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بہلول کی پیدائش مکان گرنے کی وجہ سے قبل از وقت ہوئی اور اس صدمہ سے اس کی ماں کا انتقال ہوگیا۔ اس کے بعد محلہ کیٹری سدوزئی میں

Marfat.com

احمد شاہ ابدالی پیدا ہوا جو درّانی خاندان کا پہلا بادشاہ تھا۔ اس کی پیدائش سترھویں صدی یا اٹھارہویں صدی کے شروع میں ہوئی۔

شہر ملتان بہت اونچے ٹیلے پر آباد ہے جس میں کئی قدیم شہروں کے آثار پنہاں ہیں۔ اس کے گرد ایک پختہ فصیل ہے جو سرکار انگریزی کے قبضہ کے وقت چالیس پچاس فٹ بلند تھی۔ بہاولپور سے تقریباً ۵۰ میل، لاہور سے ۲۱۲ اور دریائے ستلج سے تقریباً ۴۵ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ دریائے چناب صرف تین میل کے فاصلے پر ہے جانب مشرق ایک پرانا قلعہ ہے جس کی مضبوطی، استواری اور بلندی کے آثار آج تک نمایاں ہیں۔ شہر میں داخل ہونے کے لئے چھ دروازے ہیں۔ دولت دروازہ بجانب مشرق نزد قلعہ، جنوب مشرق میں دہلی دروازہ، جنوب میں حرم دروازہ اور پاک دروازہ، شمال میں لاہوری دروازہ۔ اس کے علاوہ ایک اور دروازہ خضری دروازے کے نام سے بھی تھا جس میں سے لوگ قلعہ میں داخل ہوا کرتے تھے۔ پرانی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انگریزی قبضہ کے وقت اس شہر کی شان و شوکت کچھ اور تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ شہر میں چھ چھ سات سات منزلہ مکان موجود تھے۔ یہاں کی گرمی مشہور ہے اس لئے بانیانِ شہر نے پہلے ہی گذرگاہوں اور گلیوں کی وسعت میں اراد تاً کمی رکھی تاکہ روشنی اور دھوپ کی زد سے بچیں اور مکان حتی الامکان ٹھنڈے رہیں، اس لئے گلیوں اور بازاروں کے نظارے میں وہ خوش نمائی نہیں پائی جاتی جو بزرگوں کے مقبروں اور دوسری عبادت گاہوں میں موجود ہے۔

ڈاکٹر انڈریو میکلو جو محاصرہ ملتان کے وقت انگریزی فوج کے افسر تھے لکھتے ہیں کہ اس وقت ملتان ایک مشہور تجارتی مرکز تھا، بازاروں میں ہر وقت چہل پہل رہتی تھی ہر

Marfat.com

قسم کے مال کی فراوانی تھی، مقامی دستکاریوں میں سے ریشمی سوتی کپڑا، شال، لنگیاں اور زربفت بادلہ کا کام خاص طور پر مشہور تھا۔

قلعہ ملتان جس میں محاصرہ ملتان کے وقت دیوان مولراج پناہ گزین ہوا اپنی سنواری اور پائیداری میں دُور دُور مشہور تھا۔ قلعہ میں سامانِ رسد، سامانِ تجارت اور سامانِ حرب کی بہت فراوانی تھی۔ ایک مشہور نامہ نگار اس کی کیفیت یُوں لکھتا ہے۔

"قلعہ ملتان عجیب کی مکمل دکان معلوم ہوتا ہے جس کی نظیر ہندوستان میں نہیں ملتی۔ ایسی رسدگاہ اس سے قبل دیکھنے میں نہیں آئی جس میں سامانِ رسد، سامانِ تجارت اور سامانِ حرب یکجا اس کثرت و افراط سے موجود ہو۔ اس قلعہ میں افیون، نیل، نمک، گندھک ہر قسم کی دوائیں کثرت کے ساتھ جمع ہیں۔ گندم اور چاول کے ذخیرے زیرِ زمین دفن ہیں۔ تہ خانوں میں گھی کے ہزار ہا چرمی کپّے موجود ہیں۔ ریشمی لبادے اور خلعت ہائے فاخرہ کے انبار قلعہ کی زیرین تاریکیوں میں چمک رہے ہیں۔ ملبوسات کی بے شمار گٹھڑیاں نیچے اوپر پڑی ہیں۔ تانبے، لکڑی اور لوہے کے مضبوط سنگین اور بڑے بڑے صندوق زر و جواہر سے پُر ہیں۔ قلم میں یہ طاقت کہاں کہ ان گوناگوں کیفیات کا ذکر کر سکے جو اس خزانہ کے دیکھنے سے دل و دماغ میں پیدا ہوتی ہیں۔"

مسٹر وانز ایگنیو اور لفٹننٹ اینڈرسن کا قتل

۱۸۴۵ء میں سکھ فوج نے ۱۸۰۹ء کے عہدنامہ کی شرائط کو بالائے طاق رکھ کر دریائے ستلج کو عبور کیا اور حدودِ انگلشیہ پر دست درازی شروع کی اس وجہ سے پھر جنگ شروع ہو گئی اور مدکی، فیروزپور، سبراؤں کے میدانوں میں بڑے بڑے معرکے ہوئے۔ انگریزوں نے مصلحتِ وقت دیکھ کر اس وقت اِس سے زیادہ اور کچھ نہ کیا کہ مہاراجہ دلیپ سنگھ

Marfat.com

کو لاہور میں تخت نشین کرا دیا۔ اس کارروائی سے گو جنگ عارضی طور پر بند ہو گئی لیکن اصل میں یہ مہلت مزید معرکہ آرائیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔

سکھ دربار کی جانب سے دیوان مولراج ملتان میں صوبہ دار مقرر تھا۔ فروری ۱۸۴۶ء میں مہاراجہ دلیپ سنگھ کی تخت نشینی کے بعد دیوان مولراج سے مطالبہ ہوا کہ وہ صوبہ ملتان کا خراج خزانہ لاہور میں ادا کرے۔ یہ حکم پاتے ہی وہ بلا تامل لاہور پہنچا اور ادائیگی خراج کا کچھ ایسا بندوبست کر آیا جس سے فریقین کی تسلی ہو گئی، لیکن اس کے ساتھ ہی دیوان نے آئندہ کے لئے صوبہ داری کے فرائض سے سبکدوشی حاصل کرنے کی بھی خواہش ظاہر کی اور یہ قرار پایا کہ سردار کاہن سنگھ اس کی جگہ حاکم ملتان مقرر کیا جائے۔

اس قرارداد کو عملی جامہ پہنانے کی غرض سے یہ تجویز ہوئی کہ مسٹر وانز ایگنیو اور لفٹنٹ اینڈرسن بطور کمشنر ملتان جائیں اور کاہن سنگھ کو حکومت کی گدی پر بٹھا آئیں چنانچہ یہ دونوں افسر ۵۰۰ سکھ سپاہی ہمراہ لے کر ملتان روانہ ہو گئے۔ ۵ر اپریل ۱۸۴۸ء کو لاہور سے روانگی ہوئی اور ۱۶ر اپریل ۱۸۴۸ء کو یہ سب لوگ بخیر و خوبی ملتان پہنچ گئے۔ دیوان مولراج نے ان کی شان کے مطابق ان کی آؤ بھگت کی اور عیدگاہ ملتان میں ان کے قیام کا بندوبست کر دیا۔ ۱۸۴۷ء کا بقایا خراج بھی لاہور بھیج دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ دیوان مولراج کی نیت اور ارادے میں کسی قسم کا فرق نہیں تھا لیکن اس کے بھائی غم و غصہ سے مجبور ہو کر اس بات پر آمادہ تھے کہ خواہ کچھ بھی ہو عنانِ حکومت ان کے بھائی ہی کے ہاتھ میں رہے۔ دیوان مولراج کو اس صوبہ داری کی چنداں پروا نہ تھی کیونکہ ستر ہزار اشرفیاں تو خزانہ امرتسر میں اس کے حساب میں جمع تھیں اور ایک اور رقم کثیر بنارس کے ساہوکاروں کے پاس بمد امانت موجود تھی۔ اُسے یہ خطرہ تھا کہ اگر

Marfat.com

اس سے اس رقم کی دغا بازی سرزد ہوئی تو وہ تمام روپیہ ضبط ہو جائے گا۔

آخر ۱۹ اپریل ۱۸۴۸ء کو دیوان مولراج قلعہ کی چابیاں کاہن سنگھ کے حوالے کرنے کی غرض سے بمعیت لفٹننٹ اینڈرسن سوار ہوا اور صدر دروازہ سے ہوتا ہوا اندر داخل ہوا۔ پیچھے پیچھے سردار کاہن سنگھ اور مسٹر وانز اگینیو تھے تاکہ صدر دروازہ پر اپنا پہرہ مقرر کر دیں۔ مسٹر وانز اگینیو اپنے گھوڑے پر سوار ہونے ہی کو تھا کہ دو سوار یک لخت نکلے اور تلواروں سے حملہ کیا اور کاری ضربات لگائیں۔ سردار کاہن سنگھ فوراً گھوڑے سے اتر کر سواروں پر پل پڑا اور اپنے بہادر ساتھی کو مزید ضربات سے بچا لیا۔ پھر اپنے زخمی ساتھی کو ہاتھی پر سوار کر کے عیدگاہ کی جانب لے گیا۔

اس اثنا میں لفٹننٹ اینڈرسن اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ جونہی وہ دروازے سے نکل کر فصیل شہر سے باہر نکلا، تو کیا دیکھتا ہے کہ اینڈرسن بھی خاک و خون میں لتھڑا پڑا ہے اور زخموں کی وجہ سے ایسا نڈھال ہے کہ اس کے جانبر ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ مولراج کا کہیں پتہ نہ تھا۔ اینڈرسن کو بھی ایک ڈولی میں ڈال کر قلعہ عیدگاہ میں لے گئے۔ یہاں اس نے مقابلہ کرنے کی ٹھان لی۔ اگینیو بھی اگرچہ زخموں سے نڈھال تھا لیکن اس نے اپنی قلیل فوج کو اکٹھا کیا اور ان کی ہمت افزائی کی۔ ایک ہرکارہ لفٹننٹ ایڈورڈز کے پاس دوڑا دیا گیا جو قریب ہی علاقہ میں دیوان مول راج کی جانب سے مال گذاری وصول کر رہا تھا۔ ابھی یہ لوگ اپنے استحکامات اور ضروری مورچہ بندی کے کاموں سے پوری طرح فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ قلعہ سے گولہ باری شروع ہو گئی لیکن فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے اس گولہ باری کا چنداں اثر نہ ہوا۔

Marfat.com

رات کو اطلاع ملی کہ شہر میں سے ایک غیر مرتب ہجوم عیدگاہ کی جانب بڑھا چلا آتا ہے۔ فوج کے ہر فرد بشر نے دم آخر تک مقابلہ کی ٹھانی ہوئی تھی۔ سردار کاہن سنگھ گھبرایا ہوا مسٹر اگینو کے کمرے میں داخل ہوا اور کہنے لگا کہ "ہمارے سب ساتھی (جن کی تعداد ۵۰۰ کے قریب تھی) دشمن سے جا ملے ہیں اور اب سوائے موت کے چارہ نہیں، لیکن میں تمھارے ساتھ مروں گا۔"

مسٹر اگینو نے جواب دیا۔ "کاہن سنگھ! تم اس سے پیشتر میری جان بچا چکے ہو، اب ہم کو ہماری قسمت پر چھوڑ دو اور اپنی جان بچا لو" اس کے بعد اگینو اور اینڈرسن دونوں نے ہاتھ ملائے اور ایک دوسرے کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہی۔

ہجوم عیدگاہ میں داخل ہو گیا۔ اگینو گو بری طرح زخمی تھا پھر بھی شیر کی طرح لپکا، پستول کا نشانہ خطا گیا۔ تلوار نکالی اور کئی آدمیوں کو بری طرح زخمی کیا۔ دشمن کی گولی سینے میں آلگی جو مہلک ثابت ہوئی۔ کاہن سنگھ نے خوب بہادری کی داد دی لیکن وہ بھی زخمی ہو کر گرفتار ہو گیا۔

چند تو پچی وفادار رہے، لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ اُن کے سردار مارے جا چکے ہیں تو انھوں نے بھی راہِ فرار اختیار کی اور چالیس میل روزانہ سفر طے کرتے ہوئے پانچ روز میں لاہور پہنچے۔ انگریزوں میں صرف ایک شخص ولکنسن نامی ڈاکٹر بچا کیونکہ حسنِ اتفاق سے وہ ابھی شہر میں داخل ہی نہ ہوا تھا کہ اُسے اِس واقعہ کی اطلاع مل گئی۔ لاہور کے سفر میں اُن کی کوئی مزاحمت نہ ہوئی جس سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ شہر ملتان کی حدود سے باہر اس بغاوت کا کوئی اثر نہیں ہے۔

لفٹننٹ ایڈورڈز کا حملہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ دیوان مولراج بذاتِ خود اس قسم کی

Marfat.com

سازش کا محرک نہ تھا لیکن اپنے بھائیوں کی شرارت کی وجہ سے اُسے طوعاً و کرہاً اس بلائے ناگہانی میں شریک ہونا پڑا۔ اب جب سر پہ آبنی تو یہ خیال کر کے کہ "چوں کار از ہمہ حیلتے در گذشت چہ باک تیزہ وچہ یک دست" اُس نے بھی مقابلہ کی ٹھان لی۔ ملتان میں سکھ فوج کے باغی سپاہی اور وہ لوگ جو حکومتِ وقت سے بگڑ جاتے تھے اس زمانے میں بکثرت پناہ گزین تھے، چنانچہ مول راج نے تقریباً نو ہزار آدمیوں کا ایک لشکر تیار کر لیا تاکہ وہ انگریزوں کی انتقامی کارروائی کے خلاف ڈٹ کر مقابلہ کر سکے۔

لفٹننٹ ایڈورڈز اس وقت علاقہ سندھ میں ایک تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ متعین تھا۔ اس نے یہ خبر پاتے ہی فوراً نواب بہاول پور اور کرنل کورٹ لینڈ کو جو سکھ افواج کا افسر تھا کمک کے واسطے لکھا۔ کرنل کورٹ لینڈ دو ہزار سپاہی اور پندرہ توپیں لے کر جلد اس سے آملا اور لفٹننٹ ایڈورڈز آگے بڑھا اور دریائے چناب عبور کر کے ۱۸ر جنوری ۱۸۴۹ء کی صبح کو بہاول خان کی افواج سے آملا جو ریاست بہاول پور نے بھیجی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد ہی دشمن کی افواج نے ہلّہ بول دیا اور اپنے توپ خانہ سے اس بلا کی آتشباری کی کہ افواج بہاول پور کے دائیں بازو (میمنہ) کو پسپا ہونا پڑا۔ جب دشمن کو یہ معلوم ہوا کہ بہاول خاں پسپا ہو گیا ہے تو وہ اپنی پوری طاقت کے ساتھ لفٹننٹ ایڈورڈز کی فوج پر جس سے بایاں بازو (میسرہ) قائم تھا حملہ آور ہوئے اور بڑے گھمسان کا رن پڑا۔ دن بجے بعد دوپہر تک سخت جنگ ہوئی۔ ایڈورڈز کی تمام توپیں ابھی دریا پار تھیں۔ صرف ریاست بہاول پور کی دو تین توپیں کام کر رہی تھیں۔ ہر وقت شکست کا خطرہ تھا لیکن ایڈورڈز کی ہمت و استقلال کے کیا کہنے وہ برابر اپنی فوج کی ہمت افزائی کرتا رہا اور جنگ و جدال میں مصروف رہا۔ اس آزمائش کے

Marfat.com

وقت قسمت نے یاوری کی اور کورٹ لینڈ کی کمکی فوج چھ توپوں سمیت پہنچ گئی۔ اب کیا تھا لڑائی کا نقشہ بدل گیا۔ سنگین کا حملہ شروع ہوا۔ مول راج کی چھ توپیں چھین لی گئیں دشمن بے ترتیبی سے بھاگے، میدان فتح ہوا اور سامانِ حرب کثیر تعداد میں انگریزوں کے ہاتھ لگا۔ اس لڑائی کا دلچسپ واقعہ یہ ہے کہ مالِ غنیمت میں نمبر ۴ دیسی رجمنٹ کی تمام وردیاں بھی ہاتھ آئیں جو فیروزپور کی لڑائی میں غنیم کے قبضہ میں چلی گئی تھیں۔ دُوسری دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ لڑائی ۱۸ر جون ۱۸۴۹ء کو ہوئی جو یورپ کی مشہور عالم جنگ واٹرلو کی تاریخ ہے جس میں مشہور انگریزی جرنیل ڈیوک آف ولنگٹن نے نپولین بوناپارٹ کی افواج پر فتح حاصل کی تھی، چنانچہ لفٹننٹ ایڈورڈز نے اپنے سرکاری مراسلہ میں اس فتح کی اطلاع دیتے ہوئے یہ بھی لکھا کہ کوئی انگریز ۱۸ر جون کو شکست کھانا پسند نہیں کرسکتا!

فصیلِ شہر کے باہر پہلی لڑائی

۲۲ر جون ۱۸۴۹ء کو یہ فوج ظفر موج ملتان کی طرف بڑھی اور راستے میں ایک قلعہ سکندر آباد نامی میں قیام کیا جو شہر سے بہت دُور نہ تھا۔ یہاں شیخ امام الدین چار ہزار فوج کے ساتھ آ ملا۔ اب فوج کی کل تعداد تقریباً اٹھارہ ہزار نفوس پر مشتمل تھی۔ ۲۹ر جون کو لفٹننٹ لیک بھی پہنچ گیا اور ایک اور انگریز مسٹر کوئن نامی نے اس واقعہ کی خبر پاکر خود بخود کچھ اونٹ اور آدمی جمع کیے اور کرنیل کورٹ لینڈ کی وساطت سے جب فوج میں داخل ہوا تو سورج مکھی سکھ پلٹن کا کمانیر مقرر ہو گیا۔

Marfat.com

اب فوج نے سورج کنڈ کے قریب جو ملتان سے تقریباً چار میل کے فاصلہ پر واقع ہے ڈیرے ڈال دیئے۔ محاصرہ کے متعلق تجاویز پر غور ہونے لگا۔ دیوان مولراج نے اپنی کمزوری اور ناموافق حالات کا صحیح اندازہ کرتے ہوئے جان بخشی کی شرط پر صلح کا پیغام بھیجا، لیکن ایڈورڈز نے کہلا بھیجا کہ گفت وشنید غیر مشروط ہونی چاہیئے اس کے بعد ایک اور پیغام صلح بھیجا گیا جو نسبتاً زیادہ عاجزانہ تھا لیکن اسے بھی ٹھکرا دیا گیا۔ اس پر دیوان مولراج کی رگِ حمیت بھی جوش میں آئی اور اس نے اپنی منتشر طاقت کو مجتمع کر کے کوئی دس بارہ ہزار آدمی جمع کیئے اور ان کو ہر طرح سے آمادہ جنگ کیا، چنانچہ یہ فوج بھی فصیل سے باہر نکل کر کوئی دو میل کے فاصلے پر خیمہ زن ہو گئی۔

یکم جولائی ۱۸۴۹ء کی صبح کو دشمن کی فوج بڑھتی ہوئی دیکھی گئی۔ جنگ کا بگل بجا اور تھوڑی دیر بعد موضع سدوحسام کے قریب دونوں فوجوں کی مڈ بھیڑ ہوئی دونوں طرف کے سپاہیوں نے خوب دادِ شجاعت دی، باغی بڑی بہادری سے لڑے اور ایک ایک انچ پر کٹ مرے۔ میدانِ جنگ میں جگہ جگہ نالے، گڑھے اور کئی قسم کی ناقابلِ گزر رکاوٹیں موجود تھیں۔ باوجود اس کے ایسا خونریز معرکہ ہوا جو ملتان کی تاریخ حاضرہ میں عدیم المثال ہے۔ چھ گھنٹے تک لڑائی کا زور توپوں کا شور جاری رہا۔ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ فتح وشکست کا فیصلہ مشکل تھا بلکہ انگریزی فوج میں بوجہ قلتِ سامان کمزوری کے آثار نمایاں تھے۔ یکایک مسٹر کورتن کی پلٹن سورج مکھی نے ایک متفقہ حملہ کیا اور اس بہادری سے جنگ آزمائی کے جوہر دکھائے کہ غنیم کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اس گھمسان میں توپ کا ایک گولہ

Marfat.com

دیوان مولراج کے ہاتھی کے ہودے میں آکر لگا اور دیوان زمین پر آپڑا۔ زمین پر گرتے ہی وہ ایک صد بار فتار گھوڑے پر سوار ہوا اور شہر کی سمت بھاگ گیا۔ بس پھر کیا تھا سب نے راہِ فرار اختیار کی اور میدان انگریزوں کے ہاتھ رہا۔ لفٹنٹ ایڈورڈز کے پاس ایسی توپیں تھیں جو صرف میدانی لڑائی ہی میں کام آسکیں، کوئی رسالہ بھی نہ تھا، اس لیے دشمن کا تعاقب ممکن نہ تھا۔

بہرحال اس کامیابی سے انگریزوں کی فوج کے حوصلے بڑھ گئے۔ لفٹنٹ ایڈورڈز نے اب یہ فیصلہ کیا کہ جب تک قلعہ شکن توپیں میسّر نہ ہوں شہر پر حملہ کرنا بے سود ہوگا۔ علاوہ بریں یہ بھی ضروری سمجھا گیا کہ پڑاؤ کی مضبوطی اور استحکام کے لئے ہر ممکن انتظام کیا جائے تاکہ دشمن اگر اچانک حملہ کرے تو بخوبی مدافعت کی جا سکے۔ الغرض اس نوجوان افسر نے جنگی قابلیت کے علاوہ اپنی حسنِ تدبیر، حزم و احتیاط، ہمت اور حوصلہ کا بھی پورا پورا ثبوت دیا۔

تازہ کمک کی آمد

لفٹنٹ ایڈورڈز اپنے استحکامات مضبوط کر کے تازہ کمک کی آمد میں سورج کنڈ کی طرف ہٹ کر خیمہ زن ہو گیا۔ اس زمانے میں کمک کا پہنچنا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ صرف آٹھ ہزار گھوڑوں کا دانہ لادنے کے لئے تقریباً دو سو اونٹ درکار تھے، اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ہزارہا نفوس کی فوج کے سازوسامان کو دُور دراز مقامات سے ایک جگہ اکٹھا کرنے میں کس قدر اہتمام کرنا پڑتا ہوگا۔ الغرض بے حد تعویق و تاخیر کے بعد ۴ ستمبر ۱۸۴۸ء تک کل افواج مختلف اطراف و اکناف سے آکر جمع ہو گئیں۔ ۵ ستمبر کو جنرل وِش (WHISH) نے تمام افواج کو آراستہ کیا۔ اب کل لشکر اس کے زیرِ کمان تھا اور توپوں کی سلامی سے

Marfat.com

عام اعلانِ جنگ کر دیا۔ مولراج کی طرف سے بھی اس گولہ باری کا ترکی بہ ترکی جواب ملا چنانچہ یکے بعد دیگرے پانچ گولے انگریزی فوجوں کے قریب آگر پڑے گو ان سے کوئی نقصان نہ ہوا۔ جنرل وِش کی پہلی کوشش یہ تھی کہ دشمن نے جو مورچہ بندی فصیلِ شہر اور نالہ کے درمیان بنا رکھی تھی اس کو خالی کرا لیا جائے، چنانچہ اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے اس نے موضع رام تیرتھ پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا۔ ۱۲ تاریخ تک یہ جنگ زرگری جاری رہی اور پھر حملہ عام کا حکم ہوا۔ اس حملہ میں انگریزی فوج کی نامی گرامی پلٹنوں نے حصہ لیا۔ میمنہ کی کمان کرنیل پیٹن کمان افسر نمبر ۳۲ رجمنٹ کے سپرد تھی۔ میسرہ کرنیل فرینکس اور بریگیڈیر ہارڈی کے تحت تھا اور بائیں طرف سے زائد حملہ کے لئے ایڈورڈز کو مقرر کیا گیا۔

صبح سات بجے حملہ شروع ہوا، چنانچہ غنیم کی تینوں مورچہ بندیوں پہ بڑی گھمسان کی لڑائی کے بعد یکے بعد دیگرے قبضہ کر لیا گیا۔ سکھ دیوانہ وار لڑے اور کئی دفعہ انگریزی فوج ان کی مدافعت کی تاب نہ لا کر پیچھے ہٹی۔ تیسری مورچہ بندی کے قریب ایک زمین دوز مورچہ تھا جہاں اس قدر سخت لڑائی ہوئی کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ کرنیل پیٹن ایک سیڑھی پہ چڑھ کر اس میں کود پڑا اور لڑتا ہوا مارا گیا۔ ہر جگہ دست بدست لڑائی ہوئی اور چپہ چپہ زمین پر خون کی ندیاں بہہ گئیں۔ شام کے قریب مورچہ فتح ہو گیا اور انگریزی فوج تقریباً ایک میل آگے بڑھ آئی۔

اس لڑائی کے بعد مورچہ بندی اور غنیم کے استحکامات کا پورا پورا اندازہ ہو گیا۔ انجینیروں نے یہ رائے دی کہ جب تک مزید کمک نہ آئے شہر کو فتح کرنا مشکل ہے چنانچہ ۱۶ ستمبر کو پھر سورج کنڈ کی جانب واپسی ہوئی اور ستمبر اور اکتوبر کا مہینہ کمک کے

Marfat.com

انتظار میں گذرا۔ یہاں کھیل تماشے ہوتے رہے اور مول راج دسہرہ کے تہوار منانے میں مصروف رہا۔

نومبر کے شروع میں دیوان مول راج نے چھیڑ چھاڑ شروع کی اور کچھ آگے بھی بڑھ آیا لیکن ، نومبر کو ایک معمولی سے مقابلہ کے بعد اس کو پیچھے ہٹنا پڑا اور مزید کمک کی آمد تک انگریزی فوج کو کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ آخر کار افواج بمبئی ۲۶ دسمبر ۱۸۴۸ء کو پہنچیں۔ اب محاصرین کی فوج کی مجموعی تعداد تئیس ہزار تھی یعنی انگریزی فوج پندرہ ہزار اور اتحادی سترہ ہزار۔ دوسرے دن علی الصباح پھر حملہ کی تیاری ہوئی اور گیارہ بجے کے قریب حملہ کرنے والی فوجیں مختلف سمتوں سے بڑھیں۔ لفٹنٹ ایڈورڈز نے دشمن کی توجہ بدلنے کی غرض سے شیش محل کے قریب ایک اہم پل پر حملہ کر دیا۔ فوج کے حملہ کے ساتھ دور مار توپوں نے خوب آتشباری کی اور غنیم کو برابر پیچھے ہٹنا پڑا یہاں تک کہ فوج کا زیادہ حصہ دیوان ساون مل کی سمادھ کے قریب تک پہنچ گیا۔ دوسری جانب بمبئی کی فوج نے خونریز لڑائی کے بعد آوے کے بلند ٹیلے پر قبضہ کر کے اپنے استحکامات کو مضبوط کر لیا۔

۲۸ دسمبر کو منہ اندھیرے سے ہی بمبئی اور بنگال کی قلعہ شکن توپوں نے دہلی دروازے کی فصیل اور قلعہ پر گولہ باری شروع کر دی۔ دن بھر یہ گولہ باری جاری رہی۔ اس ہولناک آتشباری کا اندازہ اس امر سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ ایک افسر نے بہاولپور میں توپوں کی گمگ کو نہایت اچھی طرح سنا۔ ۲۹ دسمبر کو بھی یہی سلسلہ جاری رہا۔ شہر کے مکانات میں جگہ جگہ آگ لگ گئی۔ عورتیں مرد بچے بے تحاشا شہر کی فصیلوں سے نیچے اتر اتر کر بھاگنے شروع ہوئے جن کو ہر طرف انگریزی اور ریاستی فوجوں

Marfat.com

نے پناہ دی اور آرام سے رکھا۔

۳۰ دسمبر کو خلافِ اُمید خوفناک حادثہ پیش آیا جس کی وجہ سے محاصرین سب کے سب خاموش ہو گئے۔ معلوم ہوتا تھا کہ کسی ہولناک واقعہ کی وجہ سے سب کو دم لینے کی مہلت مل گئی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد سب کو معلوم ہو گیا کہ قلعہ کا سب سے بڑا میگزین اُڑ گیا ہے۔ ایک قلعہ شکن توپ کا گولہ ایسا نشانہ پر لگا کہ میگزین میں آگ لگ گئی اور چشم زدن میں ایسا دھماکا ہوا کہ قلعہ کے نزدیک کی عمارتیں فضا میں اُڑتی ہوئی نظر آئیں۔ گرد و غبار کے بادلوں سے کچھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ جن لوگوں نے یہ کیفیت اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے ان کا بیان ہے کہ کئی میل تک زلزلہ محسوس ہوا اور جو گرج اس دھماکے سے پیدا ہوئی اس کا صحیح اندازہ ایک ہزار توپ بیک وقت چلانے سے بھی نہیں ہو سکتا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس میگزین میں سولہ ہزار پونڈ بارود جمع تھا۔

بنگال رجمنٹ کے لفٹننٹ نیول نے اس توپ کو صحیح موقع پر رکھوایا جس کا گولہ میگزین پر پڑا۔ گولہ انداز کو اس قادر اندازی کے صلہ میں دس اشرفیاں جنرل وش نے اور تین اشرفیاں اس کی پلٹن کے کمانیر نے بطور انعام دیں۔

قلعہ اُڑانے کے بعد کی حالت

اس خوفناک دھماکے کی وجہ سے عماراتِ شہر پر جو تباہی آئی وہ احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔ دوربینوں کے ذریعہ جس طرف نگاہ دوڑائی جاتی کھنڈر ہی کھنڈر نظر آتے تھے۔ شہر کے بڑے بڑے مکانات اور معابد یا تو بالکل تباہ ہو گئے یا ان کا بہت سا حصہ منہدم ہو گیا۔ اندازاً یہ معلوم ہوا کہ آٹھ سو کے قریب آدمی تو اسی وقت مر گئے اور بے شمار

Marfat.com

آدمی مکانوں اور اینٹوں وغیرہ کے گرنے سے بُری طرح زخمی ہوئے البتہ یہ حیرت انگیز بات ہے کہ قلعہ کے بُرج اور فصیلوں کو جس میں بے اندازہ سکھ فوج جمع تھی کوئی خاص نقصان نہ پہنچا۔ صرف میگزین کے قریب جو عمارتیں تھیں وہ سب کی سب منہدم ہوگئیں اور زمین میں ایک گہرا انشگاف پڑ گیا۔

۳۱ دسمبر کو غنیم نے انگریزی فوج کے ایک دستہ پر حملہ کیا جس کی کمان سر ہنری لارنس کے ہاتھ میں تھی لیکن سخت نقصان کے ساتھ پسپا ہُوا۔ معلوم ہوتا تھا کہ قلعہ کے رُوح فرسا واقعہ کے باوجود ان کی ہمت پست نہیں ہوئی۔ دوپہر کے قریب قلعہ میں پھر ہولناک آتشزدگی وقوع میں آئی گوداموں میں تقریباً سات سو من غلہ اور دیگر اجناس کا ذخیرہ محفوظ تھا جس میں آگ لگ گئی۔ تیل اور گھی کے ہزارہا کُپّے بھی موجود تھے جس کی وجہ سے اس آتش زدگی کی تیزی اور تُندی اور بھی بڑھ گئی۔ گھی اور تیل کے جلنے سے شعلے اِس قدر بلند ہوئے کہ دُور دُور تک روشنی ہوگئی۔ محاصرین کو اپنی خوفناک آتش باری کو رات کے وقت بھی جاری رکھنے کا ایک نادر موقع مل گیا۔ شہر میں بھی ہر جگہ آتش زدگی کے کچھ نہ کچھ واقعات رونما ہوتے۔ یہ سارا سماں نہایت ہیبت ناک تھا۔ باوجود اس مصیبت اور آفت کے محصورین اسی بہادری اور شجاعت کے ساتھ برسرپیکار رہے اور دیوان کے عزم و استقلال میں کسی قسم کی کمی واقع نہ ہوئی۔ توپوں کا جواب برابر توپوں سے دیا جاتا رہا اور ہنگامۂ کارزار بدستور جاری رہا۔ ادھر یہ تیاریاں ہو رہی تھیں کہ قلعہ شکن توپوں کے ذریعہ قلعہ یا شہر میں شگاف پیدا کر کے فوجوں کو اندر داخل کیا جائے اُدھر دیوان مولراج کے یہ حوصلے تھے کہ اس نے کہلا بھیجا کہ اگر جنگ ایک

Marfat.com

سال تک بھی جاری رہی تو میں مقابلہ کروں گا۔ باوجود اس کے جنرل وش نے ایک مراسلہ بھیج دیا کہ بے فائدہ کشت و خون ہو رہا ہے تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ تم قلعہ حوالۂ سرکار کر دو۔ دیوان مولراج نے اس مراسلہ کو اپنی سب سے لمبی تو دالی توپ میں رکھ کر بارود کے ذریعہ انگریزی کیمپ میں واپس بھجوا دیا!!

خونی برج پر حملہ

نوروز کے دن یعنی یکم جنوری ۱۸۴۹ء کو دہلی دروازہ اور خونی برج کے موقعوں پر دو بڑے بڑے شگاف ہو گئے اور انجینئروں نے یہ رائے دی کہ اب شہر پر ہلّہ کر کے حملہ کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اس حملہ کے لئے فوج کے دو زبردست دستے تیار کئے گئے۔ دائیں طرف سے حملہ کرنے کے لئے بنگال کی پلٹنوں کے چیدہ چیدہ سپاہی منتخب کئے گئے، اس میں نمبر ۳۲ رجمنٹ یورپین اور نمبر ۴۹ و نمبر ۷۲ ہندوستانی پلٹن کے سپاہی شامل تھے اور بائیں طرف سے حملہ کرنے کے لئے احاطہ بمبئی نمبر ا فوسیلیرز اور نمبر ۱۹ ہندوستانی پلٹن کے دستے مقرر ہوئے۔ میمنہ کی کمان بریگیڈیر مارخیم کے سپرد ہوئی اور میسرہ کی سرکردگی پر دیگر نامی افسر مامور ہوئے۔

تین بجے بعد دوپہر کے قریب حملہ کا حکم دیا گیا اور فوج ہر ممکن پناہ کی آڑ لیتی ہوئی آگے بڑھی۔ جونہی آوے کی بلندیوں اور نشیب و فراز سے حملہ آور فوج نکل کر میدان میں آئی اُن پر ہر شگاف اور سوراخ فصیل سے شدید آتشباری شروع ہو گئی۔ اس کا جواب نمبر ۶ پلٹن کی بندوقوں نے اعلیٰ درجہ کی تفاوراندازی سے دیا اور حملہ کرنے والی فوج اس پلٹن کی حفاظت میں آگے بڑھتی رہی۔ بڑے سخت مقابلہ کے بعد افواج بمبئی خونی برج کے شگاف کے سامنے فصیل کے قریب آ پہنچی۔

Marfat.com

اس وقت لفٹننٹ کیر کی توپ کا ایک گولہ ٹھیک خونی برج کے اندر ایسا نشانہ پر لگا کہ اس برج کی فوج کا کل انتظام درہم برہم ہو گیا۔ جب فوج بالکل فصیل کے نیچے آپہنچی تو کپتان لیتھ (LEITH) نے ہلہ کرنے کا حکم دیا۔ یہ لفظ سنتے ہی انگریزی فوج فصیل پر ٹوٹ پڑی اور شگاف میں سے خونریز مقابلہ کے بعد آناً فاناً برج کے اندر پہنچ گئی۔ یہاں تقریباً ایک ہزار سکھ نوجوان موجود تھے جنھوں نے متفق ہو کر ایک باڑ چلائی لیکن گولیاں حملہ آوروں کے سروں کے اوپر اوپر گذر گئیں۔ صرف ایک گولی کپتان لیتھ کے بائیں شانہ میں آلگی جس سے وہ زخمی ہو گیا لیکن باوجود اس کے وہ برابر لڑتا رہا۔ اب دست بدست لڑائی شروع ہو گئی۔ ادھر سے سنگین کا حملہ شروع ہوا اور ادھر سے برہنہ شمشیریں نیاموں سے نکلیں۔ کپتان لیتھ کا بایاں ہاتھ تلوار کی ضرب سے کٹ گیا لیکن وہ پہلا شخص تھا جو دیوار کی چوٹی پر پہنچا۔ ساتھ ہی ساتھ سارجنٹ بینٹ (BENNET) انگریزی جھنڈا لے کر پہنچ گیا جو شگاف پر گاڑ دیا گیا۔ یہ بہادر سپاہی پورے جوش و خروش کے ساتھ اپنے ساتھیوں کے حوصلے بڑھا رہا تھا۔ جب موقع ملتا وہ خود بھی فائر کرتا۔ گولیاں بارش کی طرح اس کے اردگرد پڑ رہی تھیں۔ جھنڈا گولیوں سے چھلنی ہو گیا اور اس کا بانس دو ٹکڑے ہو گیا، لیکن سارجنٹ بینٹ مضبوط ستون کی طرح اپنی جگہ کھڑا رہا یہاں تک کہ اس کے سب ساتھی ایک ایک کر کے دیوار کی چوٹی پر پہنچ گئے۔ یہ واضح رہے کہ سارجنٹ بینٹ اسی پلٹن کا بہادر سپاہی تھا جس نے سب سے پہلے قلعہ سرنگا پٹم کی بلند دیواروں پر چڑھ کر انگریزی علم نصب کیا تھا۔

سکھ فوج بے ترتیبی کے ساتھ پیچھے ہٹی لیکن اس ہڑبونگ میں انگریزی فوج

Marfat.com

بھی کوئی ترتیب نہ رہی۔ شہر میں بھاگتی ہوئی فوج کا تعاقب سختی سے جاری تھا۔ مکانوں، دیواروں، طاقچوں کوٹھوں غرضکہ ہر جانب سے انگریزی فوج پہ گولیاں برس رہی تھیں۔ بازاروں اور گلیوں میں جگہ جگہ دست بدست لڑائی ہو رہی تھی۔

بنگال کی فوج کو دہلی دروازہ کے حملہ پہ چنداں کامیابی نہ ہوئی۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ جب یہ فوج فصیل کی دیوار کے قریب پہنچی تو ان کو معلوم ہوا کہ دیوار سلامت اور ناقابلِ گذر ہے۔ یہ صورتِ حالات دیکھ کر افسرانِ فوج نے فوراً خونی برج کی طرف رُخ کیا۔ گو اس کی پسپائی میں بے حد نقصانِ جان ہوا لیکن اگر ایسا نہ کیا جاتا تو نقصان لازمی طور پہ ناقابلِ تلافی ہوتا۔ کرنیل کورٹ لینڈ اور ایڈورڈز جنوبی سمت سے حملہ کرتے رہے تاکہ دشمن کی توجہ اُس طرف بھی مبذول رہے۔

رات کے وقت کئی جگہ دھماکے ہوئے محصورین نے جگہ جگہ بارود رکھا ہوا تھا جو اُڑتا رہا۔ کرنیل سٹاکر کے لیے رات کی قیام گاہ باہر فصیل پہ کھلی جگہ بنائی گئی تھی۔ دُودگشت کو نکلا ہی تھا کہ اُس کی آرام گاہ میں ایک زبردست دھماکا ہوا جس سے سامان، ملازم وغیرہ سب کے سب اُڑ گئے۔

شہر پہ پورا قبضہ ہو گیا۔ شہر کیا تھا کھنڈر تھا۔ جگہ جگہ مکان گرے پڑے تھے۔ لاشیں جل رہی تھیں۔ بعض جگہ لاشوں کے تودے لگے ہوئے تھے۔ توپچیوں کی بہادری کا کمال ہے کہ وہ سب کے سب اپنی توپوں پہ تا دمِ آخریں ڈٹے رہے۔ ان کی لاشیں وہیں پڑی تھیں، کشت و خون کا ہولناک سماں ہر طرف نظر آ رہا تھا۔

فتح ملتان

شہر ملتان پر تو قبضہ ہو گیا لیکن قلعہ ابھی تک سَر نہ ہوا تھا۔ سکھوں کی تمام باقی ماندہ فوج شہر سے نکل کر قلعے میں داخل ہو گئی۔ گولہ اندازی سے

Marfat.com

قلعہ کی کوئی عمارت نہ بچی۔ خود مول راج کو ایک بڑے دروازے کی محراب کے نیچے اپنا کیمپ بدلنا پڑا اور اپنی عورتوں اور بچوں کو قلعہ کے ایک زمین دوز گڑھے میں منتقل کرنا پڑا تاکہ وہ حتی الامکان ہر قسم کے خطرے سے محفوظ رہیں۔ جنگ میں دیوان مولراج کا یہ انہاک تھا کہ اس نے اندرون محل اس خیال سے جانا ہی بند کر دیا کہ کہیں ان کی تکلیف اور مصیبت کو دیکھ کر اس کے ارادے میں کمزوری نہ آجائے۔ اس سخت تباہی اور نقصان کے باوجود وہ آخر وقت تک مقابلہ میں تُلا ہُوا تھا۔

آخر جب اُسے ہر طرف سے ناکامی اور نامرادی کا مُنہ دیکھنا پڑا تو اُس نے جنرل وش کے پاس پیغام بھیجا کہ اس کے سفیر کو اجازت دی جائے کہ انگریزی کیمپ میں آکر صلح کی گفت و شنید کرے۔ جنرل وش نے جواباً کہلا بھیجا کہ فوراً ہتھیار ڈال دو ورنہ اچھا نہ ہوگا۔ نیز یہ بھی حکم دیا کہ آئندہ جو شخص اس قسم کا پیام لے کر آئے اُسے قید کر لیا جائے۔ ساتھ ہی تمام فوج میں اعلان کر دیا کہ ۲۲ جنوری ۱۸۴۹ء کی صبح کو قلعہ پر عام حملہ کر دیا جائے، چنانچہ اس کے لئے پوری پوری تیاری بھی شروع ہوگئی۔

۲۱ جنوری ۱۸۴۹ء کو صبح گیارہ بجے دیوان مولراج کا وکیل خاص انگریزی پہرے میں کیمپ میں پہنچا اور اُس نے دو چٹھیاں جو میجر ایڈورڈز اور جنرل وش کے نام تھیں حوالہ کیں۔ ان کا نفس مضمون یہ تھا کہ اگر مجھے جان کی امان دی جائے اور عورتوں کی عزت و عصمت کی حفاظت کی ذمہ داری لی جائے تو میں ہتھیار ڈال دینے کو تیار ہوں۔ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ دیوان اپنے آپ کو غیر مشروط طریقہ پر حوالہ سرکار کر دے، البتہ عورتوں اور بچوں کی نسبت اُسے مطلق فکر کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ انگریزی رواداری کے سراسر خلاف ہے کہ ان پر کسی قسم کی زیادتی ہو

Marfat.com

۲۲ جنوری کی صبح کو انگریزی فوج قلعہ کے دروازے سے کچھ دُور صف آرا ہوئی سب کو انتظار تھا کہ دیوان اپنے آپ کو حوالہ کر دے گا۔ پہلے پہل تقریباً دو سو آدمی مصیبت زدہ اور بدحال اپنی خچروں اور اونٹوں سمیت باہر نکلے معلوم ہوتا تھا کہ محصورین کی کل تعداد یہی ہے۔ تھوڑی دیر بعد سب کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب تین ہزار جوان ہر قسم کے سامان جنگ سے آراستہ باہر نکلے۔ انھوں نے اپنے ہتھیار یک جا دروازہ قلعہ کے باہر آ کر اُتار دیئے اور غیر مسلح ہو کر آگے چلے۔ دولت دروازہ کے قریب ان کی بڑی احتیاط سے تلاشی لی گئی اور کل زر نقد، موتی، سونا، جواہرات وغیرہ جو کچھ ان کے پاس سے نکلا ضبط کر لیا گیا۔ آخر میں بہت انتظار کے بعد سردار قلعہ دیوان مول راج اپنے دونوں بھائیوں رام سنگھ اور شام سنگھ سمیت باہر نکلا۔ اس کے ساتھ بڑے بڑے سردار تھے اور وہ ایک خوبصورت عربی گھوڑے پر سوار تھا۔ نہایت مکلّف اور شاہانہ لباس زیب تن تھا۔ اس کے چہرے سے کسی قسم کی گھبراہٹ اور پریشانی کے آثار ظاہر نہ ہوتے تھے اس کی شکست میں بھی ایک شان تھی جو اُس کے دشمنوں پر بھی اثر کیے بغیر نہ رہ سکی۔ یہ نوجوان حاکم کوئی تیس برس کی عمر کا تھا اور اس کی پیشانی سے فہم و فراست نمایاں تھی۔ جب یہ جلوس دولت دروازہ پر پہنچا تو پلٹن کا خاص پہرہ تعینات ہو گیا تاکہ اس شاہی قیدی کو کسی امن کی جگہ پہنچا دیا جائے۔ یہ الوداعی منظر خاص طور پر مؤثر تھا۔ جب دیوان کو اپنے بھائیوں اور دیگر سرداروں سے جو اس کے ساتھ آخر دم تک عیش و نشاط اور رنج و غم میں شریک رہے علیحدہ ہونے کا وقت آیا تو اٹھارہ سردار آگے بڑھے اور اُنھوں نے اپنے محبوب آقا کی آخری قدم بوسی کر کے رنج و غم کے آنسو بہائے

Marfat.com

دوسرے قیدیوں اور قدیم نمک خواروں نے بھی اپنی اپنی جگہ اظہارِ غم و افسوس کیا۔ اس کے بعد دیوان مولراج کو رام نگر بھیج دیا گیا کیونکہ قریب کے علاقہ میں رکھنا قرین مصلحت نہ تھا۔

یہاں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ ۷ فروری کی شب کو ایک سنتری نے دیکھا کہ کوئی شخص لکڑیوں کا ایک گٹھا پھینک کر چلا گیا ہے اور دیوان کا ملازم خیمہ سے باہر آکر لکڑیوں میں سے کچھ اٹھا کر چلا گیا۔ سنتری کو شک پیدا ہوا، وہ فوراً اندر داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ دیوان کے ہاتھ میں ایک چھٹی ہے، اس پر اسی وقت قبضہ کر لیا اور فوراً کل سامان کی تلاشی لی گئی تو کپڑوں اور شالوں میں سے تقریباً ایک لاکھ روپے کی اشرفیاں، خنجر، پستول، گولی بارود، خفیہ چھٹیاں اور کئی اور چیزیں برآمد ہوئیں۔

اس کے بعد ہی دیوان کو فوراً لاہور بھیج دیا گیا جہاں وہ قید میں رہا۔ اب ملتان میں انگریزی عملداری کا دور دورہ شروع ہو گیا۔ وانز ایگنیو اور لفٹنٹ اینڈرسن کا جنازہ دھوم دھام سے نکالا گیا اور ان کی لاشوں کو قبروں سے نکلوا کر دوبارہ بڑی شان و شوکت اور شاہی احترام کے ساتھ دفن کیا گیا، اور گوجر سنگھ نامی سپاہی کو جس نے ایگنیو کو قتل کیا تھا گرفتار کر کے تختۂ دار پر چڑھایا گیا۔

دیوان مول راج پر ایگنیو اور اینڈرسن کے قتل کی سازش کے جرم میں مقدمہ چلایا گیا اور اس کی سماعت ایک کمیشن کے سپرد ہوئی جس کے رکن مسٹر منسل، مسٹر منٹگمری اور کرنیل پینی تھے۔ کمیشن کی رائے میں ملزم مجرم ثابت ہوا لیکن اس کے ساتھ ہی کمیشن نے اس رائے کا بھی اظہار کیا کہ حالات کچھ ایسے تھے جن کی وجہ سے دیوان مولراج

Marfat.com

کچھ مجبور بھی تھا۔ مول راج کو کلکتہ پہنچایا گیا۔ وہاں سے بنارس تبدیل ہوا جہاں اس کا انتقال ہو گیا۔ دیوان مول راج کی اولاد اور رشتہ دار موضع اکال گڑھ ضلع گوجرانوالہ میں آباد تھے اور ان میں سے کئی ایک سرکاری ملازم تھے۔

(۱۲)

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی

ان ایام میں مسٹر ہملٹن قسمت ملتان کا کمشنر تھا۔ اس وقت ملتان میں تلنگوں کی دو پلٹنیں نمبر ۶۲ و نمبر ۶۹ موجود تھیں اور ملتان ایک ایسا مقام تھا جہاں سے دوسرے مقامات کے ساتھ سلسلۂ نامہ و پیام جاری رہ سکتا تھا، اس لئے اس کی حفاظت اور انتظام ایک نہایت ضروری امر تھا۔ نمبر ۶۹ پلٹن کے متعلق انگریزوں کو بے حد شکوک تھے۔ باقی ویسی پلٹنوں کی بابت اس قسم کا شک و شبہ نہ تھا مگر تشویش ضرور تھی اس لئے یہ ضرورت ہوئی کہ خطرے کے وقت کوئی مضبوط جائے پناہ قائم کی جائے ۱۸۴۹ء کے حملہ کے بعد سے قلعہ ملتان محض کھنڈر ہو چکا تھا۔ اب اس کو مستحکم کرنے کی طرف توجہ دی گئی۔ چونکہ ضروری مرمت میں کئی دن لگتے اور ہندوستانی افواج کی جانب سے ہر وقت بغاوت کا کھٹکا لگا رہتا تھا اس لئے لفٹنٹ ایتھرج (ETHERIDGE) کو جو ہندوستانی بحری فوج کا ایک افسر اور اس وقت اتفاق سے ملتان میں اپنے جہاز سمیت موجود تھا چند روز کے لئے روک لیا گیا تا کہ ضرورت کے وقت انگریز اس جہاز میں پناہ لے سکیں

Marfat.com

ہندوستانی سپاہیوں میں عام بے چینی کے آثار نمایاں تھے۔ ڈاکخانہ کے گرد اکثر اوقات خبروں کے انتظار میں جمع رہتے، پہلے وہ اپنا روپیہ خزانہ کی معرفت اپنے گھروں کو بھیجا کرتے تھے اب یہ سلسلہ بند ہو گیا۔ شہر میں اشرفی کی قیمت بڑھ گئی جس سے صاف ثابت ہوتا تھا کہ لوگوں کے دلوں سے اعتماد اور اعتبار اٹھ گیا ہے اور سب کے سب اپنا مال و متاع سنبھالنے کی فکر میں ہیں یہ سب باتیں یورپین آبادی کے لئے باعث تشویش بن رہی تھیں کہ سرحدی علاقہ میں بغاوت ہو جانے کی خبر ملتان پہنچی اس وقت چھاؤنی میں کرنیل ہکس (Hicks) کمان افسر تھا وہ اپنی ہندوستانی افواج سے ہتھیار واپس لے لینے کی کوئی معقول وجہ نہ پاتا تھا، لیکن چیف کمشنر لاہور نے تاکیدی احکام بھیجے کہ فوراً ہتھیار رکھوا لئے جائیں، چنانچہ جب دس جون ۱۸۵۷ء کو اس حکم کی تعمیل کامیابی کے ساتھ ہو گئی تو باشندگان شہر کا دم میں دم آیا اور کاروبار دوبارہ شروع ہوا۔ اصل میں اس کامیابی کا سہرا میجر چیمبرلین کے سر رہا جس نے انتہائی تدبر اور ہوشیاری سے ایسا انتظام کیا کہ کسی قسم کا فساد ہوئے بغیر تمام ہندوستانی فوج کے ہتھیار چھین لئے گئے۔ لاہور ملتان کی سڑک کی حفاظت کے لئے جگہ جگہ فوجی پہرے کا انتظام کیا گیا تا کہ سلسلہ آمد و رفت میں کسی قسم کی مزاحمت نہ ہو۔

پلٹنوں کے ہتھیار تو چھین لئے گئے لیکن چند ماہ تک انہیں چھاؤنی ہی میں رکھا گیا۔ نمبر ۶۹ پلٹن کے اعلیٰ ہندوستانی افسر کو اس کے دس ہمراہیوں سمیت توپ سے اڑا دیا گیا کیونکہ ان کے خلاف سازش اور غدر کا جرم ثابت ہوا۔ آخر جون ۱۸۵۷ء میں یہ حکم ہوا کہ ان پلٹنوں کو توڑ دیا جائے، چونکہ ان اشخاص کا یہ تعداد کثیر کسی ایک جگہ

Marfat.com

جمع ہونا بھی خطرے سے خالی نہ تھا اس لیئے یہ فیصلہ ہُوا کہ ہر روز بیس بیس کی تعداد میں یہ سپاہی چھاؤنی سے نکالے جایا کریں۔ اس حکم سے سپاہیوں کے دل میں یہ شک پیدا ہو گیا کہ چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں تقسیم کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان کو اپنے وطن پہنچنے سے پہلے ہی ہلاک کر دیا جائے۔ شرارت پسند لوگوں نے اس قسم کی بے بنیاد افواہوں کے پھیلانے میں بہت کچھ حصہ لیا اور یہ بات مشہور ہو گئی کہ یہ پلٹنیں ہتھیار ڈال دینے کے باوجود غدر کرنے پر آمادہ ہیں۔ ان خبروں کے باوجود حکام نے ان سپاہیوں کے خوف و ہراس کو دُور کرنے کی کوئی تدبیر نہ کی جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ ۳۱ اگست کی صبح کو دونوں پلٹنوں نے قواعد کرتے وقت بغاوت کر دی۔ ایک گورا پلٹن کے ایڈجوٹنٹ کو مار ڈالا اور یورپین توپ خانہ پر حملہ کر کے چار گوروں کو بھی قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد وہ ضلع میں ہر طرف بھاگ نکلے، شہر اور سول لائن کی حفاظت کا انتظام پہلے ہی سے بہت عمدہ تھا اس لیئے یہاں کوئی نقصان نہ ہوا۔

کل بارہ سو آدمیوں نے بغاوت کی تھی جس میں تین سو کے قریب تو چھاؤنی کی حدود ہی میں مارے گئے۔ باقی جو بچے وہ اِدھر اُدھر بھاگ نکلے کوئی چار سو آدمی شیر شاہ سے گذرتے ہوئے شجاع آباد کے علاقے میں جا پہنچے، تحصیلدار شجاع آباد اور مخدوم صاحب درگاہ شیر شاہ نے اپنے سینکڑوں ہمراہیوں اور زمینداروں کے ساتھ ان کا تعاقب کیا۔ رات کے وقت باغی دو ٹولیوں میں تقسیم ہو گئے۔ چھوٹی ٹولی کو دریائے چناب کے ایک ٹاپو میں دھکیل دیا گیا اور بڑی ٹولی دریائے ستلج اور چناب کے مقام اتصال کی طرف بھاگ گئی۔ وہ لوگ جو ٹاپو میں پناہ گزین ہوئے تھے ان میں سے زیادہ مارے گئے یا ڈوب مرے۔ باقی جو بچے ان کو پولیس نے یا مقامی رؤسا نے گرفتار کر لیا۔ چند روز

Marfat.com

کے بعد بڑی ٹولی کو بھی لفٹنٹ نورگیٹ نے جا پکڑا اور وہ سب کے سب تباہ کر دیئے گئے۔

آزادی پسندوں کا ایک دوسرا گروہ شمال کی جانب چناب تک نکل گیا۔ تحصیلدار سرائے سدھو نے پولیس کے سپاہیوں کے ساتھ ان کا تعاقب کیا اور اقوام ننگڑیال، ہراج، سرگانہ، اترگڈ وغیرہ کے سرداروں نے بھی کافی جمعیت کے ساتھ سرکار کو امداد دی۔ غلام مصطفےٰ خان خاکوانی کو بھی ملتان سے پولیس کے سوار ہمراہ دے کر ان کے تعاقب میں بھیجا گیا۔ کرم پور کے نزدیک نالہ دیوان واہ کے محاذ میں زبردست مقابلہ ہوا اور باغی اس بہادری سے لڑے کہ اوّل اوّل سرکاری فوج کو کافی نقصانِ جان کے ساتھ پسپا ہونا پڑا۔ بہاول ننگڑیال اس معرکہ میں مارا گیا۔ اسی اثناء میں انگت رائے تحصیلدار سرائے سدھو اپنی جمعیت سمیت وہاں پہنچ گیا اور دوبارہ لڑائی شروع ہوئی، لیکن افسوس کہ آزادی خواہوں کو شکستِ فاش ہوئی، کسی کو امان نہ دی گئی اور سب کا وہیں خاتمہ کر دیا گیا۔ باقی جو آدمی بچ رہے تھے وہ بھی آہستہ آہستہ گرفتار کر کے ختم کر دیے گئے اور اس طرح حکومتِ انگریزی کے قدم جم گئے، لیکن آزادی کی تحریکوں سے مجبور ہو کر بالآخر انگریزوں کو برِصغیر کی حکومت سے دست بردار ہونا پڑا اور ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان اور بھارت کی دو آزاد سلطنتوں کا قیام عمل میں آیا۔

Marfat.com

متفرقات

انتظام حکومت

سلطنتِ مغلیہ کی تقسیم انتظام کاروبار کے لحاظ سے ملتان کے متعلق آئین اکبری میں یوں درج ہے کہ ملتان ایک سالم صوبہ کا صدر مقام تھا۔ اس زمانے میں یہ صوبہ تین مختلف قسمتوں یعنی دیپال پور، بھکر اور ملتان پر مشتمل تھا۔ ہر ایک قسمت کو "سرکار" کے لفظ سے تعبیر کرتے تھے۔ علاوہ بریں ٹھٹھ کا مفتوحہ علاقہ جس میں پانچ سرکاریں تھیں صوبۂ ملتان ہی میں شمار کیا جاتا تھا۔ ملتان کی سرکار میں موجودہ ضلع کے علاقہ کے علاوہ کچھ اور رقبہ بھی شامل تھا اور پانچ پرگنوں میں منقسم تھا سکھوں کے زمانہ میں تقسیم علاقہ کا کوئی منظّم انداز نہ تھا۔ اس زمانے میں یہ علاقہ تقریباً بیس کارداریوں یا تعلقوں میں تقسیم ہوا جن کی تفصیل میجر ایڈورڈز نے حسبِ ذیل بیان کی ہے۔

لڈن، ٹبی، میلسی، کہروڑ، نالہ صدر واہ، بہادر پور، کوٹلی عادل، پنجابی، غازی پور، ملتان، خانپور، کھائی، شاہ پور، سکندر آباد، شجاع آباد، سردار پور، سدھنائی اور تلمبہ

صوبہ کے حاکم کو صوبیدار کہتے تھے لیکن اٹھارویں صدی کی ابتدا میں یہ عہدہ "ناظم" کے نام سے موسوم ہوگیا ہے۔ حاکم صوبہ کے ماتحت بے شمار اہلکار، متصدی جاگیردار، اجارہ دار اور کاروار وغیرہ ہوتے تھے۔ انسدادِ جرائم کے لئے محکمہ فوجداری قائم تھا جس میں بحق امداد اپنے افسروں کے ماتحت کام کرتے تھے جن کو فوجدار

Marfat.com

کہتے تھے۔ تھانہ دار، کوتوال اور جمعدار بھی مقرر تھے۔ دیوانی کا محکمہ قاضیوں اور مفتیوں کے ہاتھ میں تھا۔ مال گذاری وصول کرنے کے لیے ہر گاؤں میں دیہر، پٹواری، پٹہ دار کروڑی اور بخشی مقرر تھے جن کے حساب کتاب کی پڑتال کے لیے قانون گو مقرر تھے جو کاردار پرگنہ کے ماتحت کام کرتے تھے۔

دیوان ساون مل کے عہد میں اس عملہ میں بہت زیادہ تخفیف کر دی گئی، پھر بھی ملتان میں ایک بہت بڑا دفتر قائم تھا جس کی نگرانی دیوان ساون مل خود کیا کرتا تھا۔ دیوان صاحب کے زمانے میں ہر ایک کارداری میں جس کا رقبہ ہمارے آج کل کے ایک تھانہ کے لگ بھگ ہوتا تھا صرف ایک کاردار اور ایک منشی مقرر تھا۔ کاردار کی تنخواہ پندرہ روپیہ ماہوار سے لے کر تیس روپے ماہوار تک ہوتی تھی۔ وقتاً فوقتاً اس کے حساب کتاب کی پڑتال ہوتی تھی اور اگر اس کے خلاف رشوت ستانی یا کسی قسم کی اور کوتاہی کا شبہ ہوتا تو اس پر جرمانہ کیا جاتا تھا۔ فوجداری جرائم کی پاداش میں عام طور پر جرمانہ کی سزا دی جاتی جسے "چٹی" یعنی تاوان کہتے تھے۔ بعض وقت ناک کان کاٹ دیئے جاتے تھے اور کبھی سزائے قید بھی دی جاتی تھی لیکن قید کا بدل جرمانہ کی صورت میں وصول کر لیا جاتا تھا جو خود مجرم یا اس کے رشتہ دار ادا کر دیتے تھے۔ قتل کی واردات کے لیے سزا لازمی طور پر سخت نہ ہوتی تھی لیکن مویشی کے چور کو تلوار سے قتل کیا جاتا تھا۔ مویشیوں کی چوری کے سلسلہ میں دیوان ساون مل کی سختی آج تک زبان زدِ خلائق ہے اور آج کل کے انتظامات کے مقابلہ میں لوگ اس کا ترجیحاً ذکر کرتے ہیں۔ دیوان صاحب کے اس قسم کے فیصلہ کے متعلق ایک خاص واقعہ مشہور ہے کہ علی ڈانگرہ نامی ایک مشہور رئیس نے

Marfat.com

جو دیوان صاحب کا مشیرِ خاص تھا ایک دفعہ ایک خوب صورت نوجوان چور کی جس نے کوئی جانور چرایا تھا بڑے زور کی سفارش کی۔ اس سفارش کا نتیجہ یہ ہوا کہ دیوان نے یہ حکم دیا کہ چور کو علی ڈانگرہ کے مکان کے دروازے پر پھانسی دی جائے۔ سکھوں اور مغلوں کے زمانے میں قیدی قلعوں میں قید کیے جاتے تھے اور ان کو اپنی خوراک بھیک مانگ کر پیدا کرنی پڑتی تھی سرکار کی جانب سے ان کو کوئی خوراک نہیں دی جاتی تھی۔ جرائم کے انسداد کا کام سکھوں کے زمانہ میں فوج کے سپرد تھا۔ قاضیوں کی جگہ جو مغلوں کے وقت میں جوڈیشل افسر ہوتے تھے اب "عدالتی" مقرر ہوتے جن کا کام صرف تصدیقِ وسنا و بزات اور دوسرا معمولی کاروبار تھا۔

قلعۂ ملتان

"قلعۂ ملتان ایک نہایت بلند ٹیلے پر واقع ہے جس کو پرانے زمانے میں دریائے راوی کی ایک شاخ شہر سے علیحدہ کرتی تھی۔ اس امر کے متعلق کوئی تاریخی شہادت دستیاب نہیں ہو سکتی کہ پہلے پہل یہ قلعہ کس زمانے میں تعمیر ہوا، البتہ سر الیگزنڈر کننگھم نے جو ۱۸۵۳ء میں یہاں تھے ایک کنواں مندر پرہلاد پوری کے بالمقابل کھدوایا تھا اور اس وقت اس میں سے جو مختلف اشیاء برآمد ہوئیں ان سے کچھ استنباط کیا جا سکتا ہے۔ اس کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

گہرائی فٹوں میں	اندازہ تاریخ	تفصیل اشیاء جو برآمد ہوئیں	کیفیت	گہرائی فٹوں میں	اندازہ تاریخ	تفصیل اشیاء جو برآمد ہوئیں	کیفیت
۱ و ۲	سنہ ۱۷۰۰ء	ٹوٹی ہوئی انگریزی بوتلیں		۲۱	سنہ ۴۰۰ء	بڑی اینٹوں کے ٹکڑے	

Marfat.com

گہرائی فٹوں میں	اندازہ تاریخ	تفصیل اشیاء جو برآمد ہوئیں	کیفیت	گہرائی فٹوں میں	اندازہ تاریخ	تفصیل اشیاء جو برآمد ہوئیں	کیفیت
		لوہے کے گولے اور				۱۴" × ۱۱" × ۲½"	
		سکّہ کی گولیاں		۲۲، ۲۳	سنہ ۳۰۰ء	......	
۳	سنہ ۱۹۰۰ء	......		۲۴	سنہ ۲۰۰ء	......	
۴ و ۵	سنہ ۱۵۰۰ء	روغنی برتن اور اینٹیں		۲۵، ۲۶	سنہ ۱۰۰ء	......	
۶	سنہ ۱۴۰۰ء	چھوٹی اینٹیں ۹" × ۴" × ۱"		۲۷	سنہ ۱ قبل از مسیح		
۷ و ۸	سنہ ۱۳۰۰ء	......		۲۸، ۲۹	سنہ ۱۰۰ "	......	
۹	سنہ ۱۲۰۰ء	......		۳۰	سنہ ۲۰۰ "	دو فٹ گہری راکھ	ریشم کاتنے
۱۰ و ۱۱	سنہ ۱۱۰۰ء	معزالدین کیقباد کے				اور جلی ہوئی مٹی	والے کا
		زمانے کے سکے سنہ ۱۲۸۶-۸۹ء		۳۱، ۳۲	سنہ ۳۰۰ "		گولہ۔
		روغنی چراغ					موچی کی
۱۲	سنہ ۱۰۰۰ء	سری سمنتا دیوا کے					پتھری۔
		زمانے کے سکے سنہ ۹۰۰ء					تانبے کے
۱۳	سنہ ۹۵۰ء	اینٹیں ۱۱" × ۶½" × ۲"					کوئی دو سو
۱۴	سنہ ۹۰۰ء	روغنی اینٹیں وغیرہ					سکے۔
		نکلنا بند ہو گئیں		۳۳ تا	سنہ ۴۰۰ و سنہ ۵۰۰		
۱۵	سنہ ۸۰۰ء	سرخ رنگ کی راکھ	خشت ہائے	۳۵	قبل از مسیح		
۱۶ و ۱۷	سنہ ۷۰۰ء	دو فٹ گہری	۱۴" × ۱۱" × ۲½"	۳۶ تا	سنہ ۶۰۰ تا		
۱۸	سنہ ۶۰۰ء	راکھ ۹" گہری		۴۰	سنہ ۸۰۰ قبل از	قدرتی مٹی	
۱۹ و ۲۰	سنہ ۵۰۰ء	......			مسیح		

Marfat.com

سر کننگھم کا خیال ہے کہ ۸۰۰ء کی جو راکھ برآمد ہوئی وہ محمد قاسم کے حملہ ۷۰۰ء سے مطابقت کھاتی ہے اور ۳۰۰ قبل از مسیح والی راکھ سکندر اعظم کے حملہ پر دلالت کرتی ہے۔

جب قلعہ سالم موجود تھا تو اس کا محیط تقریباً ۶۶۰۰ فٹ یا سوا میل کے قریب تھا اور اس میں تقریباً ۴۶ برج تھے۔ اس کے علاوہ چاروں دروازوں پر دو بڑے بڑے بُرج اور بھی تھے۔ چاروں دروازوں کے نام حسب ذیل تھے:

(۱) دیہہ دروازہ بجانبِ مغرب کننگھم صاحب کی رائے ہے کہ یہ دروازہ دلیل تھا جہاں سے لوگ براہ راست مندر میں جاتے تھے۔ (۲) خضری دروازہ بجانب شمال مشرق، یہ دروازہ دریا کی جانب کھلتا تھا اور حضرت خواجہ خضر کی نسبت سے اس کا نام خضری دروازہ مشہور ہوا۔ (۳) سکھی دروازہ بجانب جنوب مشرق، اس کی وجہ تسمیہ غالباً یہ ہو سکتی ہے کہ قدیمی شہر سِکہ جس کا عرب مؤرخین نے بھی ذکر کیا ہے اس طرف واقع تھا یا یہ کہ اس دروازے پر آہنی میخیں لگی ہوئی تھیں تاکہ ہاتھیوں کے حملہ سے محفوظ رہے ۱۸۴۸ء میں مسٹر وانز ایگنیو پر قاتلانہ حملہ بھی اسی دروازے پر ہوا تھا۔ یہ دروازہ تو اب موجود نہیں لیکن اسی راستے سے لوگ مندر پر ہلاد پوری اور خانقاہ حضرت غوث ؒ کی زیارت کے لیے جاتے ہیں (۴) ریڑی دروازہ حسین آگاہی کے مقابل میں تھا غالباً اس طرف غیر معمولی نشیب کی وجہ سے اس کا یہ نام مشہور ہوا۔ یہ دروازہ بھی نابود ہو چکا ہے۔

زمانہ سلف کی کوئی عمارت اب قلعہ میں موجود نہیں۔ قدیم الایّام میں جو مندر سورج مندر کے نام سے مشہور تھا اور کئی صدیوں تک عرب حکمرانوں کے قبضہ میں رہا اب نابود ہے۔ ہیونگ سانگ نے اس مندر کا ذکر ۶۴۱ء میں کیا ہے۔ غالباً گیارہویں

Marfat.com

صدی میں یہ مندر تباہ کر دیا گیا۔ گو اس کی دوبارہ تعمیر ہوئی لیکن بعد میں غالباً گرا دیا گیا۔ عالمگیر کے زمانہ میں جو جامع مسجد تعمیر ہوئی تھی وہ جنگِ ملتان کے دوران میں ایک گولہ کے صدمہ سے مسمار ہو گئی کیونکہ اس میں سکھوں کا کل میگزین گولی بارود وغیرہ جمع تھا۔ سر کننگھم نے اس مسجد کے کھنڈر ۱۸۵۳ء میں دیکھے۔

سورج مندر کا مفصّل ذکر قدیم مؤرخین ہیون سانگ، البلاذری، مسعودی، البیرونی، ادریسی اور قزوینی وغیرہ نے کیا ہے اس لیے اس کی تفصیل اس مختصر تذکرہ میں نہیں دی گئی۔

قصبہ تلمبہ
تحصیل خانیوال (ملتان)

موجودہ قصبۂ تلمبہ سے پہلے غالباً یہ قصبہ دو مختلف مقامات پر آباد ہو چکا ہے۔ ایک مقام تو غالباً وہ بہت بڑا ٹیلہ ہے جو موجودہ قصبہ کے جنوب مشرق میں ایک میل کے فاصلے پر "ماموشیر" کے نام سے مشہور ہے اور دوسرا مقام بجانبِ مغرب ہے جہاں اب تک پرانی آبادی کے کھنڈر موجود ہیں۔ مقامی روایت یہ ہے کہ راجہ تل نے جو راجہ سلی واہن سیالکوٹی کی اولاد میں سے تھا اس شہر کی بنیاد ڈالی۔ راجہ تل کے نام پر اس قلعہ کا نام "تل اُبھا" (اُبھا بمعنی شمالی) قرار پایا۔ یہ فیصلہ کرنا ذرا مشکل ہے کہ ان دونوں مقاماتِ قدیمہ میں سے وہ کونسا قلعہ تھا جسے سکندرِ اعظم نے مسمار کیا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ محمود غزنوی نے بھی اس شہر پر حملہ کیا لیکن اس شہر کا خاص ذکر تیمور کے حملہ کے سلسلہ میں ضرور آتا ہے۔

تیمور اس شہر پر حملہ کرنے کا ذکر خود تزکِ تیموری میں یوں لکھتا ہے۔

"جب میں تلمبہ میں پہنچا تو میں نے اپنا ڈیرہ دریا کے کنارے لگایا۔ تلمبہ شہر ملتان سے کوئی ۷۰ میل کے فاصلے پر آباد ہے۔ اسی روز اہلِ سادات، علماء و فضلا اور شیوخِ شہر

Marfat.com

میری مُلاقات کو آئے اور میری رکاب بوسی کی۔ اُن سب کے چہرے سے حسنِ نیت عیاں تھا اس لیے میں نے اُن سب کو اُن کے مدارج کے مطابق سرفراز کیا۔ یکم صفر کو سنیچر کے دن میں نے آگے بڑھ کر قلعہ تلمبہ کے بالمقابل میدان میں ڈیرے ڈال دیئے۔ میرے وزراء نے زرِ فدیہ دو لاکھ روپیہ قائم کیا اور محصل مقرر کر دیئے۔ اہلِ سادات آلِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہونے کی حیثیت سے اور علماء و فضلا وارثِ شریعتِ محمدیؐ ہونے کے لحاظ سے ہر مسلمان کے لیے موجبِ افتخار و عزت ہیں اس لیے میں نے حکم دیا کہ جو زرِ فدیہ ان کے ذمّہ واجب آئے وہ خارج از حساب سمجھا جائے، اور میں نے ان سب کو تحائفِ مختلفہ اور اسپ ہائے عربی عطا کر کے بعد عزّت واپس کیا اور وہ سب کے سب بے حد خوش اور مطمئن ہو کر چلے گئے۔ کمکی افواج بھی پہنچ گئیں اور میرا لشکر حشرات الارض اور ٹڈی دل کی طرح پھیل گیا۔ اس وجہ سے رسد کی عام کمی ہو گئی۔ شہر والوں کے پاس بہت سا اناج موجود تھا میں نے حکم دیا کہ اہالیٔ شہر نقدی کے بجائے جنس میں زرِ فدیہ ادا کریں لیکن اُنھوں نے اناج کا ذخیرہ قائم رکھنے پر اصرار کیا اور میری فوج کی تکلیف کی کچھ پروا نہ کی بھوکے تاتاری ایک عام حملہ کر کے چیونٹیوں اور ٹڈی دل کی طرح شہر والوں پر پل پڑے اور اتنے ذخائرِ رسد جمع کیے کہ ان کا شمار مشکل تھا۔ مشہور مثل کے مطابق کہ "جب بادشاہ کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو اس شہر کو برباد کر دیتے ہیں" بھوکے لشکریوں نے ایسا ظلم ڈھایا کہ اس تباہی کی خبر میرے کانوں تک پہنچی۔ میں نے بسّدوں کو حکم دیا کہ وہ فوج کو شہر سے باہر نکال دیں اور جو ذخیرہ اناج انہوں نے لُوٹا ہے وہ زرِ فدیہ کے مقابلہ میں محسوب کر لیا جائے۔ اس اثناء میں مجھے معلوم ہوا کہ

Marfat.com

بعض بڑے بڑے زمینداران علاقہ نے شہزادہ پیر محمدؒ کے حملہ ملتان کے دوران میں اطاعت و وفاداری کو ملحوظ رکھتے ہوئے شہزادہ موصوف کا ساتھ دیا تھا لیکن جب وہ فوج سے علیحدہ ہو کر اپنے اپنے گھروں کو واپس ہوئے تو منحرف ہو کر باغی ہو گئے تھے میں نے فوراً حکم دیا کہ امیر شاہ ملک اور شیخ محمد بن ایکو اور تیمور اپنی اپنی افواجِ قاہرہ کے ساتھ جائیں اور ان کی قرار واقعی سرکوبی کریں۔ امیر شاہ ملک اور شیخ محمدؒ ایک رہنما اپنے ہمراہ لے کر فوراً روانہ ہوئے اور قرب وجوار کے جنگلوں میں پہنچ کر حملہ آور ہوئے جہاں ان تہی دستانِ قسمت بدبختوں نے پناہ لی تھی۔ تقریباً دو ہزار آدمیوں کو تہ تیغ کر ڈالا اور ان کی عورتوں بچوں، گائیوں بھینسوں اور جملہ مویشیوں کو اکٹھا کر کے لے آئے۔ یہ سب مالِ غنیمت انھوں نے میرے سامنے پیش کیا اور میں نے حکم دیا کہ یہ سب مال ومتاع فوج میں تقسیم کر دیا جائے۔ جب ان بدبختوں کی پوری پوری بیخ کنی ہو گئی تو میں ۷ ماہ صفر کو تلمبہ سے روانہ ہوا۔"

تاریخ فرشتہ میں تحریر ہے کہ امیر تیمور نے قلعہ تلمبہ کی طرف توجہ نہیں کی کیونکہ اس صورت میں اس کی آئندہ ترقی میں تاخیر ہوتی تھی۔ یہ بات غلط معلوم ہوتی ہے بہرحال شہر بدستور آباد رہا، موجودہ مقام بیاس کی تبدیلی سولہویں صدی کے شروع میں محمود خان لنگاہ کے عہد میں دریا کا رُخ تبدیل ہو جانے کی وجہ سے ہوئی۔ سکھوں کی روایات میں بھی تلمبہ کا ذکر ہے جہاں گورو نانک صاحب کو ایک ٹھگ سے سابقہ پڑا۔ شہنشاہ اکبر کے زمانے میں تلمبہ محال ملتان میں شمار ہوتا تھا اور شاہجہان کے عہد میں لاہور ملتان کی سڑک پر یہاں ایک بہت بڑی سرائے تھی۔ یہ سرائے ۱۷۵۰ء میں دریا کی زد میں آ کر منہدم ہو گئی۔ احمد شاہ ابدالی نے بھی اس شہر میں لوٹ مار کی

لیکن یہ شہر شریف بیگ کے زمانے میں جو بعد میں نائب ناظم ملتان مقرر ہوا پھر خوش حال ہو گیا۔ شریف بیگ نے شہر کے جنوب مغرب میں ایک عمارت بنوائی جو غالباً سرائے تھی۔

ٹاموشیر کے کھنڈروں کے متعلق کننگھم صاحب یوں رقمطراز ہیں۔

" یہ ایک وسیع شہر تھا جس کے جنوب میں ایک عظیم الشان قلعہ تقریباً ایک ہزار فٹ مربع کا موجود تھا باہر کی فصیل ۲۰۰ فٹ موٹی ۲۰ فٹ اونچی تھی اور اس کے اندر کی طرف اسی حجم کی ایک اور فصیل تھی۔ دونوں فصیلوں کے باہر کی طرف بڑی بڑی اینٹیں جن کا حجم ۱۲ فٹ × ۸ فٹ × ۲½ فٹ تھا لگی ہوئی تھیں۔ ان فصیلوں کے اندر کی جانب ایک خندق تقریباً سو فٹ چوڑی موجود تھی اور اندرونی قلعہ تقریباً ۵۰ فٹ مربع کا تھا جس کی دیواریں چالیس فٹ بلند تھیں۔ اس قلعہ کے درمیان ایک برج ستر فٹ بلند تھا جس کی بلندی سے تمام علاقہ پر نظر پڑتی تھی۔ اینٹوں کے ٹکڑے جو ادھر ادھر بکھرے پڑے ہیں اور عمارت کی ساخت وغیرہ سے باشندگانِ علاقہ کے اس بیان کی تصدیق ہوتی ہے کہ یہ دیواریں ابتداء میں باہر کی طرف سے پختہ تھیں۔"

قصبہ شجاع آباد
تحصیل شجاع آباد (ملتان)

شجاع آباد جس کا دوسرا نام "شجاع واکوٹ" یا "تل کوٹ" ہے۔ دریائے چناب سے کوئی پانچ میل بجانبِ مشرق اور ریلوے سٹیشن سے بجانبِ مغرب کوئی دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ تقریباً تمام شہر پختہ بنا ہوا ہے اور اس کے گرد ایک مضبوط فصیل ہے جس میں چار بڑے بڑے دروازے ہیں۔ ملتانی دروازہ بجانبِ شمال

Marfat.com

موسیٰ دروازہ بجانبِ مشرق۔ رشید شاہ دروازہ بجانبِ جنوب اور چو طافہ بجانبِ مغرب۔

یہ شہر ۱۷۵۰ء میں نواب شجاع خان نے آباد کیا تھا اور اس کی فصیل ۱۷۶۶ء۔۱۷۶۷ء کے درمیان تیار ہوئی۔ یہ شہر نواب صاحب کو بے حد پسند تھا اور آپ نے بڑی محنت اور کوشش سے مالدار ہندوؤں کو شہر میں آباد ہونے کی ترغیب دی۔ نواب مظفّر خان شہید کے زمانے میں اس شہر کی ترقی اور خوش حالی کو چار چاند لگ گئے۔ اپنے آٹھوں بیٹوں کے لئے آٹھ شاندار مکانات تعمیر کرانے کے علاوہ نواب ممدوح نے زرِ کثیر خرچ کر کے مبارک محل، ثمن برج اور جہاز محل تعمیر کرائے۔ اوّل الذکر محلات فصیل کے اوپر تھے اور اب مسمار ہو چکے ہیں۔ البتہ جہاز محل میں تحصیل قائم ہے اور ۱۹۰۰ء تک اس کے ایک حصہ میں تھانہ پولیس بھی تھا۔ یہ محل نواب مظفر خاں شہید نے حج بیت اللہ سے واپسی پر تعمیر کرایا تھا اور اس کی وضع قطع شکل و شباہت جہاز سے زیادہ ملتی جلتی ہے لیکن گمان غالب یہ ہے کہ اس کا نام حجاز محل ہوگا جو بعد میں جہاز محل کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اس محل کے سب سے بڑے کمرے میں سنگِ مرمر کا فرش تھا لیکن بعد میں اُسے اکھاڑ دیا گیا۔

مشہور و معروف سیّاح مین صاحب جو غالباً ۱۸۲۷ء میں یہاں سے گزرے لکھتے ہیں:

"شجاع کوٹ یا شجاع آباد ایک مستحکم شہر ہے اور اس کی مضبوط فصیل ایک خوشنما نظارہ پیش کرتی ہے۔ اس کا بازار نہایت عمدہ ہے اور یہاں کی چوب تراشی کا کام مشہور ہے۔ روئی کی منڈی ہے۔ قلعہ میں تھوڑی سی فوج بھی رہتی ہے اور

Marfat.com

فصیل شہر پر چند توپیں بھی چڑھی ہوئی ہیں۔ قرب و جوار میں وسیع باغات ہیں جن میں مظفر خان کا باغ مشہور ہے۔ علاقہ نہایت زرخیز ہے اور یہاں نیشکر اور کپاس کی کاشت خوب ہوتی ہے۔"

۱۸۴۸ء کی جنگِ ملتان میں یہاں رسد رسانی کا محکمہ قائم تھا۔

قصبہ جلال پور پیر والا
تحصیل شجاع آباد (ملتان)

یہ قصبہ ایک خشک دریا بھتری یا دہاڑی کے کنارے پر آباد ہے جس میں اب بھی چناب کا پانی برسات کے موسم میں آجاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ شہر حضرت سلطان احمد قتالؒ نے آباد کیا تھا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جلال نامی ایک شخص جو قوم کا لنگاہ یا اعوان تھا اس شہر کا بانی تھا اور حضرت سلطان احمد قتالؒ بعد میں یہاں آکر اقامت پذیر ہوئے۔ پرانی دستاویزات میں اس شہر کا نام جلال پور احمد قتالؒ واہ یا جلال پور ساوات درج ہے۔ آج کل عام طور پر جلال پور پیر والہ کے نام سے مشہور ہے۔

کاغذ سازی اس قصبہ کی مشہور دستکاری تھی اور یہ کاغذ پہلے عام طور پر استعمال ہوتا تھا لیکن ولایتی کاغذ کے عام رواج کی وجہ سے یہ صنعت اب زوال پذیر ہو چکی ہے۔

دُنیا پور
تحصیل لودھراں (ملتان)

قدیم الایام میں دُنیا پور کی آبپاشی دریائے بیاس کے ذریعہ ہوتی تھی۔ اس شہر کی وجہ تسمیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ کسی زمانے میں اپنی شان و شوکت اور خوش حالی کے لحاظ سے یہ دُنیا کا مقابلہ کرتا ہو گا۔ لیکن عام طور پر یہ مشہور ہے کہ دُنی چند نامی ایک متمول ساہوکار اس شہر کا بانی تھا۔

Marfat.com

البتہ یہ قول دُرست معلوم نہیں ہوتا کہ خاندانِ جوہیہ نے شہنشاہ عالمگیر کے زمانے میں اس شہر کو آباد کیا کیونکہ آئینِ اکبری میں اس شہر کا ذکر موجود ہے۔ شہنشاہ عالمگیر کے زمانے کی ایک شاندار مسجد اس شہر کے زیرین حصّہ میں اب تک موجود ہے۔

سولھویں صدی کے آغاز میں یہاں راول بھٹی چاچک جیسلمیری اور شہزادگان لنگاہ کے درمیان ایک خونریز معرکہ ہوا۔ ٹاڈ صاحب وقائع راجستھان میں اس لڑائی کا یُوں ذکر کرتے ہیں۔

"چاچک نے پیلی بنگہ کے سردار تھراج کھوکھر پر ایک بھٹی کے گھوڑے کی چوری کے سلسلے میں فوج کشی کی۔ کھوکھروں کو شکست ہوئی اور ان کا مال و متاع لُوٹ لیا گیا، لیکن بھٹی کے قدیمی دشمن لنگاہ موقع سے فائدہ اٹھا کر بھٹی پہ حملہ آور ہوئے اور اس کی فوج کو دُنیا پور سے بھگا دیا جو اس سلسلہ میں اس کے قبضہ میں آیا تھا۔ اس کے بعد بھٹی جس نے اپنی فوج ظفر موج کے ساتھ وسطِ پنجاب تک اپنا سکہ بٹھا لیا تھا بیمار ہو گیا اور اس بیماری کی وجہ سے آہستہ آہستہ کمزور ہونے لگا۔ بھٹی کی دِلی تمنّا یہ تھی کہ جس طرح وہ تمام عمر شمشیر بکف رہا ہے اسی طرح وہ عزّت کی موت مرے اور بیماری کی وجہ سے جو اس کو گھن کی طرح کھا رہی ہے اس کا ذلیل خاتمہ نہ ہو۔ چنانچہ بھٹی نے شاہ لنگاہ کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ مہربانی کر کے اُسے جنگ آزمائی کا موقع دے تاکہ بیماری کی وجہ سے وہ یوں نامراد نہ مرے۔ اوّل اوّل تو شاہ لنگاہ یہ سمجھا کہ اس پیام میں کوئی دغا ہے لیکن قاصد نے

Marfat.com

ہر ممکن طریق سے تسلی دی اور یقین دلایا کہ اس کے سردار چاچک کی یہ دلی تمنا ہے اور وہ پانچ سو سے زیادہ سپاہی میدانِ کارزار میں نہ لائے گا چنانچہ یہ چیلنج منظور کر لیا گیا۔ راول بھٹی نے اپنے عزیز و اقارب اور جاں نثاروں کو اکٹھا کیا، چنانچہ سات سو چیدہ سپاہی اپنے سردار کے ساتھ آخری جنگ میں مرنے مارنے کو تیار ہو گئے۔ رانا چاچک یوں تیار ہو کر دنیا پور پہنچا اور یہاں اُسے معلوم ہوا کہ اس کا مدِ مقابل شاہ ملتان اس سے دو کوس کے فاصلے پر ہے۔ اس کا دل خوشی اور مسرت کے جذبات سے لبریز ہو گیا، فوراً غسل کیا، تلوار اور دیوتاؤں کی پوجا کی، خیرات تقسیم کی اور دنیاوی خیالات سے کنارہ کش ہوا۔ میدانِ کارزار گرم ہوا اور دو گھنٹے کی خونریز لڑائی کے بعد جس میں راول اور اس کے ہمراہیوں نے خوب دادِ شجاعت دی اور دو ہزار لنگاہ تہ تیغ ہوئے راول بھٹی اپنی کل جماعت سمیت خون کی ندیاں بہا کر تلواروں کے سایہ میں ہلاک ہوا۔

قصبہ کہروڑ
تحصیل لودھراں (ملتان)

قصبہ کہروڑ ایک پرانے خشک دریا کے جنوبی کنارے پر آباد ہے۔ کہتے ہیں کہ کہیر بھٹی نے یہ شہر آباد کیا تھا جو شاہانِ مغلیہ کے تابع تھا جب کہروڑ نے بغاوت کی تو جویا خاندان کے سرداروں نے اس شہر کو فتح کر لیا۔ اس وقت سے اب تک ان لوگوں کا اس شہر میں اقتدار رہا ہے۔ ٹاڈ صاحب تاریخ راجستان میں لکھتے ہیں کہ راجہ کیلون جیسلمیری نے دریائے بیاہ کے کنارے پر اپنے والد کیہروہ کی یاد میں ایک قلعہ کہروڑ نامی تعمیر کیا۔ ممکن ہے کہ یہ قلعہ اسی راجہ نے تعمیر کیا ہو لیکن یہ امر مسلمہ ہے کہ شہر کہروڑ قدیم الایام سے آباد ہے۔

Marfat.com

اس شہر میں حضرت شیخ سید علی سرور رحمۃ اللہ علیہ کا مقبرہ ایک قابلِ دید عمارت ہے۔ شہر کہروڑ سے تقریباً نصف میل کے فاصلہ پر بجانب شرق پیر برہان رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے جو سلطنتِ مغلیہ کے زمانے میں یہاں کے حاکم تھے اور اپنی شہرۂ آفاق سخاوت کی وجہ سے خزانہ سرکار بھی فقرا میں تقسیم کر دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ مطالبہ سرکار پورا کرنے کی غرض سے ٹھیکریاں بھر کر بھیج دیں جو وہاں کھولنے پر اشرفیاں ثابت ہوئیں۔

کہروڑ کے باشندوں کے متعلق کئی ضرب الامثال مذاقیہ مشہور ہیں مثلاً آیا یار کہروڑی۔ لش پش گھنی محبت تھوڑی۔ دکھان دروازہ لنگھاون موری۔ یعنی کہروڑی باتیں بہت کرتے ہیں لیکن خلوص بہت کم ہوتا ہے ظاہر کچھ باطن کچھ۔ لیکن یہ مثالیں غالباً پرانے زمانے کی ہیں۔

○

Marfat.com

Marfat.com

اولیائے کرام

Marfat.com

Marfat.com

شیخ الاسلام شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رح

آں محرم رازِ لامکانی — موصوف صفاتِ جاودانی
افلاک بزیر پائے کردہ — در عالم عشق جائے کردہ
باطن بہویت و حقیقت — ظاہر بشریعت و طریقت
آں پاک گزیدۂ مشائخ — و آں مردم دیدۂ مشائخ
سلطانِ سریر ملکِ تمکین — یعنی کہ بہائے ملّت و دین
او مالکِ ملکِ لایزالی ست — در سلکِ محبتش جمالی ست

(سیر العارفین)

القریشی الاسدی، اکابر اولیائے پاک و ہند اور عظمائے مشائخِ سہروردیہ میں سے ہیں۔ صاحبِ کراماتِ ظاہرہ و مقاماتِ باہرہ و برکاتِ شاملہ تھے۔ ولادت باسعادت ۲۷ رمضان المبارک ۵۶۶ھ کو بروز جمعہ صبح کے وقت بمقام کوٹ کروڑ (ضلع مظفر گڑھ) واقع ہوئی۔ سفینۃ الاولیاء اور آئینِ اکبری میں ولادت کا سال ۵۶۵ھ لکھا ہے۔ اخبا

Marfat.com

سہروردیہ (بروایت خزینۃ الاصفیاء) اور تاریخ فرشتہ میں ۵۷۸ھ ہے۔

آپ دیارِ ملتان کے صاحبِ ولایت تھے اور آپ ہی کے وجود باجود سے برِصغیر پاک و ہند میں سلسلۂ عالیہ سہروردیہ کی اشاعت ہوئی۔

شیخ محمد نور بخش سر سلسلہ نور بخشیہ اپنی کتاب سلسلۃ الذہب میں لکھتے ہیں کہ "حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہٗ بلادِ ہند میں رئیس الاولیاء تھے، علوم ظاہری کے عالم اور مکاشفات و مشاہدات کے احوال و مقامات میں کامل تھے، ان سے اکثر اولیاء اللہ کے سلسلے چلے، لوگوں کو رُشد و ہدایت فرمائی اور ان کو کفر سے ایمان کی طرف معصیت سے طاعت کی طرف اور نفسانیت سے روحانیت کی طرف لائے اور وہ شانِ عظیم کے مالک تھے۔"[۱]

خلاصۃ العارفین میں ہے کہ شیخ الاسلام شیخ جلال الدین بخاریؒ جو چالیس سال تک شیخ الاسلام بہاء الدین زکریاؒ کی خدمت میں رہے آپ کا شجرۂ نسب بشرح ذیل بیان کرتے ہیں۔ ان کو یہ نسب نامہ شیخ صدر الدین کی ایک تحریر میں ملا تھا۔

"ابو محمد زکریا بن محمد بن ابی بکر[۲] بن علی بن محمد ابن الحسین بن عبداللہ بن الحسین بن المطرف بن خذیمہ (خزیمہ) بن خاذم (غازم) بن محمد بن المطرف بن عبدالرحیم بن عبدالرحمٰن بن عیار (ھبار) وھو اسلم بین یدی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذکر فی المغازی للواقدی، وھو ابن الاسد (الاسود) بن المطلب بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب الی ان یتصل الی خلیل الرحمٰن ابراہیم علیہ السلام"۔

---

۱ قلمی نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری بحوالہ مقالہ پروفیسر محمد شفیع مرحوم

۲ بعض کے نزدیک کمال الدین شاہ علی، ہی ابوبکر بن علی ہیں (مقالہ شفیع)

Marfat.com

خاندانی نسب نامہ جس کا ذکر پروفیسر محمد شفیع نے اپنے مقالہ "الشیخ الکبیر بہاء الدین زکریا ملتانی" میں کیا ہے اس طرح ہے۔

ابو محمد ذکریا بن وجیہہ الدین محمد بن کمال الدین شاہ علی قریشی (و در بعضی کتب شاہ ابی بکر ہم می نویسند) بن سلطان محمد جلال الدین بن سلطان علی قاضی بن شمس الدین محمد کروٹی بن سلطان حسین بن سلطان عبداللہ بن الحسین بن سلطان مطرفہ بن سلطان خذیمہ بن امیر ہاشم بن امیر تاج الدین بن امیر عبدالرحیم بن عبدالرحمٰن بن صبار (بن اسد بن ہاشم بن عبدالمناف)

انوارِ غوثیہ (شائع کردہ خادمانِ درگاہ) میں بھی یہی نسب نامہ مرقوم ہے۔

آپ کا سلسلۂ طریقت یہ ہے شیخ بہاء الدین زکریا، شیخ شہاب الدین سہروردی، شیخ ضیاء الدین ابو النجیب سہروردی، شیخ وجیہہ الدین سہروردی، شیخ ابو عبداللہ، شیخ اسود احمد دینوری، شیخ ممتاز علی دینوری، خواجہ جنید بغدادی، خواجہ سری سقطی، خواجہ معروف کرخی، خواجہ داؤد طائی، خواجہ حبیب عجمی، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم۔

صاحب مراۃ الاسرار آپ کی شان میں تحریر فرماتے ہیں کہ "وے را دریں طریق شانے عظیم و حالے قوی بود در ریاضات و مجاہدات نظیر نداشت و در کشف و کرامات میانِ مشائخ کبار ممتاز بود۔"

سیر العارفین وغیرہ میں ہے کہ آپ کے جدِ امجد شیخ کمال الدین علی شاہ مکہ معظمہ سے خوارزم میں آئے اور وہاں سے خطہ ملتان میں کہ اس وقت قبۃ الاسلام تھا آکر سکونت پذیر ہوئے۔ چونکہ حاجی حرمین شریفین تھے اور صلاح و تقویٰ میں درجہ کمال

Marfat.com

رکھتے تھے ان کے قیام سے وہاں کے باشندے نہایت محظوظ ہوئے اور مریدوں کی مانند باعزاز واکرام پیش آئے۔ ان کے ایک فرزند دلبند نیک ذات فرشتہ صفات شیخ وجیہ الدین نام تھے اور مولانا حسام الدین ترمذی جو مکارم اخلاق اور وفور دانش میں اپنے اقران میں ممتاز تھے اور بوجہ خروج ملاعنہ تاتاری جلا وطن ہو کر کوٹ کروڑ میں جس کو سلطان محمود غزنوی نے اپنے زمانہ جہانگیری وکشور کشائی میں فتح کیا تھا توطن رکھتے تھے ان کی ایک دختر نیک اختر صاحب جمال ستودہ خصال بی بی فاطمہ نام تھیں ان دونوں گوہر بے بہا کے بیچ میں عقد مناکحت عمل میں آیا اور انھیں بی بی صاحبہ کے بطن مبارک سے آپ پیدا ہوئے، اور صاحب الوارد غوثیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک کتاب قلمی خلاصۃ العارفین نام زمانہ قدیم سے میرے خاندانی تبرکات قدیمہ میں موجود ہے، اس کی پہلی جلد میں لکھا ہے کہ جب آپ کے والد ماجد جو ولی کامل اور بڑے سیاح تھے اور جنھوں نے ممالک ممالک کی سیر وسیاحت فرمائی تھی شہر ملتان میں تشریف لے گئے تو وہاں کے شیخ حضرت عیسیٰ علیہ الرحمۃ نے جو حضرت غوث الاعظم محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی اولاد امجاد سے تھے اپنی دختر نیک اختر بی بی فاطمہ کا نکاح ان کے ساتھ کر دیا کہ وہ کچھ عرصہ وہاں رہ کر کوٹ کروڑ میں تشریف لائے اور آپ اسی جگہ پیدا ہوئے، الغرض آپ شکم مادر ہی سے ولی پیدا ہوئے تھے۔ آپ کی یہ کیفیت تھی کہ جب آپ کے والد ماجد قرآن مجید پڑھتے تو آپ فوراً دودھ چھوڑ کر کلام الٰہی سننے کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے اور اس غور وخوض سے سنتے تھے کہ دیکھنے والوں کو حیرت ہوتی تھی، اور یہ بھی منقول ہے کہ ایک بار آپ نے جس وقت مکتب میں پڑھتے تھے بہ سبیل تذکرہ فرمایا کہ جس دن حق تبارک وتعالے نے

Marfat.com

الستُ بربکم فرمایا تھا مجھے اس وقت سے لے کر اس وقت تک کے واقعات اس طرح معلوم ہیں کہ گویا میری آنکھ کے سامنے ہوئے ہیں۔ الحاصل آپ کی تعلیم و تربیت چھوٹی عمر سے شروع ہوئی، آپ کی طبع رسا اور ذہنِ خداداد کا یہ عالم تھا کہ سات برس کی عمر میں تمام و کمال قرآن مجید مع ہفت قرأت کے حفظ کر لیا اور ایک بڑے قاری مشہور ہوئے۔ جب آپ بارہ برس کی عمر کو پہنچے آپ کے والد ماجد نے وفات پائی مگر آپ کی تعلیم کا سلسلہ بدستور جاری رہا اور ایک مُدتِ دراز تک آپ علوم ظاہری و باطنی کی تحصیل میں مصروف رہے اور اس کو درجۂ تکمیل تک پہنچایا اور مجاہدہ و مشاہدہ میں بھی ایک خاص حد تک مشق بہنچائی۔

صاحبِ سیر العارفین اور تاریخ فرشتہ نے آپ کی سیاحت اور تحصیلِ علوم وغیرہ کی تصریح اس طور پر فرمائی ہے کہ آپ اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد خراسان تشریف لے گئے اور سات برس تک تدریسِ ظاہر و تقدیسِ باطن میں مصروف رہے، پھر وہاں سے بخارا گئے اور کمالِ علمی حاصل کر کے مرتبۂ اجتہاد کو پہنچے۔ آپ کی صلاحیت و عفت اس درجہ کی تھی کہ اہلِ بخارا آپ کو بہاء الدین فرشتہ کہتے تھے اور تمام خراسان و بخارا میں آپ کی شہرت تھی۔ بعد ازاں مکّہ معظّمہ تشریف لے گئے اور مناسکِ حج سے فارغ ہو کر مدینہ منوّرہ روانہ ہوئے اور روضۂ مقدّسہ حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سعادتِ زیارت کو پہنچے اور پانچ برس تک روضۂ مقدّسہ کے مجاور رہے۔ اس عرصہ میں شیخ کمال الدین محمد یمنی سے جو محدثینِ کبار میں سے تھے اور تریپن برس سے مدینہ منوّرہ میں قیام رکھتے تھے حدیث پڑھی اور اجازت نامہ حاصل کیا۔ پھر بیت المقدّس تشریف لے گئے اور انبیاء علیہم السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے اور کراماتِ عالی و

Marfat.com

مقاماتِ متعالی کے حصول کے بعد بغداد آئے اور مشائخ کرام کی جو وہاں آسودہ ہیں سعادتِ زیارت حاصل کی اور حضرت شیخ الشیوخ ابوحفص شہاب الدین عمر سہروردیؒ کے شرفِ صحبت و دولتِ ارادت کو پہنچے اور حصولِ خرقۂ خلافت سے معزز و ممتاز ہوئے۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ آپ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ کی خدمت میں سترہ روز تک رہے اور اس تھوڑی سی مدت میں اس قدر نعمت حاصل کی جو دوسرے درویشوں کو برسوں میں بھی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے وہ متعجب ہوئے کہ باوجودیکہ مدتِ دراز سے مقیم خانقاہ ہیں اور ریاضاتِ شاقہ و مجاہداتِ کاملہ کرتے ہیں ہمیں یہ دولت نصیب نہیں ہوئی جو اس ہندی فقیر نے بمجرد پہنچنے کے حاصل کرلی۔ حضرت شیخ الشیوخ نے اپنے نورِ باطن سے یہ امر دریافت کرکے درویشوں سے فرمایا کہ تم لوگ مشوش نہ ہو کیونکہ تم تر لکڑیوں کے مثل ہو اور زکریا خشک لکڑی کے مثل ہے، پس آگ خشک لکڑی کو جلد تر پکڑتی ہے۔

خرقۂ خلافت پہنانے کے بعد حضرت شیخ الشیوخ نے آپ کو رخصت کیا اور فرمایا کہ تم ملتان میں جاکر متوطن رہو اور اس ملک کے باشندوں کو فیض پہنچاؤ۔

منقول ہے کہ جب آپ پیر و مرشد کی خدمت سے رخصت ہو کر بغداد سے چلے تو راہ میں شام کو ایک جگہ قیام کیا۔ وہاں سرائے نہ تھی۔ درختوں کے نیچے اترے اور آپ کے برابر ایک جماعت قلندروں کی بھی آکر اتری۔ رات کو آپ مشغول تھے دیکھا کہ اور سب قلندر تو سوئے ہوئے ہیں صرف ایک قلندر بیٹھا ہوا مشغول ہے اور اس کے سر سے آسمان تک نور چمک رہا ہے۔ یہ دیکھ کر آپ کو تعجب ہوا اور آہستہ

Marfat.com

سے اس کے پاس جاکر کہا کہ اے مردِ خدا تو ان لوگوں میں کیا کرتا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ اے زکریا ہر قوم میں ایک خاص ہوا کرتا ہے کہ حق تعالیٰ اس قوم کو اس کے ساتھ بخشتا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ قلندر صاحب ایک عالم فاضل سید عبدالقدوس نام شہر موصل کے رہنے والے تھے اور مقام دمیاط میں حضرت سید جمال الدین مجرد کی قبر پر جاکر قلندروں کا بانا پہن لیا تھا، پس آپ نے ان کو لباسِ قلندری سے نکالا اور عالمِ جذبہ سے عالمِ سلوک کو پہنچایا، مقبرہ ان کا بزدو اصفہان کے درمیان قصبہ نایین میں واقع ہے۔

اخبار الاخیار میں ہے کہ جب آپ کمالات و برکات کے ساتھ بغداد سے ملتان میں تشریف فرما ہوئے تو ملتان کے اکابر کو حسد پیدا ہوا اور انھوں نے بطور کنایہ ایک پیالہ دُودھ سے لبریز کر کے آپ کی خدمت میں بھیجا۔ مراد یہ تھی کہ اس شہر میں کسی اور کی گنجایش نہیں۔ شیخ الاسلام اس نکتے کو سمجھ گئے اور آپ نے اُس پیالے پر ایک گلاب کا پھول رکھ کر اُن کے پاس بھجوا دیا۔ اشارہ یہ تھا کہ اس شہر میں ہمارا مقام اس طرح ہوگا جس طرح دُودھ پر گلاب کا پھول کھڑا ہے۔ اکابر اس ادا کے حسن لطافت پر ششدر رہ گئے اور آپ کی کرامات کے منقاد و مطیع ہو گئے۔

کہتے ہیں کہ جب آپ رونق افزائے ملتان ہوئے تو عرصہ تک گوشہ نشینی اور عبادت و ریاضت میں مشغول رہے بعد ازاں متاہل ہوئے اور خلق اللہ کی ہدایت و رہنمائی میں سرگرمی اختیار کی۔ خلقِ خدا آپ کی مجلسِ وعظ و نصائح میں حاضر ہوتی اور فوائد دین و دنیا کو پہنچتی تھی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کی ہدایت و ارشاد کا شہرہ

Marfat.com

دُور دُور تک پہنچ گیا اور آپ کے مُریدوں اور معتقدوں کی تعداد حدِ شمار سے باہر ہوگئی۔ سارے اہالی خطۂ ملتان آپ کے مطیع و منقاد اور دل و جان سے فرمانبردار و جاں نثار تھے۔ صرف ایک بار ناصر الدین قباچہ حاکم ملتان کو آپ سے رنجش واقع ہوگئی تھی جو جلدی ہی صلح و آشتی میں تبدیل ہوگئی اور وہ بھی آپ کا دل و جان سے معتقد و فرماں بردار ہوگیا۔ قصہ اس کا اس طرح پر ہے کہ جب سلطان قطب الدین ایبک نے شمس الدین التمش کو آزاد کر کے اپنا ولی عہد مقرر کیا تو ناصر الدین قباچہ کو اچہ و ملتان کی حکومت دے کر شمس الدین التمش کی اطاعت و فرمانبرداری کی وصیت کی لیکن ناصر الدین قباچہ نے سلطان قطب الدین ایبک کی وفات کے بعد سلطان شمس الدین التمش کی اطاعت نہ کی اور بغاوت کا ارادہ کیا، اس کے علاوہ شرع شریف کے رواج میں ساعی نہ تھا اور اس کے متعلقین نے فسق و فجور اور جور و ظلم شروع کر دیا تھا، اس لئے آپ نے اور قاضی شرف الدین اصفہانی قاضی ملتان نے سلطان شمس الدین التمش کو ناصر الدین قباچہ کی مخالفت اور عدم رواج شرع شریف کی اطلاع دی۔ اتفاق سے یہ دونوں خط پکڑے گئے اور ناصر الدین قباچہ کے ہاتھ لگے۔ وہ اُن کو پڑھ کر پیچ و تاب کھانے لگا اور نہایت برہم ہُوا اور آپ کو اور قاضی کو اپنے حضور میں طلب کیا۔ جب یہ دونوں بزرگوار حاضر ہُوئے تو اُس نے آپ کو اپنے پہلو میں جگہ دی اور قاضی کو بھی اپنے برابر بٹھایا اور ان کا خط ان کے حوالے کیا۔ قاضی اسے دیکھ کر شرمندہ اور سرنگوں ہو گئے۔ ناصر الدین قباچہ نے قاضی کو اسی وقت تیغِ ظلم سے قتل کیا۔ بعد ازاں دوسرا خط آپ کو دیا۔ آپ نے فرمایا بیشک یہ میرا خط ہے اور مَیں نے اس کو فرمانِ الٰہی کے مطابق لکھا ہے تو کیا کر سکتا ہے۔ یہ

Marfat.com

سُن کر ناصرالدین قباچہ کانپنے لگا اور آپ کو باعزاز و اکرام تمام رخصت کیا۔

آپ کے شیخ الاسلام مقرر ہونے کا حال مختصراً یہ ہے کہ جب آپ کے دوست شیخ جلال الدین تبریزی قدس اللہ سرہٗ دہلی تشریف لائے تو شیخ الاسلام نجم الدین صغری نے ان کو سلطان شمس الدین التمش کی نظروں میں رسوا کرنے کی کئی تدبیریں کیں۔ آخر ایک مطربہ گوہر کے ذریعے ان پر زنا کی تہمت لگائی۔ سلطان التمش نے ایک محضر کا حکم دیا جس میں ہندوستان کے مشاہیر علماء و مشائخ کو دعوت دی گئی نجم الدین صغری نے شیخ الاسلام کی حیثیت سے حضرت بہاء الدین زکریا کو ثالث و حکم مقرر کیا۔ مقدمہ کی کارروائی میں یہ راز افشا ہوا کہ حضرت جلال الدین تبریزی کو متہم زنا کرنے میں خود نجم الدین صغری کا ہاتھ ہے تو وہ نہایت ذلیل و پشیمان ہوئے یہاں تک کہ ان کو غش آگیا۔ بادشاہ نے اس کذب و بہتان کی سزا میں نجم الدین صغری کو عہدہ شیخ الاسلامی سے برطرف کیا اور آپ کو شیخ الاسلام مقرر کیا، یہ عہدہ ایک مدت تک آپ کے خاندان میں قائم رہا۔

حضرت شیخ ملتان آنے کے بعد متاہل ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو سات فرزند دیئے ان فرزندوں کے نام اذکار ابرار اور تواریخ ضلع ملتان میں دیئے ہیں:
شیخ صدرالدین (عارف) شیخ قطب الدین، شیخ شمس الدین (محمد) شیخ شہاب الدین شیخ علاءالدین (یحییٰ)، شیخ برہان الدین (احمد) شیخ ضیاءالدین (حامد)۔ اذکار ابرار میں شیخ قطب الدین اور شیخ شہاب الدین کے بجائے شیخ کمال الدین اور شیخ محبوب مجذوب کے نام دیئے ہیں۔ قدس اللہ اسرارھم۔

کہتے ہیں کہ آپ کے اور شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کے درمیان گہری محبت تھی اور

Marfat.com

دونوں حضرات سفر و حضر میں کئی سال تک اکٹھے رہے۔ ایک دفعہ کسی نے آپ کی طرف سے شیخ فریدالدینؒ کو کچھ پیغام دیا تھا جو اُن کے حسبِ حال نہ تھا۔ اس کی معذرت میں شیخ بہاء الدینؒ نے شیخ فریدالدین گنج شکرؒ کو ایک رقعہ بھیجا اور اس میں ایک بات یہ لکھی کہ " میانِ ما و شما عشقبازی است"

بابا گنج شکرؒ نے اس کے جواب میں لکھا کہ

"میانِ ما و شما عشق است بازی نیست"

حضرت شیخ بابا فریدالدین گنج شکرؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز دمشق میں مجلسِ علما گرم تھی اتنے میں آپ تشریف لائے میں نے تعظیم کی، آپ میرے ہی پاس بیٹھ گئے۔ اس وقت عشق و حیرت کی گفتگو ہو رہی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ عشق اس کا نام ہے کہ سوائے حق تبارک و تعالیٰ کے بہشت دوزخ ثواب عقاب اہل و عیال وغیرہ کسی کو نہ دیکھے اتنا فرما کر آپ مدہوش ہو گئے اور کامل ایک مہینہ ہوش میں نہ آئے اور ایسے مستغرق تھے کہ دُنیا و مافیہا کی کچھ خبر نہ تھی اور یہ رُباعی وردِ زبان تھی ؎

آنکس کہ ترا شناخت جاں را چہ کند   فرزند و عیال و خانماں را چہ کند
دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی   دیوانۂ تو ہر دو جہاں را چہ کند

فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور برادرم بہاء الدین یکجا بیٹھے تھے اور زہد کے بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ شیخ الاسلام ملتان نے فرمایا کہ زہد تین چیزوں کا نام ہے جس میں یہ نہیں ہیں اسے زاہد کہلانے کا حق نہیں۔ اوّل دُنیا کو پہچاننا اور اس سے مایوس ہونا، دوم اولاد کی خدمت کرنا اور اس کے حقوق کی نگہداشت کرنا، سوم آخرت کی طلب اور اس کے حصول میں لگاتار کوشاں رہنا۔

Marfat.com

ایک روز عند التذکرہ حضرت فریدالدین گنج شکرؒ نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے اس قدر مجاہدہ و ریاضت میں کہاں تک رسائی پیدا کی ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ ہاں اس قدر کہ ان کرسیوں کو جن پر ہم اور تم بیٹھے ہیں اگر میں کہوں تو ابھی ہوا میں پرواز کر جائیں۔ اتنی بات حضرت کی زبانِ مبارک سے نکلی ہی تھی کہ دونوں کرسیاں زمین سے اٹھ کر ہوا میں پرواز کرنے لگیں۔ حضرت نے کرسیوں پر ہاتھ رکھ دیا اور فرمایا کہ یہ گفتگو بسبیلِ تذکرہ تھی نہ بسبیلِ ارشاد تم اسی جگہ پر قائم رہو۔

اسرار الاولیاء میں حضرت بابا صاحب سے روایت ہے کہ ایک روز میں اور برادرم مولانا بہاء الدین زکریا ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے اور سلوک کی باتیں ہو رہی تھیں کہ یکایک آپ کھڑے ہو گئے اور رونے لگے اور فرمایا انا للہ و انا الیہ راجعون۔ میں نے پوچھا کہ کیا حال ہے۔ فرمایا اٹھ کر دیکھو۔ میں نے دیکھا کہ حضرت شیخ سعدالدین حمویہ قدس اللہ سرہٗ کا جنازہ لئے آتے ہیں اور مسجد بغداد کے سامنے نماز جنازہ پڑھتے ہیں۔ بعدہٗ خبر آئی کہ اسی روز حضرت شیخ کا انتقال ہوا۔

آپ اغنیائے شاکرین میں سے تھے اور ربِ جلیل کا یہ قول جو حضرت خلیل اللہ کی شان میں ہے وَاٰتَینٰہُ فِی الدُّنیَا حَسَنَۃً وَاِنَّہٗ فِی الاٰخِرَۃِ لَمِنَ الصّٰلِحِین آپ کی شانِ مبارک میں صادق آتا تھا۔ آپ کے یہاں زراعت و تجارت بڑے پیمانہ پر ہوا کرتی تھی۔ بہت سے ملازم و گماشتہ و کارندہ تھے جو اس کام کو انجام دیا کرتے تھے جس سے کثیر آمدنی تھی۔ یہ آمدنی اخراجات خانہ داری و غربا و مساکین کی خبر گیری اور رفاہِ عام کے کاموں میں صرف ہوتی تھی اور ایسے ہی کاموں کے لئے محفوظ رہتی تھی اور ایک لنگر عام تھا جس میں امیر غریب مہمان و مسافر علیٰ قدرِ مراتب روزمرہ کھا

Marfat.com

کھاتے تھے اور خیرات کا تو کوئی حساب نہ تھا روزمرّہ تقسیم ہوتی رہتی تھی۔ باوجود اس خرچ و اخراجات کے آپ کو کوئی کمی نہ تھی حق تعالیٰ نے آپ کے مال میں ایسی برکت دی تھی کہ اُس کا کوئی حد و حساب نہ تھا۔

ایک بار بعض مشائخ نے آپ کی کثرتِ مال کی نسبت کچھ گفتگو کی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ مالِ دُنیا کتنا ہی کیوں نہ ہو تاہم قلیل ہے۔ قُل متاع الدّنیا قلیلٌ اور سانپ کی صحبت اس شخص کو ضرر پہنچاتی ہے جو اس کا افسون نہ جانتا ہو۔ میرے نزدیک مالِ دُنیا کی کوئی حقیقت نہیں یہ تو میرے رخسارۂ حال کا خال ہے۔ چنانچہ منقول ہے کہ ایک روز آپ خانقاہ میں تشریف رکھتے تھے کہ خادم نے حاضر ہو کر اطلاع دی کہ صندوقچہ جس میں پانچ ہزار دینار سُرخ تھے غائب ہے نہیں ملتا۔ آپ نے فرمایا الحمدللہ، پھر چند روز کے بعد خادم نے آکر خبر دی کہ وہ صندوقچہ اسباب کے نیچے دب گیا تھا مل گیا۔ آپ نے فرمایا الحمدللہ۔ حاضرین نے عرض کیا کہ یا حضرت اس کا کیا سبب ہے کہ آپ نے صندوقچہ کے گم جانے پر بھی الحمدللہ کہا اور پھر ملنے پر بھی الحمدللہ فرمایا۔ آپ نے جواب دیا کہ فقیروں کے نزدیک مالِ دُنیا کا عدم اور وجود یکساں ہے نہ جانے کا غم نہ آنے کی خوشی، اور اسی وقت صندوقچہ منگوا کر پانچوں ہزار دینار حاجتمندوں کو تقسیم کر دیئے اور چہرہ مُبارک پر ذرا میل نہ آئی۔

منقول ہے کہ تاتاریوں نے ۶۵۵ھ میں قلعہ ملتان پر قبضہ کر کے اس کے استحکامات کو برباد کر دیا تو شیخ بہاء الدین زکریاؒ نے اہلِ ملتان کو قتل و غارت سے بچانے کیلئے ایک لاکھ دینار اپنے خزانے سے دیئے۔

اس ثروت و حشمت کے باوجود آپ نہایت سادگی اور قناعت کے ساتھ

Marfat.com

بسر کرتے تھے۔ آپ کی غذا محض قلیل تھی لیکن مقوّی ہوتی تھی تاکہ عبادت و ریاضت کے لئے قوت بحال رہے۔ صرف ایک چھوٹے قرص اور چند گھونٹ پانی پر شب و روز گذارتے تھے، اور علمائے کرام و مشایخ عظام کی خاطر داری اس درجہ ملحوظ تھی کہ اگر علماء و مشائخ آپ کے یہاں مہمان آتے تو آپ پیشوائی کر کے لاتے اور ان کے دسترخوان کے اہتمام میں خود بنفسِ نفیس توجہ فرماتے اور آپ کے دسترخوان پر جس قدر کھانا کھانے والے زیادہ ہوتے تھے آپ اسی قدر زیادہ اظہارِ مسرّت فرماتے تھے۔

حضرت شیخ نظام الدین اولیاؒ قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ حضرت شیخ فرید الدینؒ افطار کم کرتے تھے اگرچہ ان کو بخار ہو جاتا یا فصد لیتے، اور حضرت شیخ بہاء الدین زکریاؒ روزہ کم رکھتے تھے لیکن طاعت و عبادت کثرت سے کرتے تھے اور یہ آیت پڑھا کرتے تھے یا ایہا الرسل کلوا من طیبات واعملوا صالحًا، اور فرمایا کہ وہ اُن میں سے تھے جن کے حق میں یہ صادق آتا ہے۔

فوائد الفواد میں متفرق طور پر مندرج ہے آپ مفروضہ روزہ کے سوا اور روزے بہت کم رکھتے تھے، عبادت و ریاضت آپ کی اعلیٰ درجہ کی تھی۔ کہتے ہیں کہ آپ اوائل میں بیس برس کامل روزہ سے رہے صرف تھوڑے روٹی اور تھوڑے پانی افطار کے وقت کھا لیا کرتے تھے، اور ہر شب ایک ختمِ قرآن کا تو ہمیشہ سے معمول رہا اور ایسا بھی اتفاق ہوا کہ ایک دوگانہ کی پہلی رکعت میں ایک ختم اور دوسری رکعت میں چار سپارہ پڑھے اور یہ تو اکثر ہوتا تھا کہ حالتِ قیام میں تمام شب گذار دیتے تھے اور عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے تھے۔

Marfat.com

آپ کو سماع کا شوق نہ تھا لیکن آپ نے اپنے حضرت پیر کی تبعیت میں سماع سُنا ہے۔ اس کا قصّہ اس طرح ہے کہ ایک بار عبداللہ قوّال جو گانے میں طاق شہرہ آفاق تھا آپ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور بیان کیا کہ میں حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ کی خدمت بابرکت میں اکثر حاضر رہا ہوں اور حضرت شیخ الشیوخ نے میرا گانا بشوقِ تمام سُنا ہے۔ یہ سُن کر آپ نے فرمایا کہ جب حضرت شیخ الشیوخ نے سُنا ہے تو ان کی تبعیت میں ذکر یا بھی سُنے گا۔ الغرض آپ نے عبداللہ کو بوقتِ شب ایک خادم کے ہمراہ حجرہ میں بھیجا اور بعد نماز عشاء کے خود تشریف لے گئے اور دو سپارہ قرآن مجید تلاوت فرما کر حجرہ کی زنجیر لگوا دی اور عبداللہ کو ارشاد فرمایا کہ ہاں کچھ سُناؤ۔ عبداللہ نے یہ بیت تکرار کرنی شروع کی، بیت

مستاں کہ شرابِ ناب خوردند   از پہلوئے خود کباب خوردند

آپ کو جنبش ہُوئی اُٹھ کھڑے ہُوئے اور چراغ گُل کر دیا کہ حجرہ تاریک ہو گیا اور آپ اُسی طرح وجد فرماتے رہے۔ عبداللہ کا بیان ہے کہ جب آپ حالتِ تواجد میں میرے قریب آتے تھے تو سوائے آپ کے دامن کے مجھے اور کچھ نظر نہ آتا تھا، کچھ وقفہ کے بعد آپ حجرہ سے باہر تشریف لے گئے اور میں حجرہ کے اندر رہا۔ جب صبح ہُوئی آپ نے خادم کے ہاتھ مجھ کو ایک خلعت اور بیس نقرئی ٹنکے انعام میں مرحمت فرمائے، اور آپ کے غلباتِ شوق کا یہ حال تھا کہ اکثر حالتِ ذوق و شوق میں رہتے تھے۔ ایک بار دیکھا گیا کہ آپ اپنے دروازے پر ایک ہاتھ ایک طبق میں اور دوسرا ہاتھ دوسرے طبق میں رکھے ہُوئے کھڑے تھے اور بار بار حالتِ ذوق و شوق میں اِن مصرعوں کی تکرار فرماتے تھے ؎

Marfat.com

کردی صنما بر سر ما بار دگر　　ما ہیچ نکردیم خدا می داند

منقول ہے کہ آپ کو حضرت فخر الدین عراقی رحؒ کے اشعار پُرسوز سے اکثر وجد و حال پیدا ہوتا تھا۔ ایک رات آپ کا گذر فخر الدین عراقی کے خلوت خانہ کی طرف ہوا۔ وہ اُس وقت یہ غزل گا رہے تھے ؎

نخستین بادہ کاندر جام کردند　　ز چشم مستِ ساقی وام کردند

چو با خود یافتند اہلِ طرب را　　شراب بیخودی در جام کردند

ز بہر صیدِ دلہای جہانی　　کمندِ زلفِ خوباں دام کردند

بگیتی ہر کجا دردِ دلی بود　　بہم کردند و عشقش نام کردند

چو گوی حُسن در میدان فگندند　　بیک جولان دو عالم رام کردند

چو خود کردند رازِ خویشتن فاش　　عراقی را چرا بدنام کردند؟

اس غزل کے سُننے ہی آپ بیخود ہو گئے اور کمال وجد طاری ہوا۔

منقول ہے کہ آپ کی حالتِ استغراق و عالمِ تحیّر کی یہ کیفیت تھی کہ کئی کئی دن تک کھانے پینے اور کسی سے گفتگو کرنے کی نوبت نہ پہنچتی تھی۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار عالمِ تحیّر میں اس درجہ مستغرق ہوئے کہ سات روز تک کھانے پینے اور کسی سے کلام کرنے کی نوبت نہ پہنچی۔ ساتویں روز چشمہائے مُبارک سے آنسو جاری ہوتے، اس کے جو قطرے گرتے تھے دُردانہ بن جاتے تھے کہ حاضرین نے جمع کیے۔ جب آپ سے اس کی کیفیت پُوچھی گئی تو فرمایا کہ میں اس وقت حق تعالیٰ کی تجلّی انوار میں مستغرق تھا اس کے جمال باکمال سے میری آنکھیں تر و تازہ تھیں اسی وجہ سے جو آنسو نکلتا تھا دُردانہ بن جاتا تھا۔

Marfat.com

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء سے منقول ہے کہ شیخ بہاء الدین زکریا قدس سرہٗ نے فرمایا کہ راہِ محبت میں توکل یہ ہے کہ جب آدمی صبح کو اُٹھے رات تک سے اُس کو یاد نہ رہے اور جب رات آئے تو صبح سے اُس کو یاد نہ رہے۔

فوائد الفواد میں ہے کہ آپ پہلے ہر روز نماز صبح مولانا قطب الدین کاشانی رحمۃ اللہ علیہ کی اقتداء میں پڑھنے جایا کرتے تھے۔ مولانا قطب الدین کاشانی علامۂ روزگار اور بڑے شریعت شعار تھے۔ ناصر الدین قباچہ والیٔ ملتان نے ان کی خاطر ایک مقام پر مدرسہ تیار کرا دیا تھا۔ وہ اس مدرسہ میں نماز پڑھا کرتے اور علوم دینی کی تعلیم دیتے تھے۔ ایک روز مولانا صاحب نے آپ سے پوچھا کہ آپ ہر روز اس قدر دور آکر میری اقتداء میں نماز پڑھنے کے لئے کیوں تکلیف فرماتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ میں حدیث شریف من صلی خلف عالم تقی کا نما صلی خلف نبی مرسل پر عمل کرتا ہوں۔ ایک روز آپ کو کچھ دیر ہو گئی تھی دوسری رکعت میں آکر شامل ہوئے جب مولانا صاحب نے حسب قاعدہ تشہد کیا تو آپ قبل از سلام اُٹھ کھڑے ہوئے اور باقی رکعت کو پورا کیا۔ مولانا صاحب نے پوچھا کہ آپ قبل از سلام کیوں اُٹھ کھڑے ہوئے اگر امام کو سہو ہوا ہوتا اور وہ سجدہ سہو کرتا تو آپ اس سجدہ میں کیونکر شریک ہو سکتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کو نورِ باطن سے معلوم ہو جائے کہ امام کو سہو نہیں ہوا ہے تو اس کو کھڑا ہو جانا روا ہے۔ مولانا صاحب نے کہا کہ وہ نور جو احکام شریعتِ غرّا کے موافق نہ ہو ظلمت سے بدتر ہے۔ آپ یہ سن کر چپ ہو رہے پھر مولانا صاحب کی اقتداء میں نماز پڑھنے نہ گئے۔ منقول ہے کہ جس روز آپ کے اور مولانا صاحب کے درمیان گفت و شنید ہوئی تھی ایک بزرگ نے مولانا صاحب

نے کہا کہ آپ درویشوں پر کیوں اعتقاد نہیں رکھتے اور ان کے آداب بجا نہیں لاتے۔ مولانا صاحب نے فرمایا کہ میں نے اپنی تمام عمر میں صرف ایک درویش دیکھا ہے کہ مثل اس کے دوسرا نظر نہ آیا۔ میں جس زمانہ میں کاشغر میں تھا میرے قلمتراش کا دستہ ٹوٹ گیا تھا۔ میں نے بہت سے لوہاروں کو دکھایا کہ یہ جیسا پہلے تھا ویسا ہی بنا دو۔ سب نے کہا کہ جیسا تھا ویسا تو ہوگا لیکن کچھ فرق ضرور ہوگا۔ میں نے کہا جیسا تھا ویسا ہی ہو تب لطف ہے۔ یہ سن کر ایک نے کہا کہ تم فلاں دکاندار کے پاس جاؤ کہ وہ صلاحیت و طہارت کے ساتھ مشہور ہے۔ میں اس کے پاس گیا اور قلمتراش کا قصہ بیان کیا۔ اس نورانی صورت نے قلمتراش لے کر اپنے منہ کے نزدیک کیا اور آہستہ سے کچھ پڑھ کر میرے حوالے کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ قلمتراش ویسا ہی ہو گیا تھا جیسا کہ تھا۔ میں نے بہ الحاح تمام اجرت پیش کی۔ اس نے قبول نہ کی اور فرمایا کہ مجھے تکلیف نہ دو۔ یہ قصہ سن کر اس بزرگ نے کہا کہ اے مولانا وہ لوہار نجم الدین یوسف ہے اور حضرت شیخ بہاء الدین زکریا علیہ الرحمۃ کا مرید ہے۔ یہ سن کر مولانا صاحب کو نہایت تعجب ہوا اور اپنی گفتگو پر جو آپ کے ساتھ پیش آئی تھی سخت نادم ہوئے اور حاضر خدمت ہو کر معذرت تمام پیش آئے اور کچھ زمانہ گزرنے کے بعد دہلی تشریف لائے اور وفات پائی۔

حضرت شیخ بہاء الدین زکریاؒ کی ایک مشہور کرامت زبان زد خلائق ہے کہ آپ نے اپنے روحانی تصرف سے دریائے چناب میں سے ایک ڈوبتی ہوئی کشتی کو بچا دیا۔ چنانچہ ملاح لوگ آج تک کشتی کھیتے وقت "دم بہاؤ الحق" کے نعرے لگاتے اور مصیبت کے وقت آپ کی روحانی امداد طلب کرتے ہیں۔

Marfat.com

افضل الفوائد میں حضرت نظام الدین اولیا قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ اہلِ محبت ایک ایسا گروہ ہے کہ اُن کے اور حق کے درمیان کوئی حجاب نہیں۔ اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک روز ایک درویش شیخ الاسلام بہاء الدین زکریاؒ کی خدمت میں آکر شرفِ بیعت سے مشرف ہُوا۔ بعدہٗ اس درویش نے التماس کی کہ میری درخواست یہ ہے کہ مخدوم مجھے ایسی نعمت بخشیں کہ ملتان سے دہلی تک میری نظر کے سامنے کوئی حجاب نہ رہے۔ شیخ نے فرمایا کہ جا چلّہ کر۔ جب درویش نے چلّہ کیا ملتان سے دہلی تک کچھ اُس سے پوشیدہ نہ رہا۔ شیخ کی خدمت میں آکر یہ حال بیان کیا۔ پھر اور التماس کی کہ اب ایسا چاہتا ہوں کہ کوئی چیز زمین و آسمان میں عرش سے فرش تک پوشیدہ نہ رہے۔ شیخ نے فرمایا کہ ایک چلّہ اور کر۔ اُس درویش نے ویسا ہی کیا اور عرش سے فرش تک اُس پر کوئی حجاب نہ رہا۔ پھر شیخ کی خدمت میں آیا اور حال بیان کیا۔ شیخ نے فرمایا کہ اسی پر کفایت کر۔ اُس نے پھر التماس کی کہ ایسا چاہتا ہوں کہ مجھے حجابِ عظمت تک کا مکاشفہ حاصل ہو جائے۔ شیخ اس پر غصّہ ہُوئے کہ یہ مت کہہ کہ تو ہلاک ہوتا ہے۔ شیخ نے یہ بات کہی تھی کہ درویش نے نعرہ مارا اور جان بحق تسلیم کی۔ اس کے بعد خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ چشم پُرآب ہوئے اور فرمایا کہ شیخ بہاء الدینؒ نے دیکھ لیا کہ جب وہ کمال کو پہنچ گیا ہے اور کون جانتا ہے کہ شاید وہ اس قدم سے پھر جائے اِس لئے اُس کو اُسی مقام پر تمام کر دیا۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ سے روایت ہے کہ وفات کے روز آپ اپنے حجرہ میں بیادِ الٰہی مشغول تھے اور آپ کے صاحبزادہ حضرت شیخ صدر الدین

Marfat.com

دروازہ پر تھے کہ ایک شخص نورانی صورت ایک سربمہر نامہ ہاتھ میں لئے ہوئے آیا اور حضرت شیخ صدر الدین کے ہاتھ میں دیا اور کہا کہ یہ نامہ سربمہر حضرت مخدوم صاحب کی خدمت میں پہنچا دو۔ حضرت شیخ صدر الدین عنوانِ نامہ پر نظر کر کے متحیر و متغیر ہو گئے اور حجرہ میں حاضر ہو کر نامہ مذکور آپ کے دستِ مبارک میں دیا، اور باہر آئے تو قاصد کو غائب پایا۔ اس نامہ کو پڑھتے ہی حضرت شیخ بہاء الدین زکریا قدس سرہٗ فردوسِ بریں کو سدھارے، حجرہ سے آواز آئی کہ وَصَلَ الحبیبُ اِلَی الحبیبِ حضرت شیخ صدر الدین یہ آواز سنتے ہی دوڑتے ہوئے حجرہ میں گئے دیکھا کہ آپ اس معمورۂ خاک سے رحلت فرمائے معمورۂ پاک ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون

راحت القلوب میں ہے کہ جس وقت حضرت شیخ بہاء الدین زکریا کا وصال ہوا اسی وقت اجودھن میں حضرت بابا گنج شکرؒ بیہوش ہو گئے۔ بڑی دیر کے بعد ہوش آیا تو فرمایا کہ " برادرم بہاء الدین زکریا را ازیں بیابانِ فنا بہ شہرستانِ بقا بردند" اور پھر اٹھ کر مریدوں کے ساتھ غائبانہ جنازہ کی نماز پڑھی۔

آپ کے سالِ وفات میں اختلاف ہے۔ راحت القلوب میں ۶۵۶ھ اور اخبار الاخیار اور اخبار سہروردیہ اور تذکرۂ علمائے ہند میں ۶۶۱ھ دیا ہے۔ آئین اکبری اور اذکار ابرار اور مراۃ الاسرار میں ۶۶۵ھ، اور سفینۃ الاولیا۔ اور تاریخ فرشتہ اور معارج الولایت اور خبر الواصلین اور نزہۃ الخواطر اور مسالک السالکین میں ۶۶۶ھ ہے۔ تاریخ فرشتہ کے سوا سب تذکرہ نگار یوم وصال کے بارے میں ۷ صفر روز پنجشنبہ پر متفق ہیں۔ فرشتہ نے ۷ اصفر لکھا ہے۔

مزار پُر انوار ملتان میں ہے۔ تواریخ ضلع ملتان اور ملتان گزیٹیر کے بیان کے

Marfat.com

مطابق حضرت شیخ الاسلام نے اپنا مقبرہ خود تعمیر کرایا تھا۔ برِصغیر پاک و ہند میں اس دَور کے طرزِ تعمیر کا دوسرا نمونہ صرف ایک اور ہے جو سونی پت میں ہے۔ روضہ کے اندر آپ کے فرزند اور خلیفہ شیخ صدرالدین عارفؒ اور اسی خاندان کے اور افراد کی قبریں بھی ہیں۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

آپ کے بیشمار مریدان باوفا و خلفائے نامدار میں سے اشہر و اعظم خلفا حضرت شیخ صدرالدین عارف، حضرت سید جلال الدین بزرگ بخاری، حضرت حسن افغان، حضرت سید عثمان معروف بہ لعل شہباز سندھی، شیخ امیر حسینی، حضرت حضرت شیخ فخرالدین عراقی، خواجہ کمال الدین مسعود، سید عبدالقدوس قلندر موصلی ہیں قدس اللہ اسرارھم

امیر حسینی کی اکثر تصانیف مثلاً نزہۃ الارواح اور زادالمسافرین اور کنزالرموز وغیرہ شیخ کی شرفِ اصلاح سے مشرف ہوئی ہیں۔ کنزالرموز میں آپ کی اور آپ کے فرزندِ ارجمند شیخ صدرالدین عارفؒ کی مدح میں لکھتے ہیں۔

شیخ ہفت اقلیم قطبِ اولیاً	واصلِ حضرت ندیم کبریا
فخرِ ملت و بہای شرع و دین	جانِ پاکش منبع صدق و یقین
از وجودِ او بہ نزدِ دوستان	جنت الماوی شدہ ہندوستان
منکرو از نیک و از بد تافتم	این سعادت از قبولش یافتم
آن بلند آوازہ عالم پناہ	سرورِ عصر افتخارِ صدر گاہ
صدرِ دین و دولت آں مقبولِ حق	نہ فلک بہ خوانِ جودش یک طبق

شیخ فخرالدین عراقی نے اپنے مُرشد کی تعریف میں بہت سے قصائد یادگار چھوڑے

Marfat.com

ہیں۔ ایک مدحیہ قصیدے میں کہتے ہیں۔

درِ دم از نافتہ از دمِ عیسیٰ نشان ‏ ‏ ‏ ‏ دردِ کش افروختہ ز آتشِ موسیٰ شہاب

ناشرِ علم الیقین کاشفِ عین الیقین ‏ ‏ ‏ ‏ واجدِ حق الیقین ہادی مہدی خطاب

پرسی اگر در جہان کیست امام الامام ‏ ‏ ‏ ‏ نشنوی از آسمان جز زکریا جواب

چاکرِ درگاہِ تو اہلِ سما چون ملوک ‏ ‏ ‏ ‏ خاکِ کفِ پای تو اہلِ زمین چوں تراب

خرمنِ ہستی بباد بی نیازی درہیم ‏ ‏ ‏ ‏ دستِ فتراکِ صاحبِ ہمّت اعظم زنیم

ایضاً

شیخ ربّانی بہاء الحق والدین آنکہ ہم ‏ ‏ ‏ ‏ بوسہ بر خاکِ رش چون قلّ سیاہ دم زنیم

قطبِ وقت است ہمہ عالم از و آسودہ ‏ ‏ ‏ ‏ بہ درش زبدۂ ابدال تو لا بینند

ایضاً

بیدلاں از نظرِ او دلِ بینا یابند ‏ ‏ ‏ ‏ مُردگان از نفسِ او دمِ احیا بینند

شیخ فخر الدین عراقی جو پچیس سال تک حضرت شیخ الاسلام کی خدمت میں رہے آپ کے وصال کے وقت ملتان ہی میں تھے۔ شیخ عراقی نے مدحیہ قصائد کے علاوہ آپ کا ایک مرثیہ بھی لکھا ہے جو سوز و گداز سے لبریز ہے، لہٰذا خاتمۂ کلام میں یہ مرثیہ نقل کیا جاتا ہے۔

فی المرثیۃ المولیٰ بہاء الدین زکریاؒ

کارم از دست رفت و دست از کار ‏ ‏ ‏ ‏ دیدہ بی نور ماند و دل بی یار

دل فگارم چرا نگریم خون؟ ‏ ‏ ‏ ‏ دردمندم چرا ننالم زار؟

خاک بر فرقِ سر چرا نکنم؟ ‏ ‏ ‏ ‏ چوں نشویم بخونِ دل رخسار؟

یارِ غارم ز دست رفت دریغ! ‏ ‏ ‏ ‏ ماندم افسوس پای بر دُمِ مار

آفتابم ز خانہ بیرون شد ‏ ‏ ‏ ‏ متم امروز و وحشتِ شبِ تار

Marfat.com

چون ننالم؟ چرا نگریم زار؟ | چون نه جویم که می نه بینم یار
روز و شب خون گریستنی برمن | بودی او چشم بخت من بیدار
روشنائی دیده رفت افسوس | منم امروز و دیدهٔ خون بار
آنچنانم که دشمنم چو بدید | زار بگریست بر دل من زار
خاطر عاشقی چه سان باشد | هم دل از دست رفته هم دلدار
سوختم ز آتش جدائی او | مرهمم نیست جز غم و تیمار
کارم از گریه راست می نشود | چکنم چیست چارهٔ این کار؟

دلم از من بسی خراب ترست
خاطرم از جگر کباب ترست

دوش پرسیدم از دل غمگین | بی رخ یار چونی ، ای مسکین
دل بنالید زار و گفت مپرس | چه دهم شرح حال، خود می بین
چون بود حال ناتوان موری | که کند قصد کعبه از در چین
زیر چنگ آردش دمی سیمرغ | برودش برتر از سپهر برین
باز سیمرغ بر پرد بهوا | ماند او اندران مقام حزین
منم آن مور آنکه آن سیمرغ | مرغ عرش آشیان سدره نشین
آنکه کرد از قفص چنان پرواز | کاثرش در نیافت روح امین
چون بگردش نمی رسد جبریل | چه عجب گر بماندش بزمین
زیبد ار بشکند قفص سیمرغ | بی صدف قدر یافت در ثمین
چون نگنجید زیر نه پرده | شد سرا پرده زد بعلیین

Marfat.com

از حدودِ صفات بیرون شد   و اندر اقطارِ ذات گشت مکین

او روان کرده سوی رضوان انس

ما ز شوقش طپان چو روح القدس

شاید ار شور در جهان فگنیم   گریه بر پیر و بر جوان فگنیم
رستخیزی زجان برانگیزیم   غلغلی در همه جهان فگنیم
بر فروزیم آتشی ز درون   شرری در جهانیان فگنیم
سنگ بر سینه لحظه لحظه زنیم   خاک بر سر زمان زمان فگنیم
آب حسرت روان کنیم ز چشم   سیلِ خون در حصارِ جان فگنیم
غرق خون نیم خیز تا خود را   زین خطرگاه بر کران فگنیم
قدمی بر هوا نهیم مگر   خویشتن را بر آسمان فگنیم
از پی جست و جوی او نظری   در ریاضاتِ خوش جنان فگنیم
ور نیابیم در مکان او را   خویشتن را بلا مکان فگنیم
مرکبِ عشق زیرِ ران آریم   رخت زان سوی کن مکان فگنیم

پس در آن بارگاهِ عزت و ناز

عرضه داریم از زبانِ نیاز

کان تمنای جانِ حیران کو؟   آرزوی دلِ مریدان کو؟
ما همه عاشقیم دوست کجاست   دردمندیم جمله، درمان کو؟
گردِ میدانِ قدس برگردیم   کآخر آن شهسوارِ میدان کو؟
پس ز روحانیان خبر پرسیم   کای ندیمانِ خاص سلطان کو؟

Marfat.com

پیشِ مرغانِ عرش لابه کنیم / کاخر این تخت را سلیمان کو؟
شاه بازِ فضای قُرب کجاست؟ / آفتابِ سپهرِ عرفان کو؟
بر نورِ آفتاب سرّ قدم / در سرای حدوث تابان کو؟
چند اشارات خود صریح کنیم / غوثِ دین، قطبِ چرخِ ایمان کو؟
مطلعِ نورِ ذوالجلال کجاست؟ / مشربِ فیضِ قدسِ سبحان کو؟
خاتمِ اولیاء، امامِ زمان / مرشدِ صد هزار حیران کو؟
روضهٔ حق بهارِ عالمِ قدس / زکریا ندیمِ رحمان کو؟

چه عجب گر بگوشِ جان همه
آید از غیب سرّ این کلمه

کین دم آن سرورِ شما یا ماست / زانکه امروز دستِ او بالاست
دستگاهش ببین لم یزلیست / زینتش برتر از قیاسِ شماست
منزلش صحنِ قاب قوسین است / مجلس او بساطِ او ادنیٰ ست
در هوای هویتش جولان / در سرای حقیقتش ماواست
هر دو عالم درونِ قبضهٔ اوست / بارِ او در درونِ صفّهٔ ماست
گر چه در جای نیست لیک ز لطف / هر کجا کش طلب کنی آنجاست
دیده باید کی جان تواند دید / ورنه او در همه جهان پیداست
در جهان آفتاب تابانست / عیب از بوم و دیدهٔ عمیاست
هر که خواهد که روی او بیند / گو ببین روی جان اگر بیناست
دیدهٔ روح بین بدست آرید / گر ترا آرزوی مولاناست

Marfat.com

آنکه او را میانِ جان جوئیم
چون نیابیم ذکرِ او گوئیم

کای گرفته ولایت از تو نظام | چون نبوت بمصطفیٰ شده تام
دیدهٔ مصطفیٰ بتو روشن | شادمان از تو انبیای کرام
هم تو متبوعِ اولیاء بقدم | هم تو مغبوطِ انبیاء بمقام
دلِ ابدال چاکرِ تو زجان | جانِ اوتاد از دو دیده غلام
بی تو ما بی مراد مانده و تو | یافته از مرادِ خود همه کام
هیچ باشد که از فراموشی | یاد آری دران خجسته مقام؟
چه شود گر کند دران حضرت | ناقصی را عنایتِ تو تمام
چه کم آید که از شفاعتِ تو | کارِ بیچارهٔ شود بنظام؟
ای رُخت تاب آفتابِ ازل | روشن از تو قصورِ دارِ سلام
ذرّه بی تاب مهر چون باشد | همچنانیم بی رُخت و سلام

گرچه سهلست این بیا بنیوش
مهری از لطف عیبِ ذرّه بپوش

بر تو انوارِ حق معتبر باد | حسنِ او در تو هر دم اظهر باد!
بتجلّیِ ذاتِ طلعتِ تو | چون ولت لحظه لحظه انور باد!
در طرب خانهٔ وصال قدم | هر زمانت سرورِ دیگر باد!
ز انعکاسِ صفای آبِ رُخت | منظرِ قدسیان منوّر باد!
در نسیمِ ریاضِ انفاست | جانِ روحانیان معطّر باد!

Marfat.com

بجمالت کہ مجمع حسنست   دیدۂ جانِ ما منوّر باد!
دوحۂ روضۂ منوّرِ تو   رشکِ گلزارِ خلد از سر باد!
ہر سعادت کہ حاصلست ترا   دوستانِ ترا میسّر باد!
ہفت فرزندِ تو کہ اوتادند   ہر یکی غوثِ ہفت کشور باد!
قطبِ شاں صدرِ صفۂ ملکوت   کہ مقامش ز عرش برتر باد!

بر سر کوی ہر یکے گردون
چون عراقی کمینہ چاکر باد!

صوفیانہ تعلیمات

اخبار الاخیار میں مجمع الاخبار کے حوالہ سے آپ کی کچھ وصایا درج ہیں جن سے آپ کی صوفیانہ تعلیمات پر روشنی پڑتی ہے۔ فرماتے ہیں

بندہ پر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت صدق و اخلاص کے ساتھ کرے اور یہ اس طرح ہو کہ عبادات و اذکار میں غیر کی نفی کرے اور ماسوائے اللہ کے تصور کو مٹائے اور یہ حالت اس وقت درست ہو گی جب اپنے احوال کو درست کرے اور اقوال و افعال میں نفس کا محاسبہ کرے، بلاضرورت کوئی بات نہ کہے اور نہ کوئی کام کرے، ہر قول و فعل سے پہلے اللہ کے حضور میں التجا کرے اور اُس سے اعمالِ خیر کے لئے مدد مانگے۔

ایک مُرید کو نصیحت فرماتے ہیں کہ تُم اللہ تبارک و تعالیٰ کے ذکر کو اپنے اوپر لازم کر لو، ذکر ہی سے طالب محبت تک پہنچتا ہے۔ محبت ایسی آگ ہے جو تمام

Marfat.com

میل کچیل کو جلا ڈالتی ہے۔ جب محبت راسخ ہو جاتی ہے تو مذکور کے مشاہدہ کے ساتھ ذکر فی الواقع ذکر ہوتا ہے۔ یہی وہ ذکرِ کثیر ہے جس پر اللہ تعالیٰ کے اس قول واذکروا اللہ کثیراً لعلکم تفلحون میں فلاح کا وعدہ کیا گیا ہے۔

ایک مُرید کو لکھتے ہیں اس فقیر نے یہ سُنا ہے کہ ایک دفعہ شیخ الشیوخ شہاب الدین ابو عبداللہ عمر بن محمد سہروردیؒ اپنے پیر ضیاء الدین ابوالنجیب عبدالقاہرؒ کے ساتھ حرم کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس وقت شیخ ابوالنجیبؒ پر حالت طاری تھی۔ خضر علیہ السلام آئے مگر شیخ نے کوئی پروا نہ کی۔ وہ تھوڑی دیر ٹھہر کر واپس چلے گئے۔ جب ہوش میں آئے تو شیخ شہاب الدینؒ نے جو اپنے پیر کے مزاج داں بھی تھے عرض کیا شیخ کو کیا ہوا تھا کہ انبیاء علیہم السلام میں سے ایک نبی آپ کی زیارت کو تشریف لائے اور آپ نے ان کی جانب مطلق توجہ نہ کی۔ شیخ نے ان کی طرف دیکھا اور غصّے سے سُرخ ہو گئے۔ پھر کہا "افسوس تو کیا جانے، خضرؑ اگر چلے گئے تو پھر آ جائیں گے، یہ وقت جب کہ ہمیں خدا سے معاملہ تھا ہاتھ سے نکل جاتا تو پھر واپس نہ آتا اور اس کی ندامت قیامت تک باقی رہتی"۔ یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ خضر علیہ السلام آ گئے۔ شیخ نے اُٹھ کر اُن کا استقبال کیا اور تواضع سے پیش آئے نرجوا میامن برکاتھم من اللہ الکریم، لہذا مُرید کو چاہیئے کہ اپنے اوقات کی حفاظت و پاسبانی کرے، ماسوائے اللہ ہر شئے کو دل سے دُور کرے اور صحبت خلق کو اپنے اوپر حرام کرے اور خدا کے ذکر سے مانوس ہو اور اگر اس کو ذکرِ حق سے اُنس نہ ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی بُو بھی نہ پا سکے گا۔

ایک مُرید کو لکھتے ہیں کہ بدن کی سلامتی کم کھانے میں، رُوح کی سلامتی ترکِ گناہ

Marfat.com

ہیں اور دین کی سلامتی حضرت خیر الانام محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے میں ہے۔

حضرت شیخ الاسلام نے ایک کتاب اوراد کے متعلق بھی لکھی تھی جس کے ایک قدیم الخط نسخے کی تفصیل پروفیسر محمد شفیع مرحوم نے اپنے مقالہ "الشیخ الکبیر شیخ الاسلام بہاء الدین ابو محمد زکریا ملتانی" میں دی ہے یہ نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری کی ملکیت ہے۔ کتاب الاوراد فارسی میں ہے۔ مگر اس میں بیشتر ادعیہ و اوراد ہیں اور وہ چونکہ عربی میں ہیں۔ اس لئے یہ گویا عربی ہی کی کتاب معلوم ہوتی ہے۔ ہر فصل کا عنوان لفظ "ذکر" سے شروع ہوتا ہے۔ دراصل یہ صوفیانہ رنگ کی ایک فقہی تصنیف ہے جس میں نماز، روزہ، طہارت، توبہ اور اخلاص وغیرہ کے مسائل درج ہیں حضرت رکن الدین ابوالفتح کے ایک فاضل مرید مولانا علی بن احمد الغوری نے اس کی ایک مبسوط شرح "کنز العباد فی شرح الاوراد" کے نام سے لکھی تھی۔ مولانا نور احمد خاں فریدی نے اپنی کتاب "تذکرہ بہاء الدین زکریا ملتانی" میں اس شرح کے ایک ضعیف قلمی نسخہ کا ذکر کیا ہے لکھتے ہیں کہ شرح میں صرف فقہی تشریحات ہی نہیں بلکہ ادعیہ و آیات قرآنیہ کی لغوی توضیحات تفسیری نکات، متصوفانہ تنسیقات اور تعریفات بھی درج ہیں۔

"کتاب الاوراد" کی فہرست اذکار اور اس کے چند اقتباسات جو پروفیسر محمد شفیع مرحوم نے اپنے تحقیقی مقالہ میں دیئے ہیں ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

فہرست اذکار

دیباچہ۔ ذکر دعاء الصبح۔ ذکر از خانہ بمسجد رفتن۔ ذکر در آمدن بنماز۔ بیان سنّت تکبیر گفتن مستحب قراۃ نماز بامداد۔ نود و نہ نام باری تعالیٰ۔ مسبعات عشر۔ دعاء مشائخ

Marfat.com

ورد بدقہ ایمان ۔ ذکر نماز اشراق ۔ استعاذہ ۔ استحباب ۔ شکرانہ ۔ نماز تسبیح ۔ ذکر نماز چاشت ۔ ذکر نماز پیشین ۔ ذکر نماز دیگر ۔ ذکر نماز شام ۔ ذکر صلوٰۃ الاوابین بیست رکعت ۔ ذکر نماز خفتن ۔ دعا الیلین و نبارک ۔ ذکر خفتن ۔ ذکر بیدار شدن از خواب ۔ ذکر آداب قضائے حاجت ۔ کیفیت استنجا و استبرا ۔ ذکر شانہ کردن و آئینہ دیدن ۔ ذکر تقدیر آب غسل ۔ ذکر نماز تہجد ۔ ذکر مناجات ۔ ذکر بانگ نماز شنودن ۔ دعا ۔ ابدال ۔ ذکر بیرون آمدن از مسجد ۔ ذکر اوراد ہفتہ ۔ ذکر نماز احزاب ۔ ذکر نماز استخارہ ۔ ذکر طعام خوردن ۔ کیفیت آب خوردن ۔ کیفیت بازار رفتن ۔ کیفیت سفر رفتن ۔ ذکر جامہ نو پوشیدن ۔ ذکر عروس بخانہ آوردن ۔ ذکر غسل جنابت ۔ ذکر نماز جنازہ ۔ ذکر زیارت کردن ۔ ذکر ماہ نو دیدن ذکر ماہ محرم ۔ ذکر ماہ صفر ۔ ذکر ماہ رجب ۔ ذکر نماز خواجہ اویس قرنی ۔ ذکر استفتاح و دعائے آں ، لطول العمر ۔ ذکر شب معراج ۔ ذکر ماہ شعبان ۔ ذکر ماہ مبارک رمضان ۔ ذکر تراویح ۔ ذکر عید ۔ ذکر دہہ ذوالحجہ ۔ دعائے عرفات ۔ نماز و دعائے آخر سال ۔

اقتباسات کتاب الاوراد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ علی رسولہ محمد و الہ اجمعین ، قال الشیخ الکبیر رضی اللہ عنہ بدانک طریق شیوخ سلف رضوان اللہ علیہم اجمعین استقامت بر متابعت مہتر عالم صلی اللہ علیہ وسلم دکذا ، مرتبۂ اول قدم در متابعت بعد از تصحیح توبہ متابعت

Marfat.com

اعمالِ اوست علیہ السلام، مرتبۂ دوم متابعت است بر اخلاقِ او صلی اللہ علیہ وسلم،
مرتبہ سوم یافتِ احوال است ہمچو احوالِ او صلی اللہ علیہ وسلم، و نہایتِ کار استقامت
بر احوال است و آن صفتِ روح است و اخلاق صفتِ دل و اعمال صفتِ جوارح،
و استقامت بر احوال کہ نہایتِ حدِ سعادتہاست ممکن نگردد الّا بعد از استقامت
بر اخلاق، و استقامت بر اخلاق میسّر نشود الّا بعد استقامت بر اعمال، زیرا کہ نسبتِ
اعمال با اخلاق چون استنجاست از وضوء، و اخلاق مر احوال را چون وضوست مر
نماز را، و متابعت بر اعمال آنست کہ جوارح را مقید کند از مکارہ و مناہی قولاً
و فعلاً، و از مالایعنی شنیدن و گفتن و دیدن روی بگرداند و از ہر چیزی کہ مشغول کنندہ
است او را از حق تعالیٰ، و آن ممکن نگردد الّا بعزلت و انقطاع از خلائق، قال
بعضہم لا تصح التوبۃ الّا بالصمت ولا یصح الصمت الّا بالعزلۃ
پس صادق باید کہ خلوت و عزلت اختیار کند و شب بر بیداری و کم خواری و پیوستہ
بر طہارت بودن و مستقبل قبلہ نشستن و مشغول بودن بہ نماز یا بقرآن یا بذکر لا الٰہ الا
اللہ، و مداومت نمودن بہ نماز بدین، و چون از ہمہ ملول شود در مراقبہ باشد، و مراقبہ
آن بود کہ بدل بداند کہ خداوند تبارک و تعالیٰ بر ضمیر او مطّلع است، و چون مراقبہ
نتواند نخسپد، و علامت صحتِ مراقبہ آن باشد کہ جز یادِ حق در دل نماند و چنان دوست
دارد کہ فضیلتِ نمازِ جماعت فوت نکند، و اگر بیرون آمدن تفرقہ یا بکسی را طلب کند
تا فریضہ بجماعت فوت نکند، چون استقامت یافت بر اعمال آن گاہ متابعت کند
بر اخلاق او صلی اللہ علیہ وسلم، و آن تزکیۂ نفس است از خصایلِ مذمومہ، و مرگ را
بسیار یاد کند تا امل کوتاہ شود و روی دل بآخرت گراید و حرص و حسد و بطالت و کسل

Marfat.com

بنورِ ذکر از وی کم شود ہر لحظہ بمددِ الٰہی بر صفاتِ مذمومۂ نفس واقف میگردد و در تزکیۂ آں می کوشد و از دل بوی نیابد تا از صفاتِ مذمومہ پاک نشود و از ینجا گفت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اعدا عدولک نفسک التی بین جنبیک، و دریں سخن بسیار است و اصلی عظیم و حق جل و علا موسیٰ را گفت صلوات اللہ علیہ یا موسیٰ عاد نفسک ثم عادِ نفسک -

و چوں نفس تزکیہ یافت از صفاتِ ذمیمہ بعد ازاں درِ دل کشادہ گردد و واردات کہ مواہبِ الٰہی است بر دلِ او فرود آید و دلِ او منوّر شود بنورِ حق سبحانہ وتعالےٰ و آں بابی شریف است و دریں جا سخن بسیار است، بیش ازیں نشاید گفت کہ بگفت دگری راست نیاید، ھنیئاً لارباب النعیم نعیمھم

پس می باید کہ جہد کند تا بنا رکارہا محکم نہد بر اساسِ شریعت کہ ہر کہ جہادی کار او قوی تر نہایت حالِ او عالی تر، و از ینجا گفتہ اند ما النہایت ؟ قال : الرجوع الی البدایۃ ، و درگفت و کردا لتجا بحق تعالیٰ کند و یاری از و خواہد و نکند و نگوید مگر برای او تا برکت آں چناں شود کہ با او گوید و با او کند، و ہر کہ یک روز با حق جل و علا جلیس تواند بود دوم روز و سیوم روز نیز تواند بود، و تا ہمہ عمر مقصود دوام اشتغال محبّت حق تعالیٰ بار آرد، و ہر چہ غیر اوست بسوزد، می باید ہر چہ تواند کرد آں بکند تا گنج تواند یافت بیاید و در راحت و آسایش بر خویش ببندد و از مدح و ذم خلق فارغ آید، و از حق تعالیٰ جز او را نطلبد و گفت و گوی کم کند و از علومی کہ فائدہ نباشد نخواند تا نفس حیلہ جوی در رخصت طلب نہ گردد ، و اوقاتِ خود را موزّع کند تا در ہیچ زمانے بطالت بدو راہ نیابد نبتھنا اللہ وایاکم عن رقدۃ الغافلین ولا حول ولا قوۃ الا

بااللہ العلی العظیم ۔

واقل تہجد چہار رکعت است واکثر آں قدر کہ تواند، پس ہر دوگانہ اندک می نشیند چند بار تسبیح و استغفار و صلوات گوید، بعد انفراغ ایں مناجات خواند۔

مناجات

بادشاہا ! بنظرِ رضا و رحمت بما نگر! خداوندا! ظاہر و باطن مارا در طلب رضائے خود جمع دار! تفرقہ و پریشانی و سرگردانی از راہ ما و از راہ ہمہ مسلمانان بدور دار! عفو و عافیت را قرین وقتِ ما کن! عنایت و رعایت را سابق و قائدِ ما گردان! مارا بدستِ تفرقہ ما باز مدہ ! مارا با ما باز مگذار ! مارا بہ ما مگمار ! مارا از شرِ ما نگاہدار! کارِ ما و کارِ آں ہمہ مسلمانان در عافیت و در رضائے خود باصلاح آر! کردۂ مارا در گذار و آئندہ را نگاہدار! ہر چہ بہ بندہ بخشی دینی بخش، با رضائے خویش قرینی بخش! مارا القہرِ خود مخذول مکن! مارا بدون خود مشغول مکن! مارا از یادِ خود معزول مگردان! اگر پرسی حجتی ندارم و اگر بسوزی طاقت نیارم، از بندہ خطا و زلت است و از تو ہمہ عطا و رحمت، اے قدیم لم یزل و اے عزیز بی بدل اللھم اصلحنا واصلح فساد قلوبنا الخ

حال ہی میں راقم الحروف کو حضرت بہاء الدین زکریا قدس سرہٗ کے ایک نادر فارسی ملفوظ کا قلمی نسخہ دیکھنے کا اتفاق ہوا[1]۔ یہ مخطوطہ ۲ء۸" × ۶ء۶" کی تقطیع پر کل ۱۳ صفحات (فی صفحہ ۱۵ سطور) پر مشتمل ہے، لیکن افسوس ہے کہ کرم خوردہ ہونے کی وجہ سے ہر صفحہ کے اوپر کی پانچ پانچ سطروں کے تقریباً نصف الفاظ ضائع ہو گئے ہیں بعض اور مقامات پر بھی مرمت سے کچھ الفاظ ناپید ہیں، تاہم یہ مختصر رسالہ غنیمت ہے اور موضوع کے اعتبار

---

[1] یہ قدیم الخط نسخہ محترم مولوی محمد شمس الدین صاحب تاجر کتب لاہور کے کتب خانہ کی ہے (مؤلف)

Marfat.com

... کی ... حضرت بہاء الدین زکریا قدس سرہٗ کی ... دریا ... دستیاب نہیں شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ... الابرار کے حوالے سے حضرت کے کچھ ارشادات اخبار الاخیار میں نقل کئے ہیں لیکن آج یہ اخبار الاخیار بھی کبریتِ احمر ہے۔ حضرت کی ایک تصنیف کتاب الاوراد ہیں کا پروفیسر محمد شفیع نے اپنے مقالہ "شیخ الاسلام بہا سالدین ابو محمد ذکریا ملتانی" میں تعارف کرایا ہے ایک فقہی تصنیف ہے جو تصوّف کے رنگ میں لکھی گئی ہے اور ملفوظ کی حیثیت نہیں رکھتی۔

ابتدائی سطور کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ معنی بیانِ طریقت میں ہے جس کے متعلق آپ کے کسی مرید نے التماس کی تھی اور آپ نے استخارہ کرنے کے بعد اس کا جواب تحریر فرمایا تھا۔ بطور عنوان یہ عبارت زیبِ قرطاس ہے۔ "ھذا الرسالۃ من کلام الشیخ المشائخ والاولیاء قطب الاقطاب عمدۃ مشائخان بہاء الحق والشرع والدین زکریا محمد قریشی قدس سرہٗ" اس میں سے چند اقتباسات کا ترجمہ تبرکاً پیش کیا جاتا ہے۔

لکھتے ہیں کہ اس راستے میں پہلا قدم ترکِ دُنیا ہے۔ جب آدمی دُنیا میں مشغول ہوجاتا ہے تو وہ اس مقصود سے کہ جس کے لئے اس کو پیدا کیا گیا ہے باز رہتا ہے۔ وہ مقصود عبودیت ہے قولہ تعالیٰ وما خلقت الجنّ والانس الا لیعبدون ... اللہ تعالیٰ کے اسرار میں سے ایک سِر ہے اور وہ سِرّ قربت ہے، اور بندہ ... کے لئے پیدا کیا گیا ہے لیکن چونکہ درمیان میں حجاب ہے اس سبب سے

Marfat.com

وہ اللہ عزوجل تک نہیں پہنچ سکتا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آدمی کے ہر عضوِ بدن میں شہوت اور خواہش بھری ہوئی ہے جو اس کے حجاب کا سبب ہوتی ہے، چنانچہ آنکھ کی شہوت دیکھنے اور حرام چیزوں کی طرف نگاہ کرنے میں ہے اسی طرح کان کی شہوت سننے، ناک کی سونگھنے، تالو کی چکھنے، زبان کی بولنے، بدن کی شہوت آرام کرنے اور سینے کی شہوت اندیشہ کرنے میں ہے۔

آدمی میں اصل چیز دل ہے، جب دل کی اصلاح ہو جاتی ہے تو آدمی کے بدن کی بھی اصلاح ہو جاتی ہے۔ دل کی بھی حیات اور ممات ہے سوائے اس موت کے جو لوگوں کو قبر میں لے جاتی ہے۔ دل کی اپنی جدا گانہ حیات و ممات ہے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے او من کان میتا فاحییناہ یعنی شغلِ دنیا کی کثرت سے، فاحییناہ یعنی ذکرِ مولیٰ سے، اور ہر گاہ کہ دل لذات و شہوات و ماکولات و مشروبات میں مشغول ہوتا ہے اس میں غفلت سرایت کر جاتی ہے، اس پر وسواس کا غلبہ ہو جاتا ہے اور اس میں ہر قسم کا اندیشہ داخل ہونے لگتا ہے ماسوائے حق کا اندیشہ دل کو سیاہ کر دیتا ہے۔ جب دل سیاہ ہو جائے تو اس کی موت واقع ہو جاتی ہے، جیسے کہ وہ زمین جس میں خس و خاشاک بہت پیدا ہو تخم قبول نہیں کرتی تو کہتے ہیں کہ یہ زمین مردہ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

لیکن جب دل سے دنیا کا تعلق زائل ہو جائے اور اس میں سے ہوائے نفس دور ہو جائے اور بندہ اپنے وقت میں پیوستہ ذکر و تلاوت میں مصروف رہے تو وہ دل نورِ ذکر سے زندہ ہو جاتا ہے، ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پس اس راستے میں اصل کام صلاحیتِ دل ہے اور صلاحیتِ دل اس وقت تک حاصل نہیں ہوتی جب تک کہ آدمی

Marfat.com

اپنے باطن کو مذمومات سے کلی طور پر پاک نہ کرے مثلاً غل و غش و حقد و حسد و حرص و کبر و بغض و ریا وغیرہ، اور ان مذمومات و خباثت سے خلاصی پانے کا طریقہ یہ ہے کہ قولاً و فعلاً و ظاہراً و باطناً تمام گناہوں سے اجتناب کرے اور صغائر و کبائر سے احتراز کرے، اسی طرح مشائخ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا ہے لا یصیر المرید مریداً حتی لا یکتب علیہ شیٔ صاحب الشمال عشرین سنۃ، یعنی جب تک کہ بائیں ہاتھ کا فرشتہ کامل بیس سال تک بندہ کے نامۂ اعمال میں کوئی بدی نہ لکھے وہ مرید نہیں ہوتا اور ترکِ معاصی کی صفت میسّر نہیں ہوتی۔

لکھتے ہیں کہ نماز نیاز سے ہے اور نیاز خشیت سے ہے اور خشیت علم سے ہے اور علم سے مراد جاننا ہے، اور جو شخص کہ کرے اور کہے اور نہ جانے تو یہ عین جہل ہے اور جہل مانع قرب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تعلموا ما تقولون، کیونکہ زبان دل کی ترجمان ہے اور دل مقام عیان میں ہے، پس جو کوئی نماز پڑھے اور اس کا دل کسی دوسری جگہ ہو تو نہ اس کا دل عیان میں ہوتا ہے نہ اس کی زبان گفتگو میں اور نہ قالب کردار میں، جیسا کہ سید عالم علیہ السلام نے ایک نمازی کو فرمایا قم فصل فانك لم تصل۔ مہتر عالم کی نظر اس شخص پر پڑی جو نماز کا حق نہیں جانتا تھا۔ اس کو فرمایا کہ یہ کوئی نماز نہ تھی جو تو نے پڑھی۔ پھر ہم سرِ سخن کی طرف آتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ دل کو ان پلیدیوں سے پاک کرے، وہ تمام شاخیں جو دل کو تباہ کرتی ہیں ان کی اصل ایک ہی ہے اور وہ دُنیا کی دوستی ہے۔ حب الدنیا راس کل خطیئۃ، اور دُنیا کی دوستی دل سے نہیں نکلتی مگر خلوت و عزلت سے اور مشائخ نے کہا ہے کہ راہِ حقیقت میں پہلا قدم خلوت ہے۔ . . . . .

Marfat.com

ایک جگہ لکھتے ہیں کہ خلوت اختیار کرنے کے لئے دس باتوں کا ہونا ضروری ہے تاکہ آدمی کی خلوت صحیح ہو۔ اوّل علم ہونا چاہیئے تاکہ اس کی خلوت صحیح ہو اور وہ اس کے ذریعے حق کو باطل سے جدا کر سکے۔ دوسرے تمام اسبابِ دُنیوی میں زہد ہونا چاہیئے۔ تیسرے وہ شدّت و محنت کو اپنی مرضی سے اختیار کرے نہ کہ راحت و نعمت سے ضرورت کے طور پر۔ چوتھے خلوت کو سلامتی کی خاطر اختیار کرے۔ پانچویں اس کی نظرِ عقبیٰ کی طرف ہو۔ چھٹے وہ اپنے آپ کو سب لوگوں سے کمتر خیال کرے تاکہ لوگوں سے اپنی بُرائیاں دُور کر سکے۔ ساتویں عمل میں سستی نہ کرے کیونکہ فراغت بمنزلہ بلا ہے۔ آٹھویں اپنی حالت پر تکبّر نہ کرے۔ نویں خانۂ دل کو فضول باتوں سے خالی کرے اور مرید کے لئے فضولی یہ ہے کہ وہ اپنی خوراک سے زیادہ بچا کر رکھے۔ دسویں خصلت یہ ہے کہ جو چیز بھی اس کو حق تعالےٰ سے باز رکھے اس سے قطع تعلّق کرے .... اور تمام خلق سے پرہیز کرے چنانچہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ بھی بمجرّد طبیعت بیٹھے نہ کہ غلبۂ شہوات سے جب اس کو حق تعالیٰ کے لئے نیّت ظاہر ہو اس وقت اس نیّت کے حکم سے اپنے اہل و عیال کے ساتھ بیٹھے اور جلد اُٹھ کر خلوت میں چلا جائے اور استغفار بہت کہے اور تضرّع و زاری سے حضرت عزّت جلّ جلالہ کے پاس واپس جائے اور اُس نشست کے لئے حق تعالیٰ سے بخشش کا طلب گار ہو کیونکہ اگرچہ اہل و عیال کے ساتھ بیٹھنا مجرّد عبادت ہے لیکن حسنات الابرار سیئات المقربین ، اپنے حسبِ حال اس شخص کے لئے گناہ ہے وھذا ذنب حالہ۔ خلوت وہی ہے کہ حق کے سوا دل کے اندر کوئی غیر نہ ہے

Marfat.com

اور بندہ اپنے وقتی حال کا مراقب ہو۔

پس مرید کو چاہیئے کہ وہ مراقب وقت اور اپنے اوقات کا پاسبان ہو اور ماسوائے حق کے ہر چیز کو دل سے دُور کرے اور لوگوں کی صحبت کو اپنے اوپر حرام کرے اور اگر اس کو خدای تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ موانست نہ ہو تو وہ خدای تعالیٰ کی کو بھی نہ پا سکے گا، اور مرید کے لیے لازم ہے کہ وہ علمِ شریعت اور علمِ توحید کا عالم ہو تاکہ وہ علم کے ساتھ عمل کرے اور علم اس کا رہبر ہو تاکہ شیطان اس کی طرف دست درازی نہ کرے کیونکہ عمل بے علم کی کوئی اصل نہیں (نعوذ باللہ منہا من عمل بلا علم و علم بلا عمل) لیکن بندہ کو چاہیئے کہ وہ اپنے خداوند کا مخلص ہو اور خدا تعالیٰ کی طلب میں بحسبِ نیت صادق ہو تاکہ حق تعالیٰ اس کے یقین کو مزید کرے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

آگے لکھتے ہیں کہ اگر مراقبہ میں حدیثِ نفس کا غلبہ ہو تو سو جائے کیونکہ عالم کا سونا اللہ تعالیٰ کی بندگی ہے' نوم العالم عبادۃ اور وہ یہ ہے کہ خدای تعالیٰ کے لیے سوئے، اور عالم کا سونا دوسروں کی بیداری سے اچھا ہے۔ مرید کو چاہیئے کہ ذکرِ زباں اور اعمالِ جوارح کی پابندی کرے اور ہمیشہ طاعت و عبادت میں رہے اور کسی فتور و قصور کو اپنی طرف راہ نہ دے اور اگر قرآن مجید کی تلاوت کرے تو اتنا پڑھے اور اس طرح پڑھے کہ حدیثِ نفس کے بجائے قرآن کے معانی سننے لگے، اور اگر قرآن پڑھنے میں کچھ دیر آرام کرے تو تفکر کرے کہ "تفکر ساعۃ خیر من عبادۃ سنۃ"، اور "تفکر خلق میں کرے نہ کہ خالق میں"، اور اللہ تعالیٰ کی بخششوں اور نعمتوں اور آسمان و زمین و بہشت و دوزخ کی آفرینش میں تفکر کرے اور جو کچھ اس کے سوا ہو اس سے احتراز کرنا چاہیئے کیونکہ وہ حدیثِ نفس ہے۔

Marfat.com

ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ جب بندہ کی ارادت حق تعالیٰ کے ساتھ قوی ہو جاتی ہے تو حق تعالیٰ اس کے نفس کو بینا کر دیتا ہے یہاں تک کہ اس کی حرکات و سکنات نفسانی نہیں رہتیں اور وہ تمام ربانی ہو جاتا ہے۔ جب بندہ ربانی ہو جاتا ہے اور نفسانی نہیں رہتا تو خدای تعالیٰ کی نگہداشت میں آجاتا ہے اور مرحوم و مغفور ہو جاتا ہے، اور جب بندہ اس مقام عالی میں پہنچتا ہے تو امید ہوتی ہے کہ باری تعالیٰ اس کو دل کے مقصود و منتہیٰ پر پہنچا دے گا۔۔۔

Marfat.com

شیخ صدر الدین عارفؒ

شیخ الاسلام حضرت شیخ بہاؤالدین ذکریاؒ کے فرزند دلبند و خلیفہ اعظم تھے۔ والد بزرگوار کے وصال کے بعد سجادۂ مشیخت پر جلوہ افروز ہوئے اور بہت سے اولیاء آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گئے۔

شیخ صدر الدین کی پیدائش دار الامان ملتان ہی میں ہوئی آپ نے تعلیم ظاہری کی تکمیل اور تربیت باطنی کی تحصیل خود اپنے والد ماجد سے کی، قرآن مجید حفظ کر کے دینیات وغیرہ میں دستگاہ کامل بہم پہنچائی اور علم و فضل میں یگانۂ روزگار ہوئے اور علوم باطنی و حالاتِ صوری و معنوی میں گوئے سبقت عارفانِ زمانہ سے لے گئے۔ آپ تجرید و تفرید میں یگانۂ روزگار اور یکتائے عصر تھے۔ ہر وقت بحرِ معرفت میں مستغرق رہتے تھے اور دُنیائے دوں سے سخت متنفر اور بیزار تھے۔

کہتے ہیں کہ آپ کے والد ماجد کی وفات کے بعد جب متروکہ پدری حسب شرع ساتوں بھائیوں پر تقسیم[1] ہوا تو بقدر ستر لاکھ تنکہ کے آپ کے حصہ میں آیا۔ آپ وہ ہمت مردانہ رکھتے تھے کہ اوّل ہی روز میں تمام زر نقد فقراء و مساکین

---

[1] آپ سات بھائی تھے اوّل آپ دوم شیخ برہان الدین سوم شیخ ضیاء الدین چہارم شیخ علاء الدین پنجم شیخ شہاب الدین ششم شیخ قدوۃ الدین ہفتم شیخ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین (مسالک السالکین)

Marfat.com

واہلِ حاجت کو تقسیم کر دیا اور ایک درہم یا دینار اپنے لئے باقی نہ رکھا۔ ایک درویش نے سوال کیا کہ آپ کے والدِ ماجد کے پاس تو خزانہ کثیر تھا باوجود اس کے وہ آہستہ آہستہ خرچ کرتے تھے آپ نے کیوں ایک ہی روز میں تمام روپیہ لُٹا دیا اور خزانہ میں کچھ بھی رہنے نہ دیا۔ فرمایا میرے والد بزرگوار ہمیشہ دُنیا پر غالب تھے اس لئے مال وزر کی موجودگی ان کو کوئی ضرر نہ پہنچا سکتی تھی۔ اگرچہ میں بھی بفضلہ تعالیٰ بیشتر دُنیا پر غالب ہوں لیکن کبھی کبھی درجہ مساویت کا بھی ہو جاتا ہے اس لئے میں اس اندیشہ سے کہ مبادا کبھی دُنیا مجھ پر غالب آجائے مطمئن نہیں اسی وجہ سے میں نے اسبابِ دُنیاوی کو اپنے پاس سے دُور پھینک دیا اور اس کے کھٹکے سے اپنے دل کو فارغ کر لیا۔

آپ کا نام "عارف" اس لئے مشہور ہُوا کہ جب آپ کلام مجید پڑھتے تھے تو اس کے مطالب پر کمال غور وفکر فرماتے تھے اور انواع انواع کے انوارِ معانی سے آپ کا دل ودماغ منوّر ومعمور ہو جاتا تھا۔ چنانچہ جامع العلوم میں حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحؒ سے روایت ہے کہ آپ کو ہر بار قرآن پڑھنے میں دوسرے معانی ظاہر ہوتے تھے سوائے اس معانی کے جو اس سے پہلے ظاہر ہوئے ہوں۔ ایک روز آپ نے والد ماجد کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھ کو فاتحہ میں ہر بار معانی من اللہ وارد وظاہر ہوتے ہیں اگر حکم ہو تو لکھوں۔ ارشاد ہُوا کہ مت لکھو اس لئے کہ عام لوگ نہ سمجھیں گے اور انکار کریں گے۔

مولانا جمالی سیر العارفین میں لکھتے ہیں کہ "سلطان المشائخ شیخ صدرالدین عارف قدس سرہٗ العزیز در مشائخ کبار مستثنا وممتاز بود۔ در حظائر انوار بوحدت ومسارّ

Marfat.com

در اصل و فرع معمورے در زہد و ورع مشہورے در سیر وحدت صاحب معراج و در علم معرفت بحر مواج، و او را شیخ عارف ازاں گویند ہر بار کہ کلام اللہ خواندے سمند فکرت بیشتر راندے، و ہر وقتی در تلاوت بودے او را معانی دیگر روی نمودے، عجب ہمت عالی داشتے کہ ہیچ اسباب دنیاوی بگرد خود نگذاشتے"!

آپ کے والد کے ایک مرید سید امیر حسینی نے کنز الرموز میں آپ کی نسبت لکھا ہے

آں بلند آوازۂ عالم پناہ ۔۔۔ سرور دین، افتخار صدر گاہ
صدر دین و دولت آں مقبول حق ۔۔۔ نہ فلک از خوان جودش یک طبق
آب حیواں قطرۂ بحر دلش ۔۔۔ ہمچوں خضر علم لدنی حاصلش
معتبر چوں قول او افعال او ۔۔۔ ہم بیان او گواہ حال او
مقتدای دین، قبول خاص و عام ۔۔۔ دولتش گفتہ توئی خیر الانام
ملک معنی جملہ در فرمان او ۔۔۔ ہم بکسب و ہم بمیراث آن او

مولانا جمالی آپ کے روحانی مقام کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

آں گوہر معدن حق الیقیں ۔۔۔ تازہ ز آب کرمش باغ دین
دادہ زپاکی بملائک صلا ۔۔۔ غرقۂ وحدت بخلا و ملا
لجۂ مواج دل پاک او ۔۔۔ عقل فرو ماندہ در ادراک او
خاک درش از رہ عز و جلال ۔۔۔ سرمۂ چشم دل اہل کمال
نور دلش سوئے یقیں یافتہ ۔۔۔ قرب مع اللہ ز صفا تافتہ
صدر نشیں گشتہ بعرش بریں ۔۔۔ گشتہ خطابش زخدا صدر دین

یافت جمالی خوشی از یاد او
ذکر جمیلش شدہ اوراد او

Marfat.com

مولانا امام الدین مبارک ملتانی استادِ شیخ ابابکر زندہ پوش سے منقول ہے کہ ایک روز آپ دریا کے کنارے جو ملتان سے بفاصلہ ایک فرسخ کے ہے وضو کر رہے تھے اور آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح جو اس وقت سات برس کے تھے ساتھ تھے۔ ناگاہ ایک طرف سے ایک غول ہرن کا پیدا ہوا، ان کے درمیان ایک بچہ تھا، حضرت شیخ رکن الدین کو بمقتضائے طفولیت اس کا شوق پیدا ہوا، جب غول نظر سے غائب ہوا اور آپ وضو اور ادائے دوگانہ سے فارغ ہو کر آئے تو حضرت شیخ رکن الدین کو سبق کے لئے بلایا۔ حضرت شیخ رکن الدین کی وہ ذہانت تھی کہ تین بار پڑھ کر پاؤ سپارہ قرآن مجید حفظ کر لیتے تھے مگر اس روز دس مرتبہ پڑھنے سے بھی یاد نہ ہوا۔ آپ نے جب اس کا سبب دریافت کیا تو حاضرین نے غول کے آنے اور ہرنی کے بچہ پر ان کے میلانِ خاطر ہونے کا حال ظاہر کیا۔ آپ نے دریافت کیا کہ غول کس طرف گیا ہے۔ حضرت شیخ رکن الدین نے فی الفور عرض کیا کہ اس طرف گیا ہے۔ آپ نے اس طرف توجہ کی، ہرنی فوراً مع بچہ کے حاضر ہوئی۔ حضرت شیخ رکن الدینؒ نے دوڑ کر بچہ کو گود میں اٹھا لیا اور پیار کر کے دودھ پلایا اور حالتِ خوشی میں بجائے ربع کے ایک سپارہ حفظ کر لیا اور ہرنی کو مع بچہ کے خانقاہ میں لے آئے کہ وہ مدت تک وہاں رہی۔

حضرت مولانا جمالی صاحب سیر العارفین فرماتے ہیں کہ جب سلطان سکندر نے جو ایک بادشاہ خوش خلق پسندیدہ خصال تھا اور جس کو اربابِ معنی کے ساتھ ہمیشہ دلچسپی تھی خصوصاً فقراء کا بہت معتقد تھا اور جس کو اس درویش کے ساتھ بہت الفت تھی وفات پائی اور اس کا بڑا بیٹا سلطان ابراہیم تخت نشین ہوا

Marfat.com

دکاندوبارِ سلطنت میں انقلابِ عظیم واقع ہُوا، سابق وزراء و اراکین یک قلم علیحدہ کر دیئے گئے اور بدخلق و کج طبع آدمی دربار میں بھرتی ہوئے اور چند افغان جو نہایت تند مزاج و شریر الطبع تھے اس کے محرمِ راز و ہمنشین بنے اور استاد فریدون جو نہایت درجہ کا کمینہ تھا دربارِ شاہی میں صاحبِ اختیار رہا۔ اس زمانہ میں اس فقیر نے سلطان مرحوم کی وفات کے متعلق ایک حسرت آمیز مرثیہ لکھا تھا جس کا ایک شعر یہ تھا۔

اے سلیمانِ زمان آہ کجائی آخر — تاکنم پیشِ تو از فتنۂ دیواں فریاد

اُستاد فریدون نے یہ شعر سُنا کر سلطان ابراہیم اور افغانوں کے سامنے پیش کیا کہ شیخ جمالی نے ہم سب کو دیو کہا ہے۔ اس سبب سے وہ مجھ سے نہایت برہم ہو گئے، اگرچہ علانیہ طور پر مجھے کوئی مضرت نہیں پہنچا سکتے تھے لیکن بمقتضائے بشریت مجھے کسی قدر اندیشہ و ملال پیدا ہُوا۔ اسی اثناء میں مَیں نے ایک رات خواب دیکھا کہ ایک بزرگ نورانی صورت نے مجھے ایک جامہ صوف دیا اور فرمایا کہ یہ جامہ تمہارے لئے حضرت شیخ صدرالدین نے ملتان سے بھیجا ہے اس کو پہنو۔ میں نے بعد ادائے دوگانہ اس جامہ کو پہن لیا۔ جب خواب سے بیدار ہوا تو اپنے کو ایسا مسرور و خوش حال پایا کہ گویا میرے دل پر بادشاہ کے ملال کی کوئی کلفت نہ تھی اور قدرتِ خدا سے سلطان ابراہیم کی کدورت بھی جو میرے ساتھ پیدا ہو گئی تھی محبتِ خالص سے بدل گئی اور وہ پہلے سے بھی زیادہ میری عزت کرنے لگا۔

نیز فرماتے ہیں کہ میں جس زمانے میں حج بیت اللہ کے قصد سے جا رہا تھا شہر ہری میں پہنچا تو وہاں کے اکابر مثل حضرت شیخ صوفی و حضرت شیخ محمد روحی و حضرت

Marfat.com

شیخ عبدالعزیز جامی و حضرت مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامی و حضرت خلاصۃ العلماء شیخ الاسلام و حضرت مولانا مسعود شیروانی و حضرت مولانا حسین واعظ و حضرت مولانا عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہم سے نیاز حاصل کر کے مستفیض ہوا۔ اگرچہ یہ سب بزرگان اس فقیر حقیر کے ساتھ بڑے محبت رکھتے تھے لیکن بستر و قیام اس فقیر کا مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامی کے پاس تھا۔ ایک روز میں ان کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا اور کتاب لمعات مصنفہ حضرت مولانا فخرالدین عراقی درمیان میں رکھی ہوئی تھی۔ حضرت مولانا جامی نے حضرت شیخ محی الدین العربی کی تعریف میں مبالغہ فرما کر فرمایا کہ یہ کتاب حضرت محی الدین العربی کی برکاتِ عالیہ کا نتیجہ ہے۔ میں نے کہا کہ ہر شخص کا مرتبہ جس ذریعہ سے کہ اسے عطا ہوا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ کے دربار میں مخفی نہیں۔ چنانچہ مولانا نے اسی رات کو خواب میں دیکھا کہ حضرت شیخ صدرالدین عارف قدس اللہ سرہٗ بجماعتِ فقراء بیٹھے ہوئے ہیں اور حضرت مولانا فخرالدین عراقی آپ کے ہر دو نعلین ہاتھ میں لئے مؤدب کھڑے ہیں اور مولانا کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ تم بھی مجلس میں آجاؤ۔ مولانا فرماتے ہیں کہ میں اس مجلس میں حاضر ہوا اور حضرت شیخ صدرالدین کی دست بوسی سے سرفرازی حاصل کی، اس وقت تم مجھ سے کہتے ہو کہ کیوں صاحب! مرتبہ شیخ صدرالدین عارف علیہ الرحمۃ کا معلوم ہوا۔ میں کہہ رہا ہوں بیشک آپ سچ فرماتے تھے۔ پس صبح ہوتے ہی یہ خواب مولانا نے مجھ سے بیان کیا۔

حضرت مولانا حسام الدین علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جن دنوں میں ملتان میں حاضر خدمتِ کیمیا خاصیت تھا ایک روز آپ روضہ مبارک سے حضرت غوث العالم

شیخ بہاؤ الدین ذکریاؒ کی زیارت سے فارغ ہو کر باہر تشریف لائے تو میرے دل میں گزرا کہ میں ایک قطعہ زمین اپنی قبر کے لئے مانگوں شاید خداوند کریم آپ کی ہمسائیگی سے مجھے بخش دے، اس خیال کا آنا تھا کہ آپ نے فرمایا مولانا حسام الدین مجھے ایک قبر کی جگہ آپ کو دینی چنداں مشکل نہیں اور نہ مجھ کو اس میں عذر ہے لیکن آپ کے واسطے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پاک جگہ خطہ بدایوں میں تجویز فرمائی ہے آپ کا مدفن اسی جگہ ہوگا۔ پس ایسا ہی ہوا کہ حضرت مولانا حسام الدین نے بدایوں میں خواب دیکھا کہ ایک مقام پر حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرما رہے ہیں جب صبح کو دیکھا تو اس جگہ کو تر پایا اور حسب وصیت اسی جگہ دفن کئے گئے۔

جامع العلوم میں حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ سے روایت ہے کہ آپ کے پڑوس میں ایک بیوہ عورت کا لڑکا مر گیا وہ زار زار روتی تھی۔ آپ نے اس کا رونا سُن کر پوچھا کہ یہ کیوں روتی ہے۔ لوگوں نے واقعہ حال عرض کیا۔ آپ خانقاہ سے اس کے گھر تشریف لے گئے اور لاش کے نزدیک جا کر فرمایا یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ وہ جوان مُردہ زندہ ہو گیا اور اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کی ماں آپ کے قدموں پر گر پڑی اور وہ بھی قدم بوس ہُوا۔

حضرت شیخ رکن الدین فردوسی جو پیر حضرت شیخ نجیب الدین فردوسی کے اور وہ پیر حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری کے ہیں فرماتے ہیں کہ جب میں خراسان سے ہندوستان آیا اور ملتان میں آپ کی خدمت میں پہنچا تو وجہ ایام بیض روزہ سے تھا۔ آپ نے کھانا طلب کیا سب درویش آپ کے مائدہ پر جو بادشاہوں کے

Marfat.com

دسترخوان کے مانند تھا حاضر ہوتے۔ آپ کے سامنے ایک طباق مزعفر سے اور ایک طباق حلوائے صابونی سے بھرا ہوا رکھا تھا۔ آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ درویشو بسم اللہ۔ میں اگرچہ صایم تھا لیکن بحکم من اکل مع المغفور فہو المغفور اپنے تئیں اس سعادت سے محروم نہ کر سکا بسم اللہ کہہ کر اکل طعام میں مشغول ہوا۔ دیکھا کہ آپ برغبت تمام کھانا تناول فرماتے ہیں اور ہر ایک کو ان نعمتوں کے کھانے کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ میرے دل میں گذرا کہ اگرچہ میں نے صوم بیض کے افطار میں میزبانی کی مراعات کی پر ضرور ہے کہ قلیل غذا پر کفایت کروں۔ میرے اس خیال کے آتے ہی آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ جس شخص سے ممکن ہو کہ حرارتِ باطن سے طعام کو تحلیل اور نورانی کرے اسے قلتِ طعام کی پابندی لازم نہیں۔

چونکہ لقمہ می شود در تو گہر تن مزن چندانکہ بتوانی بخور

فرشتہ نے شیخ صدرالدین قدس سرہٗ العزیز کے بارے میں ایک عجیب و غریب روایت بیان کی ہے جس کی تاریخی لحاظ سے کوئی اصلیت نہیں۔ منقول ہے کہ جب سلطان غیاث الدین بلبن نے اپنے بڑے لڑکے شہزادہ محمد سلطان کو جو خان شہید کے نام سے مشہور ہے۔ مغلوں کی یورش روکنے کے لئے ملتان بھیجا اس کے ساتھ اس کی بیوی بھی تھی جو سلطان رکن الدین ابراہیم بن شمس الدین التمش کی لڑکی تھی۔ یہ شہزادی نہایت صلاح و عفت کی مالک تھی مگر شہزادے کی کثرتِ شراب خواری سے ہمیشہ مغموم رہتی تھی۔ ملتان پہنچنے کے بعد قضارا ایک دن شہزادہ محمد سلطان خان شہید نے اس عفیفہ سے کسی بات پر ناراض ہو کر شراب کے نشے میں اس کو طلاق

Marfat.com

وہ بھی اور اس سے علیحدگی اختیار کرلی۔ چونکہ وہ حسن وافر سے بہرہ ور تھی دو
تین روز کے بعد شہزادہ اس کی مفارقت میں بیتاب ہو گیا اور علماء کو بلا کر مسئلہ
پوچھا۔ سب علماء نے جواب دیا کہ رجوع درست نہیں ہے۔ اور شہزادی اس وقت تک
اس کی زوجیت میں نہیں آسکتی جب تک کہ وہ حلالہ نہ کرلے۔ شہزادہ محمد سلطان
کی تنک مزاجی نے اس بات کو گوارا نہ کیا اور نہایت غصے میں اٹھ کر خلوت میں
چلا گیا، اور قاضی امیر الدین خوارزمی کو جو اس کا محرم و ہمدم تھا بلا کر کہا کہ عذاب دوزخ
اور باپ کے غضب سے ڈرتا ہوں لیکن شہزادی کی مفارقت کسی طرح گوارا نہیں
کرسکتا۔ قاضی امیر الدین نے کہا اگر امان ہو تو عرض کروں۔ شہزادہ محمد سلطان خان
شہید نے امان دی تو قاضی نے عرض کیا کہ اس جگہ شیخ صدر الدین عارف پاک ذات
اور ملک صفات بزرگ ہیں، پوشیدہ طور پر ان سے شہزادی کا نکاح کر کے طلاق
دلوا دی جائے۔ محمد سلطان خان شہید اس پر راضی ہو گیا اور اس مشورہ کا پوشیدہ
طور پر شیخ صدر الدین عارف سے نکاح کر دیا گیا۔ پھر دوسرے دن ان سے کہا گیا
۔ کہ اس کو طلاق دے دیں۔ شہزادی نے حضرت کے پاؤں پر گر کر کہا کہ اگر آپ مجھ
کو اس ظالم و فاسق کے سپرد کر دیں گے تو میں قیامت کے روز آپ کا دامن پکڑوں
گی شیخ صدر الدین عارف کو اس کے عجز وزاری پر رحم آگیا اور انھوں نے شہزادی کو
طلاق دینے سے انکار کر دیا۔ قاضی نے یہ خبر سنی تو وہ نہایت پریشان اور
سراسیمہ ہوا آخر بڑی مشکل سے ظہر کے وقت وہ شہزادہ محمد سلطان خان شہید کے پاس
گیا۔ خان شہید اس کے تحیر و تغیر کو دیکھ کر معاملہ سمجھ گیا اور اس نے قاضی کو مارنے
کے لئے تلوار نکالی۔ پھر سنبھل کر کہا تیرے جیسے آدمی کا خون بہانا بے فائدہ ہے اگر

Marfat.com

کل شیخ صدرالدین کے گھر کو خون سے رنگین نہ کروں تو اس عورت سے کمتر ہوں گا جو اس کے گھر میں ہے۔ پس اس نے حکم دیا کہ کل صبح تمام سپاہ دربار میں حاضر ہو۔ اس روز اُس نے طعام و شراب کو ہاتھ نہ لگایا اور ملتان میں روزِ قیامت کے آثار نظر آتے تھے۔ شیخ بدستور اپنے ارادے پر قائم رہے اور ان کی حالت میں کوئی تغیر نہ ہُوا۔ ناگاہ عصر کے بعد خبر آئی کہ بیس ہزار جرار و خونخوار مغل نواحِ ملتان میں آپہنچے ہیں۔ محمد سلطان خان شہید نے حکم دیا کہ صبح فوراً تمام لشکر مسلّح و مکمّل ہو کر نکلے تاکہ پہلے مغلوں سے نپٹ لیں اس کے بعد شیخ کا کام تمام کریں گے۔ دوسرے دن وہ دوپہر تک مردانہ وار لڑتا رہا اور ظہر کے وقت ایک حوض کے کنارے آکر نماز میں مشغول ہُوا۔ اس وقت اس کے ہمراہ پانسو سوار تھے۔ اس اثنا میں ایک مغل امیر جو دو ہزار سوار کے ساتھ ایک باغ میں مقیم تھا مغلوں کی شکست کی خبر سن کر بھاگنے کے لئے نکلا، لیکن جب وہ محمد سلطان خان شہید کے پاس سے گزرا تو تھوڑی سی جمعیت دیکھ کر اس نے ان پر حملہ کر دیا اور محمد سلطان خان شہید اور اس کے تمام ساتھیوں کو قتل کر کے نکل گیا۔

گنجِ قاروں کہ فرو می رود از قعر ہنوز
خواندہ باشی کہ ہم از غیرتِ درویشانست

چنانچہ وہ عفیفہ فارغ البالی سے شیخ صدرالدین عارف کے گھر میں رہنے لگی اور ان کی برکتِ صحبت سے واصلانِ حق سے ہو گئی۔

فرشتہ نے اپنی تاریخ میں شہزادہ محمد سلطان کے جو محاسن و اوصاف بیان کئے ہیں انہیں پڑھ کر خود اس بے سروپا روایت کی تکذیب ہوتی ہے۔ تاریخ فیروز شاہی

Marfat.com

میں بھی شہزادہ محمد سلطان کے اس قصے کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ محض عوام کی روایت ہے۔

منقول ہے کہ جب شیخ صدرالدین عارفؒ مرض الموت میں مبتلا ہوئے آپ نے حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کا خرقہ اور دوسری چیزیں جو آپ کو اپنے والد ماجد سے پہنچی تھیں اپنے فرزند ارجمند حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح قدس اللہ سرہٗ کو عطا فرمائیں اور اپنا خلیفہ و جانشین کیا اور راہی ملک بقا ہوئے۔

آپ کا وصال ملتان میں ۲۳ ماہ ذی الحجہ کو ظہر و عصر کے درمیان ہوا۔ سالِ وفات کی صحیح تعیین نہیں ہو سکی۔ سفینۃ الاولیاء اور مراۃ الاسرار اور خزینۃ الاصفیاء کے مطابق ۶۸۴ھ ہے۔ مولانا نور احمد خاں فریدی مؤلف "تذکرہ صدرالدین عارف" لکھتے ہیں کہ جامع السلاسل کے مؤلف نے "صدرالدین عارف" کے مادہ سے آپ کی تاریخ وصال نکالی ہے جو ۷۰۹ ہجری ہوتی ہے۔ جامع السلاسل کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

"شیخ عارف خطاب او ست، عالم بود با عمل و دانشورے کامل، وفات اوشاں در سالِ ہفت صد و نہ ہجری کہ با "صدرالدین عارف" در شمار برابر است نوراللہ مرقدہٗ"

مولانا فریدی لکھتے ہیں کہ تذکرہ ملتان مؤلفہ شیخ محمد یوسف گردیزی (قلمی نسخہ) سے بھی اس روایت کی تصدیق ہوتی ہے، چنانچہ اس میں لکھا ہے کہ "وفاتش بست و سوم ماہ ذی الحج سال ہفت صد و نہ ہجری و قبرہٗ مع قبر ابیہ"..... انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت بہاء الدین زکریاؒ کی اولاد کرام کے پاس جو تاریخی ریکارڈ چلا آتا ہے اس سے بھی مؤخر الذکر بیان کو تقویت پہنچتی ہے، خاندانی ریکارڈ کے الفاظ

Marfat.com

یہ ہیں ''وفاتِ ایشاں روز سہ شنبہ بست و سوم ماہ ذی الحج ہفت صد و نہ ہجری الی آخرہ''۔

مراۃ الاسرار کے مؤلف کا بیان ہے کہ وفات کے وقت عمر شریف ۶۹ سال کی تھی مگر بعض تذکروں میں ۷۳ سال بھی بتائی جاتی ہے۔ بقول مولانا فریدی اگر تاریخ وصال ۷۰۹ ہجری تسلیم کر لی جائے تو شیخ العارفؒ کی عمر ۸۰ سال کہی جا سکتی ہے۔

مزار پُرانوار شہر ملتان میں آپ کے والد ماجد حضرت بہاء الدین زکریا قدس سرہٗ کے پہلو میں واقع ہے۔ آپ کے خلفائے کاملین اور مریدانِ صاحب جمال میں علاوہ فرزندِ خلف حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتحؒ کے حضرت شیخ جمال الدین خنداں اُچوی، حضرت شیخ احمد معشوق، حضرت شیخ صلاح الدین درویش، حضرت شیخ علاء الدین المخاطب بہ محبوب اللہ اور حضرت شیخ حسام الدین ملتانی ہیں قدس اللہ اسرارہم

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

صوفیانہ تعلیمات

کنوز الفوائد حضرت شیخ صدر الدینؒ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جس کو ان کے ایک مُرید خواجہ ضیاء الدین نے مرتب کیا تھا۔ اخبار الاخیار میں اس کے چند اقتباسات دیئے ہیں جن کا ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

شیخ الامام العارف صدر الحق والدین رضی اللہ عنہ اپنے مریدوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ حدیثِ قُدسی میں ہے لا الٰہ الا اللہ حصنی فمن دخلہ آمن

Marfat.com

من عذابی، یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہے کہ لا الہ الا اللہ میرا حصن (قلعہ) ہے جو کوئی اس میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہو گیا۔ ایک حصن ہوتا ہے اور ایک حصار، حصار وہ ہے جو گرداگرد ہو مگر کبھی حفاظت کرتا ہے کبھی نہیں کرتا، اور حصن وہ ہے جو گرداگرد ہو اور حفاظت کرے، اور اس حصن میں آنا تین قسم کا ہوتا ہے، ظاہر و باطن و حقیقت۔ ظاہر یہ ہے کہ غیر کا خوف اور نفع کی امید سوائے خدا کے سب سے ترک کر دے کہ اگر تمام عالم اس کا دشمن ہو جائے یا دوست بن جائے تو خدا تعالیٰ کے حکم کے بغیر اس کو کوئی نفع و ضرر اور خیر و شر نہیں پہنچ سکتا، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وان یمسسک اللہ بضر فلا کاشف لہ الا ھو وان یردک بخیر فلا راد لفضلہ ؕ۔ باطن یہ ہے کہ تحقیق جان لے کہ جو کچھ موت سے پہلے اس سرائے فانی میں پیش آتا ہے ہمیشہ رہنے والا نہیں اور اس پر قلم عدم چل چکا ہے۔ قولہ تعالےٰ کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ اس کو ثبات حاصل نہیں اور اس کی ہستی و نیستی کی طرف التفات نہ کرے، اس وقت حصن باطن میں داخل ہو جائے گا حقیقت یہ ہے کہ دل میں نہ بہشت کی آرزو ہو اور نہ دوزخ کا خوف ہو، اللہ کے سوا کسی چیز سے قرار نہ پکڑے فِی مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ جب وہاں پہنچے تو بہشت خود بخود اس کے پیچھے چلی آتی ہے اور دوزخ دُور بھاگ جاتی ہے۔

ایک اور موقع پہ اپنے مُریدوں کو وصیت فرماتے ہیں کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی پہلی شرط یہ ہے کہ جس پر حضورؐ ایمان لائے اس پہ ایمان لا کر بندہ ثابت قدم رہے اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ دل سے بے شک و شبہ

Marfat.com

معتقد نہ ہو اور رضا و رغبت اور محبّت و معرفت کے ساتھ زبان سے اقرار نہ کرے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی ذات میں یکتا اور اپنی صفات میں یگانہ ہے، وہ ہمیشہ صفاتِ کمال سے موصوف ہے، تمام اسماء وصفات و افعال کے ساتھ قدیم ہے، اوہام و افہام کے ادراک سے منزّہ ہے، حدوث و عوارض و اجسام کی علامتوں سے پاک ہے، تمام عالم اُس کا پیدا کیا ہُوا ہے، اُس کی ذات و صفات پر چوُں و چگونی درست نہیں، نہ وُہ خود کسی چیز سے مشابہ ہے اور نہ کوئی چیز اس سے مشابہت رکھتی ہے، تمام پیغمبر اسی کے بھیجے ہوُئے ہیں اور محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم تمام پیغمبروں میں افضل ہیں جو کچھ آپؐ نے فرمایا ہے صحیح اور دُرست ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں خواہ یہ باتیں عقل میں آئیں یا نہ آئیں، اگر نہ آئیں تو بھی ان کو تسلیم کر لینا چاہیئے تاکہ اعتقاد درست رہے کیونکہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے خدا کے حکم کو چاہا اور جانا اور اس کی کیفیّت معلوم کرنے کی کوشش نہ کی، اگر خداوند تعالیٰ کے حکم کی تاویل آیات و احادیث کے مطابق ہو تو جائز ہے۔ صحتِ ایمان کی علامت یہ ہے کہ اگر بندہ نیک کام کرے تو اس کو دل میں خوشی محسوس ہو اور اگر اس سے بُرائی سرزد ہو تو اُس کو بُرا محسوس ہو، اور ایمان میں استقامت کی علامت اس بات کا یقین ہے کہ اُس کے نزدیک خدا اور رسُولِ خدا، ذوق و حال کی بنا پر نہ کہ علم و ایمان کی رو سے، سب سے زیادہ محبوب ہوں۔

ایک موقع پر مریدوں کو نصیحت کی کہ کوئی سانس ذکر کے بغیر باہر نہ نکلنا چاہیئے کیونکہ بزرگوں نے کہا ہے کہ جو کوئی ذکر کے بغیر سانس لیتا ہے وہ اپنا حال

Marfat.com

ضائع کرتا ہے، ذکر کے وقت وسوسہ اور حدیثِ نفس سے گریز کرنا چاہیئے، اور جب یہ صفت مستقل طور پر پیدا ہو جائے گی تو ذکر کے نور سے وسوسہ اور حدیثِ نفس جل کر راکھ ہو جائے گی اور دل میں نورِ ذکر اُترتا جائے گا اور ذکر کی حقیقت دل میں بیٹھ جائے گی، تب ذکر کے ساتھ مذکور کا مشاہدہ شامل ہوگا اور دل نورِ یقین سے منور ہو جائے گا، یہی طالبوں کا مقصود اور سالکوں کا مقصد ہے ؎

این کارِ دولت ست کنون تا کرا رسد

نیز آپ کی وصیتوں میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا ایہا الذین آمنوا اذکروا اللہ ذکراً کثیراً، جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو بندۂ سعید لکھ دیتا ہے اور اس کو زبان کے دوام ذکر کے ساتھ قلب کی موافقت کی توفیق عطا کرتا ہے، اور زبان کے ذکر سے قلب کے ذکر کی جانب ترقی دیتا ہے، یہاں تک کہ اگر زبان ذکر سے خاموش رہتی ہے تو قلب خاموش نہیں ہوتا، یہی ذکرِ کثیر ہے اور اس ذکر تک بندہ اس وقت تک نہیں پہنچتا جب تک کہ وہ نفاقِ خفی سے بری نہ ہو جس کا اشارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں ہے اکثر منافقی امتی قراءھا (میری اُمت کے اکثر منافق اس کے قاری ہیں)، اس نفاق سے مراد غیر خدا کے ساتھ وقوف اور ماسوا کے ساتھ تعلقِ باطن ہے، اس سے پرہیز ضروری ہے پس جب بندہ کو تجریدِ ظاہری یعنی ناپسندیدہ چیزوں سے علیحدگی کی توفیق ہوتی ہے اور وہ بُرے خیالات اور اخلاقِ مذمومہ سے پاک وصاف ہو کر تفریدِ باطنی سے معزز ہوتا ہے تو قریب ہوتا ہے کہ اُس کے باطن میں نور کا ذکر منجلی ہو جائے اور شیطانی وساوس اور نفسانی

خواہشات اس سے دُور ہوجائیں اور اس کے باطن میں ذکرِ نُور کا جوہر نمایاں ہوجائے یہاں تک کہ اس کا ذکر مشاہدۂ مذکور کو منجلّی کر دے، اور یہ وہ مرتبۂ عظمیٰ اور عطیۂ کبریٰ ہے کہ اس کے حصول کے لیئے اُمّت کے اصحابِ ہمّت اور اربابِ بصیرت جدّ و جہد کرتے ہیں۔ واللہ الموفق والمعین۔

Marfat.com

شیخ رکن الدین ابوالفتح رح

شیخ صدر الدین عارف رح کے فرزند خلف و مرید رشید اور شیخ الاسلام حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی قدس اللہ اسرارہ کے پوتے ہیں۔ اپنے جد بزرگوار کے نظر یافتہ تھے اور علوم معقول و منقول سے بہرۂ وافر رکھتے تھے۔

آپ ۹ رمضان المبارک ۶۴۹ھ کو بروز جمعہ مبارک پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام بی بی راستی تھا، یہ زہد و تقویٰ کی وجہ سے اپنے وقت کی رابعہ بصری تھیں ہر روز ایک بار کلام اللہ ختم کرتی تھیں اور اپنے خسر شیخ بہاؤ الدین زکریا رح سے ارادت صادق رکھتی تھیں۔ نقل ہے کہ ایک دن اُن کی ملازمت میں حاضر ہوئیں۔ اُس وقت شیخ رکن الدین ابوالفتح سات مہینے کے اُن کے شکم مبارک میں تھے۔ حضرت شیخ نے اُس روز بخلاف عادت اُن کی تعظیم کی۔ وہ حیران ہوئیں تو فرمایا اے بی بی یہ تعظیم اُس شخص کی ہے کہ تو جس کی حامل ہے اور یہ نور عین چراغ خاندان اور شمع دودمان ہوگا۔

بچپن میں آپ "شاہ جلولہ" کے پیارے نام سے موسوم تھے۔ آپ کی تربیت و پرورش بھی حضرت غوث بہاؤ الحق رح کی نگرانی میں ہوئی۔ آپ کی طفلی کے حالات دلچسپی سے خالی نہیں۔ لکھا ہے کہ جب آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو دودھ پلاتی تھیں تو پہلے وضو فرماتی تھیں۔ آپ چونکہ حافظ قرآن تھیں دودھ پلاتے وقت آپ

Marfat.com

تلاوت فرمائیں اور شاہ رکن کلامِ ربانی سن کر از بس مسرور ہوتے۔ اگر عالمِ شیر خوارگی میں مؤذن اذان دیتا تو آپ دودھ چھوڑ کر بدل و جان اس جانب متوجہ ہو جاتے۔ جب آپ نے بولنا سیکھا تو سب سے پہلے لفظ اللہ ہی زبانِ مبارک سے نکلا۔

ایک دفعہ جب کہ آپ چار سال کے تھے آپ گھر میں کھیل رہے تھے، اپنے جدِ امجد کی دستار مبارک اٹھا کر اپنے سر پر رکھ لی۔ والد ماجد نے منع فرمایا۔ حضرت غوثؒ نے کہا کہ کچھ نہ کہو، یہ بچہ میری دستار کا مالک ہے، چنانچہ وہی دستار مبارک سنبھال کر رکھ لی گئی۔ جب آپ مسند آرائے مشیخت ہو کر سجادہ نشین ہوئے تو آپ نے شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ والغفران کا خرقہ مبارک زیب تن کیا اور وہی دستار بطورِ دستارِ فضیلت سر پر باندھی۔

روایت ہے کہ ایک دفعہ ایک عورت اپنا بچہ بحالتِ نزع حضرت غوث بہاء الحقؒ کی خدمت میں لائی اور طالبِ دعا ہوئی۔ حضور نے فرمایا جو منظورِ خدا ہوگا وہی ہوگا، بچہ مر گیا اور وہ عورت جزع فزع کرتی ہوئی واپس چلی۔ راستے میں حضرت رکن عالمؒ کھیل رہے تھے۔ دریافت کیا کہ مائی کیا واقعہ ہے۔ عورت نے عرض حال کی کہ دربارِ غوثؒ سے مایوس ہو کر جا رہی ہوں۔ آپ نے فرمایا دیکھ تو سہی بچہ تو زندہ ہے۔ خدا کی شان مُردہ بچہ زندہ ہو گیا اور وہ عورت خوشی خوشی گھر چلی گئی۔ حضرت غوثؒ نے جب یہ واقعہ سنا تو آپ نے منع فرمایا کہ بیٹا اہلِ طریقت کے نزدیک ایسی دلیری پسندیدہ نہیں۔

آپ عبادت و ریاضت و زہد و تقویٰ و تفرید و تجرید میں رتبۂ اعلیٰ رکھتے تھے اور حلم و حیا و صدق و صفا و عفو و وفا و جود و سخا و نصیحت و شفقت و موافقت و

Marfat.com

بشاشت والفت و مروت و بردباری و کسرِ نفسی و حسنِ ظن و حسنِ اخلاق وغیرہ میں یکتائے زمانہ تھے۔ صاحبِ انوارِ غوثیہ فرماتے ہیں کہ آپ سات برس کی عمر سے صوم و صلوٰۃ کے باقاعدہ پابند تھے اور ہمیشہ باجماعت نماز ادا کیا کرتے تھے۔ علاوہ نمازِ فرائض و سنن معمولی کے نماز تہجد و اشراق و چاشت و زوال و ضحیٰ و بین العشائین و دیگر نوافل کا بھی ہمیشہ سے یہی معمول تھا اور علاوہ ازیں رمضان المبارک کے صوم ایام البیض و عاشورہ محرم وغیرہ بھی ہمیشہ رکھا کرتے تھے اور آپ کا اکثر وقت ذکرِ خفی و جلی و مراقبہ و محاسبہ میں صرف ہوتا تھا اور ریاضت و مجاہدات میں وہ جفاکشی ظہور میں آتی تھی کہ دیگر اہلِ مجاہدہ حیران رہ جاتے تھے۔ دس برس کی عمر سے کشفِ قلوب و کشفِ قبور و طے ارض و طے لسان میں فائق ہوئے اور پچیس برس کی عمر سے کمالاتِ صوری و معنوی سے مالا مال تھے۔

منقول ہے کہ آپ کی روش حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ سرہٗ کی روش کے مانند تھی اور کشفِ قلوب کا یہ عالم تھا کہ آپ کی مجلس مبارک میں جس شخص کے دل میں جو بات گذرتی تھی آپ پر مکشوف ہو جاتی تھی اور طے ارض کا یہ حال تھا کہ جہاں چاہتے تھے چشم زدن میں پہنچ جاتے تھے، چنانچہ جامع العلوم (ملفوظاتِ مخدوم جہانیاںؒ) میں ہے کہ آپ ہر شب جمعہ اور شب دوشنبہ کو مکہ معظمہ تشریف لے جاتے اور مسجد الحرام میں نماز ادا کرتے تھے اور مدینہ منورہ جاتے اور حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مقدسہ کی زیارت کرتے اور سلام پڑھتے تھے۔

صاحبِ مراۃ الاسرار فرماتے ہیں کہ "وے را دریں طریق بغایت بزرگ شانے بود، از جمیع اوصاف ہائے پسندیدہ آراستہ، ریاضاتے سخت و اخلاقے نرم و عشقے

Marfat.com

وافرو ہمتے بلند و حالے قوی و کراماتے مستور داشت"

اخبار الصالحین میں شیخ بہاء الدین ثانی کے ایک مرید عبدالصمد کا بیان نقل کیا گیا ہے[۱]۔ لکھتے ہیں کہ آپ میں اتباعِ شریعت بہت تھا اور کلماتِ توحید کبھی علانیہ و برملا زبان پر نہیں لاتے تھے۔ اپنے والد ماجد اور جدِ امجد کے سامنے نہایت درجہ ادب ملحوظ رکھتے تھے ...... علماء و فضلاء و فقراء سے بہت صحبت رکھتے اور اکثر اوقات ذکرِ خفی و جلی و مراقبہ و مکاشفہ و محاسبہ و معاملہ و مکالمہ و معانقہ میں صرف فرماتے یہاں تک کہ آپ کی عمر پچیس سال کی ہوئی اور صوری و معنوی تمام کمالات حاصل ہوئے اور توحید و تصوّف اور اخلاقِ اہلِ تصوّف و توحید میں بےنظیر وقت ہو گئے۔

سیر العارفین کے مؤلف نے آپ کے روحانی مرتبہ کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے ؎

جہانِ معرفت سلطانِ معنی ۔۔۔ وجودش آیتے در شانِ معنی

دلش از طلعتِ اسرار مسرور ۔۔۔ ہمیشہ جانش از انوار معمور

بباطن در حقیقت رفتہ بیباک ۔۔۔ بظاہر در شریعت چست و چالاک

بملکِ فقر از کشف و کرامات ۔۔۔ زدہ بر عرش کوسِ استقامات

کلامش پاک از طامات و از شطح ۔۔۔ یگانہ شیخ رکن الدین ابوالفتح

بملکِ فقر جز نعمت نبودش ۔۔۔ جمالی ریزہ چینِ خوانِ جودش

---

[۱] اخبار الصالحین کے مؤلف کا بیان ہے "کہ شیخ بہاء الدین ثانی (۱۱۵۷ھ) کے ایک مرید عبدالصمد نے حضرت شیخ رکن الدین کا ایک تذکرہ لکھا ہے جو پیر فتح شاہ صاحب ملتانی کے پاس تھا اور راقم حروف کی نظر سے گذرا ہے"۔

Marfat.com

مولانا ضیاء الدین برنی اپنی کتاب تاریخ فیروز شاہی میں لکھتے ہیں "ہمچناں در تمامی عصر علائی شیخ رکن الدین کہ شیخ بن شیخ بن شیخ بود بر سجادۂ شیخ صدر الدین و شیخ بہاء الدین در ملتان مستقیم بود و کدام شرف و بزرگی و جلالت و منقبت از آں بہتر و از آں بالاتر بود کہ پدر او صدر الدین و جد او شیخ بہاء الدین زکریا باشد وہم در عہدِ علائی شیخ رکن الدین دادِ طریقت مشائخ می داد و حق تکمیلِ مریداں می گذاشت و سجادۂ جد و پدر را منور می داشت ......"

شیخ نصیر الدین اودھی المشہور بہ چراغ دہلی سے منقول ہے کہ جس وقت شیخ رکن الدین ابوالفتح دہلی میں تشریف لاتے تھے خلق کو آنحضرت کے عطائے ظاہری و باطنی سے ہر روز روزِ عید اور ہر شب شبِ قدر ہوتی تھی۔ سلطان علاء الدین خلجی کے عہد میں آپ دو بار دہلی میں تشریف لائے تھے اور سلطان قطب الدین کے عہد میں تین بار، اور سلطان علاء الدین خلجی باوجود غرور و حشمت آنحضرت کے استقبال کے لئے سوار ہوتا تھا اور باعزاز تمام شہر میں لاتا تھا اور دو لاکھ ٹنکہ پہلے دن اور پانچ لاکھ ٹنکہ روزِ وداع بطریق شکرانہ ارسال کرتا تھا اور شیخ رکن الدین کے پاس اُس دن جس قدر زرِ شکرانہ آتا تھا خلائق پر تقسیم کرتے تھے ایک درم یا دینار باقی نہ رکھتے تھے، اور بارہا فرماتے تھے کہ میں ملتان سے بعشق و محبت شیخ نظام الدین اولیا دہلی میں آتا ہوں۔ سلطان قطب الدین کے عہد میں شیخ رکن الدین ابوالفتح تین مرتبہ دہلی میں تشریف لائے، اکثر اوقات شیخ نظام الدین اولیا کے ساتھ صحبت رکھتے تھے۔

سیر العارفین میں ہے کہ ایک بار آپ اور سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیا

Marfat.com

حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے عرس میں حاضر تھے۔ جب قوالوں نے راگ شروع کیا تو حضرت نظام الدین اولیاءؒ کو وجد و حال طاری ہوا، چاہا کہ کھڑے ہو جائیں۔ آپ نے اُن کا دامن پکڑ لیا اور اُٹھنے نہ دیا کہ تواجد و چرخ فرمائیں۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت نظام الدین اولیاءؒ بقصدِ تواجد کھڑے ہو گئے۔ اس بار آپ نے نہ روکا بلکہ خود بھی دست بستہ اور مشائخ کی طرح مؤدب کھڑے رہے۔ سماع ختم ہونے کے بعد جب آپ اپنے مقام پر واپس آئے تو حضرت مولانا علم الدین علامہ نے عرض کیا کہ یا مخدوم اس کا کیا سبب ہے کہ جب پہلی بار حضرت سلطان المشائخ بقصدِ تواجد اُٹھے تو آپ نے اُٹھنے نہ دیا اور جب دوسری بار اُٹھے تو آپ نے باز نہ رکھا فرمایا میں نے پہلی بار حضرت سلطان المشائخ کو عالم ملکوت میں پایا وہاں تک میرا ہاتھ پہنچا اور دوسری بار عالم جبروت میں دیکھا اس لئے دست بردار ہوا۔

اسی کتاب میں ہے کہ آپ بعد وفات حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاءؒ کے بغرضِ حصول زیارت حضرت سلطان المشائخؒ دہلی تشریف لے گئے تھے۔ اس وقت سلطان غیاث الدین تغلق نے سفرِ بنگالہ سے دہلی کی طرف مراجعت کی تھی۔ آپ نے دو تین کوس تک بادشاہ کا استقبال کیا۔ اسی زمانہ میں دہلی سے دو دو کوس کے فاصلہ پر بادشاہ کے بیٹے سلطان محمد تغلق نے ایک عمارت عالیشان تیار کرائی تھی۔ بادشاہ نے اس میں نزول کیا۔ جب کھانا دسترخوان پر چنا گیا آپ نے فرمایا یہ عمارت نئی ہے اس میں سے جلد نکل جانا چاہیئے۔ بادشاہ نے کہا کہ کھانے سے فرصت ہو لے تو نکلیں۔ آپ نے فرمایا کہ خیریت اسی میں ہے کہ جلد نکل جائیے۔ یہ فرما کر ہاتھ دھوئے بغیر آپ باہر نکل آئے۔ آپ کا نکلنا تھا کہ عمارت

Marfat.com

گر پڑی اور بادشاہ مع ہمراہیوں کے دب کر مرگیا۔

اخبار الاخیار میں ہے کہ آپ سلطان قطب الدین بن علاء الدین کے زمانے میں دہلی تشریف لائے تھے حضرت شیخ نظام الدین قدس سرہٗ اس وقت مسندِ ارشاد وتربیت پر جلوہ افروز تھے۔ آپ کے استقبال کے لئے اپنی خانقاہ سے حوض خاص علائی تک جو شہر دہلی میں واقع ہے تشریف لے گئے جب آپ نے اپنے حضور شریف سے سلطان قطب الدین کی مجلس کو مشرف کیا تو اس نے دریافت کیا کہ اہل شہر میں سب سے پہلے کس شخص نے آپ کا استقبال کیا۔ فرمایا کہ جو شخص اہل شہر میں بہترین ہے۔ سلطان قطب الدین کو شیخ نظام الدین کے ساتھ عداوت تھی اور بعض کہتے ہیں کہ شیخ رکن الدین کے بلانے سے اس کا مقصد حضرت شیخ نظام الدینؒ کی تحقیر اور کسرِ شان تھی لیکن شیخ رکن الدینؒ نے اس کلام سے اس کے وہم کو مٹا دیا اور اس کو اس توقع سے محروم کر دیا۔

سیر الاولیاء۔ میں مذکور ہے کہ اس واقعہ کے بعد ان دونوں بزرگوں کی جامع مسجد میں ملاقات ہوئی۔ پہلے حضرت شیخ نظام الدین اپنی نماز کی مقررہ جگہ سے اٹھے اور شیخ رکن الدینؒ کے پاس تشریف لائے۔ تھوڑی دیر بعد شیخ رکن الدینؒ، حضرت شیخ نظام الدین کی خدمت میں آئے اور کچھ صحبت رہی۔ پھر ایک روز شیخ نظام الدینؒ اپنے مقبرہ میں جو اس وقت زیر تعمیر تھا تشریف رکھتے تھے کہ ناگاہ شیخ رکن الدینؒ کی آمد کا شور بلند ہوا۔ حضرت شیخ نظام الدینؒ نے طعام کا حکم فرما کر مجلس مرتب کی۔ غالباً شیخ رکن الدین کے پاؤں میں کچھ تکلیف تھی اور جس پالکی میں سوار ہو کر آئے تھے اس میں بیٹھے رہے۔ شیخ نظام الدینؒ اور دوسرے لوگ آپ کی پالکی کے سامنے بیٹھ

Marfat.com

گئے جب صحبت گرم ہوئی تو شیخ عماد الدین اسمٰعیل برادر شیخ رکن الدین نے عرض کیا کہ بزرگواروں کا یہ اجتماع غنیمت ہے، اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے کہ ان کے انفاس شریف سے نفع حاصل کیا جائے۔ بندہ کے دل میں یہ خیال ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت میں کیا حکمت تھی۔ شیخ رکن الدینؒ نے فرمایا کہ غالباً اس میں یہ حکمت تھی کہ جناب رسالت مآبؐ کے بعض کمالات و درجات کا ظہور عالم فعل میں اصحاب صفہ کی صحبت پر موقوف رکھا گیا تھا۔ شیخ نظام الدینؒ نے فرمایا کہ فقیر کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں یہ حکمت تھی کہ مدینہ کے بعض فقراء جن کے لئے آنحضرتؐ کی سعادت صحبت حاصل کرنا محال تھا اس نعمت سے مشرف ہوں۔ کہتے ہیں کہ ایسا فرمانے سے ان دو بزرگواروں کو ایک دوسرے کی تواضع مقصود تھی۔ شیخ رکن الدین کا مقصد یہ تھا کہ ہمارا یہاں آنا طلب کمال اور استفادہ کے لئے ہے اور شیخ نظام الدین کی غرض یہ تھی کہ آپ کا آنا تکمیل و افادہ کے لئے ہے۔ سیر الاولیاء کی یہ روایت نقل کر کے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ لکھتے ہیں اس میں شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال جو اصحاب صفہ کی صحبت پر موقوف تھا یہی ارشاد و تکمیل ہے جس کے باعث ثواب دعوت اور حصول درجات ہے نہ کمال ذاتی، حاشا پس دونوں باتوں کا مآل ایک ہوا واللہ اعلم۔

اس گفتگو کے بعد کھانا حاضر کیا گیا جب کھانے سے فارغ ہوئے تو اقبال خادم نے چند اعلیٰ ریشمی پارچات اور سو اشرفیاں ایک باریک کپڑے میں کہ جس میں سے ان کا عکس باہر پڑتا تھا لپیٹ کر شیخ رکن الدین کے قدموں کے نیچے رکھ دیں شیخ رکن الدین نے فرمایا استر ذھبک (اپنے سونے کو ڈھکو) شیخ نظام الدینؒ نے جواب میں فرمایا

Marfat.com

ذھبك ومذھبك (اپنے سونے اور اپنے طریق کو) یعنی سونا، طریق کو چھپانے کا سبب اور درویش کے حال کا قبہ ہے تاکہ عوام کی نظر سے مستور رہے۔ شیخ رکن الدین نے اس کے لینے میں تامل کیا حضرت شیخ نظام الدین نے اس کو شیخ عثمان کے سپرد کر دیا۔

غذا آپ کی محض قلیل تھی لیکن مقوی ہوتی تھی تاکہ عبادت و ریاضت میں قوت ملے۔ چند میووں کو گھی میں یا دودھ میں جوش دیتے تھے اور اس کے چند لقمے تناول فرماتے تھے دوسری غذا کی حاجت نہ ہوتی تھی۔ حضرت مخدوم جہانیاںؒ فرماتے ہیں کہ جب میں حالتِ طالب العلمی میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا تو آپ کے لئے جو آشام تیار ہوتا تھا اس میں سے کسی قدر مجھے بھی عنایت ہوتا تھا، اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ ایک بار آپ نے مجھے واقعہ میں فرمایا کہ سالک کی غذا قلیل الکمیت وکثیر الکیفیت ہونی چاہیئے تاکہ وہ میرے جدِ امجد کے اوراد کی مراعات کر سکے اور قلیل الکمیت وکثیر الکیفیت یہ ہے کہ وزن میں کم اور کیفیت میں بہت ہو، اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ ایک روز لوگوں نے فرید طبیب ملتانی سے بیان کیا کہ آپ کچھ نہیں کھاتے ہیں۔ وہ آیا اور آپ کے واسطے ویسی ہی غذا لائی گئی جس کا بیان اوپر ہوا ہے۔ آپ نے اس میں سے چند لقمے حسبِ معمول تناول فرمائے اور کسی قدر فرید طبیب کو بھی عنایت کیئے کہ اس نے بھی کھائے اور کہا کہ مجھے سات روز تک غذا کی حاجت نہ ہوگی ایسی غذا جو شخص کھاتا ہے وہ تھوڑے سے سیر ہو جاتا ہے اور طاعت و وضو میں قوت حاصل ہوتی ہے۔

آپ کا معمول تھا کہ جو لوگ آپ کی زیارت کو حاضر ہوتے تھے ان کو کچھ نہیں

Marfat.com

کھلاتے تھے۔ حضرت مخدوم جہانیاںؒ فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ خراسانی اکثر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ اُنھوں نے ایک روز سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاؒ۔ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں تو آپ ضرور کچھ کھلاتے ہیں لیکن میں بارہا حضرت شیخ رکن الدین کی خدمت میں گیا انہوں نے مجھے کوئی چیز نہیں کھلائی۔ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ میں اس حدیث پر عمل کرتا ہوں من زار حیا ولم یذق منہ شئیا فکانما زار میتا یعنی جو شخص کہ زیارت کرے کسی زندہ کی اور نہ چکھے اس سے کوئی چیز تو گویا اس نے زیارت کی کسی مُردہ کی۔ خراسانی بزرگ نے عرض کیا کہ کیا یہ حدیث حضرت شیخ رکن الدینؒ کو نہیں پہنچی کہ وہ عمل کریں۔ حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا کہ حضرت شیخ رکن الدین عمل معنوی کرتے ہیں اور ذوقِ روحانی چکھاتے ہیں اور ذوق دو طرح پر ہے ایک روحانی دوسرا جسمانی۔ روحانی وعظ و نصیحت کا ہے اور جسمانی اکل یعنی کھانا۔ اس کے بعد جب وہ بزرگ خراسانی آپ کی خدمت میں آئے تو عرض کیا کہ حضرت سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ حضرت شیخ رکن الدین ذوقِ روحانی دیتے ہیں اور میں ذوقِ جسمانی دیتا ہوں۔ یہ سُن کر آپ نے فرمایا کہ برادرم نظام الدین نے تواضع کی ہے کیونکہ ان میں دونوں باتیں موجود ہیں وہ ذوقِ روحانی بھی دیتے ہیں اور ذوقِ جسمانی بھی دیتے ہیں۔

آپ کی وہ ذات بابرکات تھی جس سے مخلوقات کو فیضانِ عظیم پہنچتا تھا اور خلائق کی حاجت روائی ہوتی تھی۔ کوئی حاجت مند آپ کے حضور میں التماس آیا کہ آپ نے اس کی حاجت روائی نہ فرمائی ہو، چنانچہ کثرتِ حاجت روائی کی

Marfat.com

وجہ سے لوگ آپ کو قبلہ حاجات کہتے تھے اور آپ کی عادت تھی کہ جب بادشاہ کے دربار کی طرف تشریف لے جاتے تو راستہ میں اپنے سواری کے تختِ رواں کو آہستہ آہستہ اور ٹھہراتے ہوئے لاتے تاکہ اہلِ حاجات اپنی اپنی عرضیاں آپ کی خدمت میں پیش کریں یا زبانی عرض و معروض کریں، اور دربار شاہی کے دو دروازوں تک آپ تختِ رواں پر تشریف لے جاتے تیسرے دروازہ پر بادشاہ آپ کی تعظیم و استقبال کے واسطے حاضر ہوتا اور بکمال ادب سلام کرتا اور بہ اعزاز و اکرام دربار میں لے جا کر بٹھلاتا اور خود مؤدبانہ دو زانو ہو کر سامنے بیٹھتا اور آپ کے خیر مقدم کو غنیمت و باعثِ فخر سمجھتا۔ آپ خادم کو اشارہ فرماتے وہ غلاموں کی عرضیاں بادشاہ کے حضور میں پیش کرتا۔ بادشاہ ہر ایک عرضی کو پڑھتا اور اس کی پشت پر سائل کے حسبِ مطلب مناسب حکم لکھتا، تب آپ واپس آتے۔ باوجود اس بزرگی اور عظیم الشانی کے آپ کی کسرِ نفسی کا یہ حال تھا کہ جب ڈولے پہ چلتے تھے تو اکثر دونوں ہاتھ باہر نکالے رہتے تھے، فرماتے کہ شاید کسی بخشے ہوئے کا ہاتھ میرے ہاتھ سے لگ جائے تو میں بھی بخشا ہوا ہو جاؤں۔

سلطان محمد بن تغلق بھی آپ کا معتقد تھا۔ تاریخ معصومی میں ہے کہ جب کشلو خاں نے سلطان کے خلاف بغاوت کی اور سلطان نے اُسے شکست دے کر حکم دیا کہ اہلِ ملتان کے خون سے نہریں بہا دو اور قاضی شہر کریم الدین کی کھال کھچوا دی تو شیخ رکنِ عالمؒ ننگے پاؤں بادشاہ کے پاس گئے اور اہل شہر کی سفارش کر کے ان کی جانیں بچائیں۔

اخبار الاخیار میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ کی

Marfat.com

عیادت کو دہلی تشریف لے گئے اور فرمایا کہ یہ عشرہ ذی الحجہ ہے ہر شخص سعادتِ حج حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن میں نے شیخ المشائخ کی زیارت سے مشرف ہونے کی کوشش کی۔ اس کے بعد جب شیخ نظام الدین اولیاءؒ رحلت فرما گئے تو آپ نے اُن کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور اس نعمت کے حصول پر فخر کرتے تھے۔ پھر تھوڑی مدت بعد وطن تشریف لے گئے۔

خیر المجالس میں حضرت شیخ نصیر الدین محمودؒ سے منقول ہے کہ جب شیخ الاسلام شیخ رکن الدینؒ ملتان سے دہلی آئے تو قلندر اور جوالقی درویش ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ قلندروں نے شیخؒ سے شربت کی درخواست کی شیخ نے ان کو کچھ دیا۔ پھر جوالقی اٹھے اور شیخ سے کہنے لگے کہ ہمیں خرچ دو۔ انھوں نے ان کو بھی کچھ دیا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ جو شخص قوم کا پیشوا ہو اس کے پاس تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ اوّل اس کے پاس مال ہونا چاہیئے تاکہ یہ لوگ جو کچھ طلب کریں ان کو دیا جائے۔ اس وقت قلندروں نے شربت مانگا، اگر درویش کے پاس کچھ نہ ہوتا تو کہاں سے دیتا جس پر یہ لوگ بدگوئی کرتے چلے جاتے اور قیامت کے دن سزا پاتے۔ دوم اس کے پاس علم کا ہونا ضروری ہے تاکہ جب علماء کی صحبت میں بیٹھے تو اُن کے ساتھ علم کی باتوں میں حصہ لے۔ سوم حال کی ضرورت ہے تاکہ درویشوں کے ساتھ حال میں شریک ہو۔

حضرت مخدوم جہانیاںؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز خدمتِ مبارک میں حاضر تھا۔ لوگ آتے تھے اور مرید ہوتے تھے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ جو کوئی ترکش بند یا اور جنس کا آدمی آتا ہے مخدوم اس کو مرید کرتے ہیں یہ کیونکر ہے۔ فرمایا اگر وہ

Marfat.com

ایک گناہ سے بھی باز آجائے تو ابوالفتح کو بوجہ اس کے بخش دیں۔ وہی حضرت فرماتے ہیں کہ ایک روز ایک امیر حصولِ بیعت کے لئے حاضر خدمت ہوا اور توبہ کی۔ آپ نے اس کو کلاہ عطا فرمائی۔ ایک درویش اس جگہ حاضر تھا کہنے لگا کہ آپ ایسے آدمی کو کلاہ عطا فرماتے ہیں جو ہنوز دُنیا کے کاموں میں ڈوبا ہوا ہے۔ فرمایا اے عزیز اگر وہ بوجہ ایک کلاہ کے گناہ سے باز آجائے اور اس کی جہت سے بخشا جائے تو میں کس لئے اس کو کلاہ نہ دوں۔ آپ اس بیت کو بہت پڑھا کرتے اور زار زار روتے تھے۔

از ہیبتِ این دو راہ خون شد دلِ من

تا خود بکدام راہ بود منزلِ من

فریقٌ فی الجنۃ وفریقٌ فی السعیر، یعنی ایک گروہ بہشت میں ہے اور ایک گروہ دوزخ میں۔

آپ کو علماء و فضلاء اور درویشوں کے ساتھ حد درجہ کا اخلاص تھا اور ان کی تعظیم و تکریم و خاطرداری میں بہت مبالغہ فرماتے تھے۔ سراج الہدایہ (ملفوظات مخدوم جہانیاںؒ) میں مذکور ہے کہ ایک بار ایک شخص حضرت رکن الدین کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میں آپ کے استاد کے لڑکوں میں سے ایک لڑکا ہوں۔ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اس کے باپ سے سورۃ اخلاص پڑھی تھی۔ فرمایا تم میرے خداوند زادہ ہو مجھ کو اسی طرح حکم دو جس طرح ایک آقا اپنے غلام کو حکم دیتا ہے۔ اس نے کہا مجھ کو دُنیا کا مال و متاع چاہیئے۔ حضرت شیخ رکن الدین نے اس کو اسی وقت دس ہزار ٹنکے مرحمت فرمائے۔

جامع العلوم (ملفوظاتِ مخدوم جہانیاںؒ) میں ہے کہ آپ ہر شب جمعہ اور شب

Marfat.com

دوشنبہ کو مکہ معظمہ تشریف لے جاتے اور مسجد الحرام میں نماز ادا کرتے تھے اور مدینہ منورہ جاتے اور حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مقدسہ کی زیارت کرتے اور سلام پڑھتے تھے۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ فرماتے ہیں کہ میں نے خانہ کعبہ میں آپ کا مصلا حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلائے مبارک کے متصل دیکھا ہے۔ حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ کا مصلا اس سے بمقدار چار گز کے پیچھے تھا۔ میں نے شیخ مکہ حضرت امام عبداللہ یافعیؒ سے پوچھا کہ حضرت شیخ نصیر الدین محمودؒ کا مصلا پیچھے کیوں ہے۔ فرمایا کہ حضرت شیخ رکن الدین قدس اللہ سرہٗ کا مرتبہ قریب ہے، میں ان دونوں مصلوں کے پیچھے نماز پڑھا کرتا تھا، اور مدینہ منورہ میں ان دونوں بزرگوں کا مقام حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پائینتی میں واقع ہے اور عرش و کرسی و لوح و قلم تو گویا نظر کے سامنے تھے کہ اس سے پوری خبر رکھتے تھے۔

حضرت مخدوم جہانیاںؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز خدمتِ مبارک میں حاضر تھا۔ اتنے میں ایک لشکری نے حاضر ہو کر بیعت کی التجا کی۔ آپ نے قبول نہ فرمائی اور فرمایا کہ تو کچھ روز تزکیہ کر بعدہٗ مرید ہونا، لیکن وہ الحاح و زاری کرتا ہی رہا۔ آپ کے برادر حضرت مولانا عماد الدین اسمٰعیلؒ نے جو کثرتِ علم و فضل و ورع و تقویٰ سے آراستہ و پیراستہ تھے عرض کیا کہ مخدوم وہ الحاح و زاری کرتا ہے آپ قبول کیوں نہیں کرتے۔ فرمایا میں کیونکر قبول کروں میں تو دیکھتا ہوں کہ عرش و لوحِ محفوظ میں لکھا ہے کہ یہ چند وقت اور گناہ کرے گا۔

ایک شخص سندھی آپ کی خانقاہ سے حج کو گیا، وہاں غلّہ گراں تھا۔ اس کو اضطرار

Marfat.com

پیدا ہوا کہ میں حضرت کی خانقاہ میں چار قرص پاتا تھا اور یہاں ایک بھی نہیں ملتا۔
ایک بزرگ نے اس سے فرمایا کہ حضرت شیخ ہر شب جمعہ کو بلا ناغہ یہاں تشریف لاتے ہیں اور آپ کا مقام بھی دکھا دیا کہ یہاں مشغول ہوتے ہیں، چنانچہ سندھی نے آپ کو پاکر پہچان لیا اور سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دے کر ملتانی زبان میں فرمایا کہ تو کیوں حیران ہے۔ اس نے سارا حال بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ چار قرص جو تیرا وظیفہ تھا یہاں بھی پہنچا کرے گا، پس ہر روز اسی وقت کہ ملتان میں پہنچتا تھا چار قرص خانقاہ کے اور دو پیالے سالن اس کے پاس برابر پہنچتے تھے
ایک بار ایک عرب درویش آپ کی خانقاہ میں فروکش ہوئے آپ نے خادم کے ہاتھ ان کے پاس کھانا بھیج دیا۔ خادم نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ حضرت کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ میری کیا مجال جو حضرت کو دیکھ سکوں۔ جس وقت وہ اپنے ورد سے فارغ ہوئے آپ خود اُن کے پاس تشریف لے گئے اور آناً فاناً اُن کو منزلِ مقصود کو پہنچا دیا اور رخصت فرمایا۔
ملتان میں آپ کا ایک مُرید حجرۂ خانقاہ میں مشغول تھا۔ اس نے ایک شخص کو خواب میں دیکھا کہ وہ کہتا ہے کہ تو حج کو جا۔ جب وہ بیدار ہوا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے دیکھتے ہی فرمایا کہ یہ خواب تجھ کو شیطان نے دکھلایا ہے وہ چاہتا ہے کہ تجھ کو مشغولی سے تلف کرے اتجھ پر حج فرض نہیں تو تو ایک فقیر آدمی ہے
کہتے ہیں کہ ایک روز آپ نے وضو سے فارغ ہو کر الحمد للہ فرمایا اور جو دعا کہ وضو کے بعد آئی ہے اس کو نہ پڑھا۔ کسی نے آپ سے اس کا سبب پوچھا۔ فرمایا کہ میں نے الحمد للہ اس لیئے کہا کہ وضو میں غیر حق کا خطرہ میرے دل میں نہ گذرا

Marfat.com

میں امید کرتا ہوں کہ آج نماز میں میرے وصال کا روز ہے کیونکہ کہا ہے الطہارۃ فصل والصلوٰۃ وصل فمن ینفصل فی الطہارۃ عن الکونین لم یصل فی الصلوٰۃ الی صاحب الکونین۔

اخبار الصالحین کا بیان ہے کہ آپ مریدوں اور طالبانِ حق کی تربیت میں بےنظیرِ وقت تھے، چنانچہ مخدوم جہانیاں شیخ جلال الدین بخاریؒ کے مانند بزرگ آپ سے تربیت حاصل کر کے مرتبۂ رشد و ارشاد کو پہنچے۔ آپ کے خلیفوں میں شیخ صدرالدین عرف حاجی چراغ ہند بڑے کامل گزرے ہیں جن کا مزار مبارک جونپور کے قریب قصبہ مظفر آباد میں ہے۔ آپ کے خلفاء میں ایک بزرگ شیخ عثمان سیاح ہیں جو قاضی وجیہ الدین سنامی کے فرزند تھے اور اب دہلی میں آسودہ ہیں۔ آپ کے ایک خلیفہ شیخ مجدالدین طاہر قدس سرہٗ ہیں جن کا مزار سنبھل کے قریب موضع کنور میں ہے۔

تاریخ فرشتہ میں مولانا اسمٰعیل ذاکر سے نقل ہے کہ شیخ رکن الدین ابوالفتحؒ نے اپنی وفات سے تین مہینے پیشتر یکبارگی خلق سے کنارہ کر کے گوشہ نشینی قبول کی تھی اور کبھی حجرہ سے سوائے نماز فرض کے برآمد نہ ہوتے تھے۔ الغرض سولہویں رجب ۷۳۵ھ کو بروز پنجشنبہ بعد نماز عصر آپ نے مولانا ظہیر الدین محمد کو کہ خادم خاص تھے حجرہ میں طلب کیا اور اپنی تجہیز و تکفین کے بارے میں وصیت کی چونکہ آپ کے کوئی فرزند نہ تھا مصلیٰ اور خرقہ اپنے ایک بھائی کو عطا کیا اور نماز مغرب کے وقت امام کو اندر بلا کر نماز فرض ادا کی اور سر سجدہ میں رکھ کر ودیعت حیات ربِ کائنات کے سپرد کی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

Marfat.com

سیر العارفین میں ہے کہ آپ کے کوئی اولاد نہ تھی جو جانشین ہوتی۔ اسی وجہ سے آپ کے بھائی کی اولاد صاحبِ سجّادہ ہوئی اور خاندان میں اس وقت تک وُہی سلسلہ باقی ہے۔

مسالک السالکین کا بیان ہے کہ شیخ رکن الدین ابوالفتح کے کوئی فرزندِ صلبی نہیں تھا کہ سجّادہ و خرقہ اس کو مرحمت فرماتے، آپ کے برادر حضرت مولانا عماد الدین اسمٰعیل کی اولاد آپ کی قائم مقام و سجّادہ نشین چلی آتی ہے۔

روضہ مبارک قلعہ ملتان کے جنوب مغرب میں واقع ہے۔ یہ عمارت برِّصغیر پاک و ہند کی بہترین عمارتوں میں شمار کی جاتی ہے آپ کے مقبرے پر عقیدت مندانِ علاقہ اور زائرینِ سرحد کا اکثر ہجوم رہتا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اصل میں یہ مقبرہ شاہ تغلق نے اپنے لئے تعمیر کرایا تھا۔ بعد میں اس کے لڑکے محمد تغلق نے آپ کی نذر کر دیا۔ مقبرہ میں حضور کی اولاد کی سیکڑوں قبریں ہیں جو بعد میں یہاں دفن ہوتے رہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

○

صُوفیانہ تعلیمات

حضرت شیخ رکن الدین کے کچھ وصایا و ملفوظات مجمع الاخبار میں درج ہیں جن کو شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح نے اخبار الاخیار میں نقل کیا ہے ایک مرید کو لکھتے ہیں۔

عزیز کو معلوم ہو کہ آدمی دو چیزوں سے عبارت ہے صورت او صفت اور حکم

Marfat.com

صرف صفت پر ہے نہ کہ صورت پر، ان اللہ لا ینظر الی صورکم او اعمالکم ولکن ینظر الی قلوبکم (خدائے عزوجل تمھاری صورتوں یا اعمال کو نہیں دیکھتا بلکہ دلوں کو دیکھتا ہے) لیکن حکم صفت کی تحقیق صرف دارِ آخرت میں ظہور پذیر ہوتی ہے کیونکہ وہاں اشیاء کے حقائق ظاہر ہوتے ہیں اور یہ شکل و صورت نیست و نابود ہو جاتی ہے، وہاں ہر شخص کو اس صورت میں جمع کرتے ہیں جو اس کی صفت کے موافق ہو، چنانچہ بلعم باعور کو اتنی عبادت کے باوجود کتے کی صورت میں اٹھائیں گے فمثلہ کمثل الکلب، اور اسی طرح ظلم و تعدی کرنے والا شخص اپنے آپ کو بھیڑیے کی شکل میں دیکھے گا، اور صاحب کبر چیتے کی صورت میں ظاہر ہوگا اور بخیل و حریص خنزیر کی شکل میں، فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید یہی ہوگا، اور جب تک کوئی شخص اوصافِ ذمیمہ سے پاک نہیں ہوتا اس کا شمار جانوروں اور درندوں میں ہے اولئک کالانعام بل ھم اضل، اور تزکیۂ نفس اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک بندہ حضرتِ عزت کی بارگاہ میں التجا و استعانت نہ کرے وما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی ان ربی غفور رحیم، جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل و رحمت دستگیری نہ کرے تزکیۂ نفس حاصل نہیں ہوتا ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ ما زکیٰ منکم احد ابداً، اور اس فضل و رحمت کے ظہور کی علامت یہ ہے کہ بندہ کی چشمِ بینا میں اس کے عیوب ظاہر ہو جاتے ہیں اور عظمتِ الٰہی کے انوار کے پرتو سے کہ جس کے سامنے تمام اسرار معدوم ہو جاتے ہیں اس کا باطن منور ہو جاتا ہے یہاں تک کہ تمام دنیا اور اس کی شان و شوکت اس کی نظر میں خاک

Marfat.com

معلوم ہوتی ہے، اور اہلِ دُنیا کی اس کے دل میں کوئی قدر نہیں رہتی جب اس کے باطن پر یہ کیفیت مستولی ہو جاتی ہے تو ناچار اس کو اربابِ دُنیا کے حیوانی اوصاف سے نفرت آتی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ یہ اوصاف فرشتوں کے اوصاف میں تبدیل ہو جائیں، چنانچہ اس میں ظلم کے بجائے عفو، غضب کے بجائے حلم، کبر کے بجائے تواضع، بخل کے بجائے سخاوت اور حرص کے بجائے ایثار کی خوبیاں پیدا ہو جاتی ہیں، مگر یہ معاملہ عقبیٰ کے طلب کرنے والوں کے لئے ہے، طالبانِ حق کا کام اس سے بالاتر ہے۔ تخلقو باخلاق اللہ خاص انہیں کے لئے مسلّم ہے، وہاں تک پہنچنے کے لئے ہر شخص کی عقل کام نہیں آتی ؎

عہدیست مرا کہ نگیرم بجز تو دوست

شرطیست مرا کہ نخواہم بجز تو ہیچ

نیز مجمع الاخبار میں ہے کہ شیخ رکن الدینؒ نے اپنے ایک مرید کو لکھا تھا کہ ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے کبھی کسی شخص کے ساتھ نہ نیکی کی اور نہ بدی۔ حاضرین نے تعجب سے پوچھا کہ امیرالمومنین! بدی تو خیر آپ سے نہیں ہو سکتی مگر نیکی کے متعلق آپ کیا فرما رہے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ حق جل و علا کا قول ہے من عمل صالحا فلنفسہ و من اساء فعلیہا یعنی جس نے اچھے کام کئے اپنے نفس کے لئے کئے اور بُرے کام کئے تو وہ بھی اپنے نفس کے لئے کئے، پس جو کچھ نیکی یا بدی مجھ سے صادر و حادث ہوئی وہ درحقیقت میرے لئے اور مجھ پر تھی نہ کہ کسی دوسرے پر واللہ اعلم۔ اسی لئے بزرگوں نے کہا ہے کہ "صلاحِ ایں کس صلاحِ اوبس است" ؎

Marfat.com

چو میدانی ہر آنچہ کاری ؤردی   آخر بہمہ حال نکو کاری بہ

ایک عاقل کو دُنیا و آخرت کے لیئے اتنی نصیحت کافی ہے واللہ الموفق بالخیر
ایک مُرید کو وصیت کرتے ہیں کہ اعمال پر متابعت یہ ہے کہ اعضاء و جوارح کو شرعی ممنوعات و مکروہات سے قولاً و فعلاً باز رکھے، لایعنی مجلس سے بھی پرہیز لازم ہے، وہ چیز جو طالب کو حق تعالیٰ سے برگشتہ کر کے دُنیا کی طرف مائل کرتی ہے اس کے اوقات کو بیہودہ ضائع کرتی ہے، بطّالوں کی صحبت سے بھی احتراز ضروری ہے، جو شخص کہ طالبِ حق نہیں حقیقت میں وہ بطّال ہے۔

مجمع الاخبار میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ سلطان غیاث الدین تغلق نے مولانا ظہیر الدین لنگ سے پوچھا کہ آپ نے شیخ رکن الدین کی کوئی کرامت دیکھی ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ ایک بار جمعہ کے روز بہت سے لوگ ان کی قدم بوسی کے لیئے جمع تھے، میں نے دل میں خیال کیا کہ شاید شیخ کے پاس کوئی تسخیر کا عمل ہے، میں بھی عالم ہوں لیکن میری طرف کوئی توجہ نہیں کرتا۔ میں نے سوچا کہ اگلے دن صبح کو شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ پوچھنا چاہیئے کہ وضو کرتے وقت کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں کیا حکمت ہے۔ رات کو جب سویا تو خواب میں دیکھتا ہوں کہ شیخ مجھ کو حلوا کھلا رہے ہیں جس کی شیرینی دن تک میرے حلق میں باقی رہی۔ میں نے خیال کیا کہ اگر یہی کرامت ہے تو شیطان بھی عوام کو اسی طرح گمراہ کرتا ہے، صبح سویرے جا کر یہ مسئلہ ضرور پوچھنا چاہیئے۔ صبح کو جب میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہُوا تو فرمایا میں تمہارا ہی منتظر تھا۔ پھر گفتگو شروع کی اور اس کے دوران میں فرمایا۔ جنابت دو قسم کی ہوتی ہے جنابتِ دل اور جنابتِ تن

Marfat.com

جنابتِ تن وہ ہے جو بیوی کے ساتھ صحبت کرنے سے حاصل ہو اور دل کی جنابت نالائقوں کی صحبت سے حاصل ہوتی ہے۔ جنابتِ تن تو پانی سے پاک ہو جاتی ہے لیکن دل کی جنابت آنسوؤں سے دھوئی جاتی ہے۔ پھر فرمایا کہ پانی میں تین صفتیں ہونی چاہئیں کہ اس کو پاکیزہ اور جنابت کو دُور کرنے والا کہا جا سکے اور وہ تین صفتیں لون (رنگ)، طعم (مزہ) اور ریح (بُو) ہیں، اسی لئے شریعت نے وضو میں کُلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کو مقدم رکھا ہے تاکہ کُلی سے مزہ معلوم ہو جائے اور ناک میں پانی ڈالنے سے اس کی بُو کا پتہ چل جائے۔ یہ بات سُنتے ہی مولانا ظہیر الدین کے بدن سے پسینہ جاری ہو گیا۔ پھر شیخ نے فرمایا کہ جس طرح نبی کی صورت میں شیطان ظاہر نہیں ہو سکتا اسی طرح شیخِ حقیقی کی صورت میں بھی شیطان نمودار نہیں ہو سکتا، کیونکہ شیخِ حقیقی کو نبی کی کامل متابعت حاصل ہوتی ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ مولانا ظہیر الدین علومِ قال سے تو مالا مال ہیں لیکن علومِ حال سے خالی ہیں۔

Marfat.com

شیخ صدر الدین محمدؒ حاجی

حضرت قطب الاقطاب شیخ رکن الدین ابوالفتحؒ کے اولادِ نرینہ نہیں تھی۔ انھوں نے اپنے حقیقی بھتیجے شیخ صدر الدین محمد کو بطورِ اولاد کے پرورش کیا تھا اور ان کی تعلیم و تربیت پر بڑے بڑے علماء مامور فرمائے تھے۔ سلطان التارکین حمید الدین حاکمؒ ان کے نگرانِ اعلیٰ تھے۔ جوان ہوکر یہ بڑے خدا رسیدہ اور فاضل انسان نکلے، وصال کے وقت قطب الاقطاب نے آپ کے حق میں وصیت فرمائی چنانچہ ان کے بعد آپ کو قطب الاقطاب کی مسند پر بٹھا دیا گیا۔ آپ نے خانقاہ اور مدرسہ کے نظام پر خاص توجہ دی اور لنگر خانہ کی وہی شان قائم رکھی جو آپ کے آبائے کرام کے زمانہ میں تھی شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا قدس سرہٗ کے زمانے سے شیخ الاسلامی کا جو منصب اس خاندان میں چلا آتا تھا وہ حضرت قطب الاقطاب رکن الدین ابوالفتحؒ کے ساتھ ختم ہوگیا۔ چونکہ سلطان محمد تغلق اپنے تشدد کے سبب بہت بدنام ہو رہا تھا اس لئے آپ نے حکومت سے رابطہ قائم رکھنے کی کوشش نہ فرمائی اور نہ سلطان نے آپ کو دہلی حاضر ہونے کی تکلیف دی۔

۲۱ محرم ۷۵۲ھ کو ہندوستان کا یہ جبار بادشاہ دنیا سے رخصت ہوا تو اس کی جگہ امراء نے سلطان فیروز شاہ کو تخت پر بٹھایا۔ یہ نہایت نیک نفس نوجوان تھا اور درویشوں سے بے پناہ عقیدت رکھتا تھا اس لئے وہ ٹھٹھہ سے براستہ سہوان ملتان

Marfat.com

پہنچا، حضرت بہاء الحق والدین ابو محمد زکریا اور حضرت شیخ محمد یوسف گردیزی قدس اللہ اسرارہما کے مقابر پر حاضری دی اور ان کے توسل سے اپنی کامیابی کی دعا مانگی۔
شیخ الاسلام صدرالدین محمد کو علم ہو چکا تھا کہ دہلی میں خواجہ جہاں وزیرِ اعظم نے ایک مجہول النسب لڑکے کو سلطان محمد کا لڑکا ظاہر کر کے تخت نشین کر رکھا ہے ہو سکتا ہے کہ سلطان کو اس سے مقابلہ کرنا پڑے۔ اس لئے آپ نے جیب خاص سے گراں قدر رقم بطور عطیہ پیش کی۔ آپ کی دیکھا دیکھی ملتان کے تاجروں نے اشرفیوں کی تھیلیاں لاکر نذر گزاریں اور اس طرح لاکھوں روپے خزانے میں جمع ہو گئے سلطان نے کہا صاحبو! اس وقت ضرورت کے پیشِ نظر آپ کا یہ ہدیہ قبول تو کر لیتا ہوں مگر یہ مجھ پر قرض ہے۔ دہلی پہنچ کر واپس کر دوں گا۔ روانگی کے وقت شیخ الاسلام صدرالدین محمد سے عرض کی کہ آپ کے آبائے کرام گاہے گاہے دارالسلطنت میں تشریف لاکر بزرگانہ نصائح سے سلاطینِ وقت کی راہنمائی فرمایا کرتے تھے، آپ بھی ان کی سنت کو پورا کرنے کے لئے ضرور تشریف لایا کریں۔ شیخ کو سلطان کا یہ نیاز و انکسار اور اندازِ بیان بے حد پسند آیا اور دہلی آنے کا وعدہ فرمایا، چنانچہ جب سلطان بنگال کی مہم سے فارغ ہو کر دہلی واپس آیا اور جشنِ استقلال منعقد کیا تو اس موقع پر شیخ صدرالدین محمد تشریف لے گئے۔ ان دنوں سلطان سرسہ اور ہانسی کے درمیان لہراس بزرگ کے مقام پر ایک جدید شہر کی تعمیر کرا رہا تھا۔ حضرت شیخ صدرالدین محمد کو ملتان سے آئے کافی عرصہ ہو گیا تھا۔ آپ نے واپس جانے کے لئے اجازت چاہی۔ سلطان نے آپ کو شیخ الاسلامی کے منصب کو قبول کرنے کی درخواست کی اور ساتھ ہی گراں بہا خلعت، شمشیر مرصع اور زرّین ہودج کا ہاتھی نذر کیا اس کے

Marfat.com

بعد بڑے اعزاز و اکرام سے آپ کو رخصت کیا۔

شیخ صدر الدین محمدؒ شیخ الاسلامی کے فرائض کی تکمیل کے لئے گاہے گاہے بادشاہ کے پاس تشریف لے جاتے تھے۔ شمس سراج عفیف مؤلف تاریخ فیروز شاہی نے ان ملاقاتوں کی کیفیت بیان کی ہے۔ لکھتا ہے کہ "شیخ الاسلام ہمیشہ ایک پہر گزرنے کے بعد بادشاہ کی ملاقات کو آتے تھے۔ اس وقت بادشاہ محل چھجہ میں قالین کے اوپر بیٹھتا تھا۔ جب شیخ الاسلام محل کے قریب پہنچتے تو سلطان باہر نکل کر ان کا استقبال کرتا اور اپنے ہاتھ شیخ الاسلام کے قدموں تک لے جاتا۔ حضرت بادشاہ کو دعا دیتے اور اپنے سینے سے لگاتے۔ اس کے بعد بادشاہ اور شیخ الاسلام دونوں ایک مسند پر تشریف فرما ہوتے اور اس مجلس میں قاضی بغدادی اور ملک کبیر کے علاوہ کسی دوسرے آدمی کو شریک ہونے کی اجازت نہ ہوتی۔ یہ دونوں معتمد امراء بادشاہ کے پس پشت ایستادہ رہتے تھے۔ بادشاہ بڑے ادب و احترام سے شیخ الاسلام سے خیریتِ مزاج دریافت کرتا اور دینوی و دنیاوی معاملات پر گفتگو رہتی۔ اس دوران میں قسم قسم کے طعام، بہترین شربت، میوہ جات اور پان سے خاطر تواضع ہوتی رہتی۔ اس کے بعد شیخ الاسلام بادشاہ سے رخصت ہو کر تشریف لے جاتے اور بادشاہ چند قدم تک انھیں خدا حافظ کہنے کے لئے جاتا۔ رخصت ہونے کے وقت بھی شیخ الاسلام بادشاہ کو دعا دے کر اپنے سینے سے لگاتے۔ اگر حضرت شیخ الاسلام کو بادشاہ سے کسی ضرورت کے لئے کچھ کہنا ہوتا تو وہ اپنی زبانِ فیض ترجمان سے کچھ ارشاد نہ فرماتے بلکہ کاغذ پر لکھ لیتے اور اسے اپنے رومال میں لپیٹ کر وہیں چھوڑ آتے۔ بادشاہ حضرت کو رخصت کر کے واپس

Marfat.com

آتا اور قالین پر سے حضرت کے رومال اور کاغذ کو اٹھا کر سر آنکھوں سے لگاتا اور اس مکتوب گرامی کو شروع سے آخر تک احتیاط سے پڑھتا اور اس کا جواب حضرت کے منشار کے مطابق اپنے حضور میں مرتب کرا کر کسی معتمد امیر کے سپرد کرتا اور حکم دیتا کہ یہ خط جلد سے جلد شیخ الاسلام تک پہنچا دے۔ بالعموم یہ فرمان شیخ الاسلام سے پیشتر ہی ان کی قیام گاہ پر پہنچ جاتا!"

تاریخ فیروز شاہی کے مولف نے ایک اور ملاقات کا ذکر اس طرح کیا ہے

"ایک روز شیخ الاسلام صدرالدین محمدؒ بادشاہ کی مجلس میں تشریف فرما تھے اور وجہ معاش کا ذکر ہو رہا تھا۔ بادشاہ نے ان دنوں رعایا کے لئے وظائف کا کوئی تازہ حکم جاری کیا تھا۔ اس پر اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے شیخ الاسلام نے فرمایا "رحلت کے وقت مومن کے قلب پر دو رنج والم طاری ہوتے ہیں۔ ایک اندوہ دینی دوسرا رنج دنیاوی۔ اندیشہ دینی سے یہ مراد ہے کہ لمحاتِ آخر میں بندۂ مومن اپنی فطری خصلت و کیفیت کے مطابق رنج وغم میں مبتلا ہوتا ہے کہ ایسے نازک وقت میں اس کو نجات کی بشارت ہوتی ہے یا عذابِ آخرت کی؟ اس لئے کہ کسی شخص کو اپنے خاتمہ کا صحیح علم نہیں ہے اور یہ کہ سوائے انبیاء علیہم السلام اور عشرہ مبشرہ کے کوئی فرد عصمتِ انسانی کا مرتبہ نہیں رکھتا۔ دوسرا اندوہ جو مومن کے قلب پر طاری ہوتا ہے وہ دنیاوی رنج والم ہے۔ ہر شخص سکرات کے عالم میں اسی فکر والم کا شکار رہتا ہے کہ اس کے بعد اس کے بال بچے کس حالت میں زندگی بسر کریں گے۔ جہاں پناہ نے اپنے عہدِ معدلت مہد میں ہر مومن کو دنیاوی فکر و رنج سے نجات دے دی ہے۔ اس حکم میں رعایا کے لئے اطمینان اور حضرت بادشاہ

Marfat.com

کے لئے بیشمار ثواب ہے، اور میرا ایمان ہے کہ آپ نے جو کہ مخلوق کا درجہ رکھتے ہیں مومن کے قلب کو دُنیاوی رنج وغم سے نجات دلا دی ہے تو پروردگار عالم جو خالقِ مطلق ہے اور جس کا رحم وکرم بے شمار و لامحدود ہے اپنے بندے کو دینی فکر (عاقبت کے غم) سے بھی نجات دے دے گا اور ایمان کی سلامتی کے ساتھ دار السلام میں جگہ عنایت فرمائے گا۔“

اس وقت دربار پر سناٹا چھا رہا تھا جب شیخ الاسلام نے تقریر ختم کی تو تمام حاضرینِ دربار سربسجدہ ہو گئے اور دیر تک رب العالمین کی بارگاہ میں اپنے حسنِ خاتمہ اور بادشاہ کی سلامتی کے لئے دُعا مانگتے رہے۔ سلطان بھی یہ منظر دیکھ کر آبدیدہ ہو گیا اور عرض کی۔

”حضرت! آپ کو معلوم ہے کہ قدیم سلاطین نے صرف چند روزہ دُنیا میں حکمرانی کی اور اس کے بعد دُنیا سے چل بسے، ہم کو بھی ایک روز اس جہانِ فانی سے سفر کرنا ہے“۔ اس کے بعد بادشاہ نے یہ شعر پڑھا ؎

چوں بزم ما بہ بینی خالی زما بگوئی　　روزے دریں محلّت غوغا زدے حسابی

مؤلف تاریخ فیروز شاہی لکھتا ہے کہ فیروز شاہ کا لشکر ٹھٹھہ کو جا رہا تھا۔ حضرت شیخ الاسلام بھی ہمراہ تھے۔ راستے میں ایک مقام پر حضرت نے فرمایا۔ ”بادشاہ نے پہلی دفعہ ٹھٹھہ پر حملہ کیا اور لشکرِ شاہی دہلی سے روانہ ہوا تو بادشاہ نے اجودھن پہنچ کر شیخ فرید الحق والدین رحؒ کی زیارت کی لیکن حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا رحؒ کے آستانہ پر حاضر نہیں ہوئے حالانکہ اس زمانہ تک اہلِ بصیرت نے ان دونوں خانوادوں میں کسی قسم کی تفریق گوارا نہیں کی۔ اس مرتبہ آپ یہ نذر فرمائیں کہ ٹھٹھہ

Marfat.com

کے فتح ہونے کے بعد ملتان حاضر ہوکر مشائخ کرام کے آستانوں پر حاضری دیں گے۔"
شیخ الاسلام کی یہ تقریر سن کر فیروز شاہ نے عرض کی کہ یہ خطرہ بارہا میری طبیعت میں پیدا ہوا ہے۔

اس کے بعد وہ کچھ سوچ میں پڑ گیا اور تھوڑی دیر توقف کر کے بڑی عقیدت سے بولا کہ "انشاء اللہ تعالیٰ اس مرتبہ یہ ارادہ ضرور کروں گا اور خدا کی مرضی و مشیت کے مطابق عمل کروں گا۔"

سلطان جب سندھ کی مہم سے کامیاب ہو کر واپس آیا تو اس نے راہ میں مشائخ ملتان کی زیارت کا قصد کیا، چنانچہ جب لشکر شاہی ملتان کے قریب پہنچا تو شیخ الاسلام اور دیگر مخادیم و امرائے شہر نے ایک منزل آگے بڑھ کر سلطان کا استقبال کیا اور شاہانہ شوکت کے ساتھ شہر میں لے گئے۔ پہلی دفعہ جب سلطان شہر میں آیا تھا تو شہر والوں نے اپنی بساط سے بڑھ چڑھ کر اس کی مدد کی تھی اس لئے اس کے دل میں اہل ملتان کی بڑی قدر تھی۔ وہ ہر ایک کے ساتھ محبت سے پیش آیا، پہلے اس نے حضرت بہاء الدین زکریا اور شیخ محمد یوسف گردیزی قدس اللہ اسرارھما کے مقابر کی زیارت کی اور پھر دربار منعقد کر کے اس میں اہل شہر کو انعام و اکرام سے خوب نوازا۔

انہی ایام میں شیخ الاسلام صدر الدین محمدؒ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت بہاء الحق زکریاؒ فرما رہے ہیں بیٹا! تم لوگوں نے قطب الاقطاب کو میری پائنتی میں دفن کر دیا ہے اس سے مجھے سخت تکلیف ہو رہی ہے تم ان کے صندوق کو دوسرے مقبرے میں منتقل کر دو! شیخ الاسلام نے اس خواب کا ذکر سلطان سے کیا۔ اس نے کہا کہ یہ قبہ تو سلطان محمد نے اپنی زندگی میں حضرت قطب الاقطاب کو نذر کیا تھا۔ آپ

Marfat.com

لوگوں نے حضرت کو اس میں کیوں نہ دفن کیا؟ حضرت نے فرمایا کہ حضرت قطب الاقطاب کا خیال تھا کہ یہ مقبرہ سرکاری خزانے سے تعمیر کیا گیا ہے اس لئے انھوں نے اس کو اپنے لئے پسند نہ فرمایا۔ سلطان نے کہا میں ذاتی واقفیت کی بنا پر دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ اس مقبرے پر سرکاری روپیہ صرف نہیں ہوا، اپنی قبر کے لئے کون پسند کرتا ہے کہ اس پر مشتبہ مال سے عمارت تیار ہو۔ سلطان تغلق نے اسے بزمانہ صوبیداری دیپالپور محال خالصہ کی آمدنی سے تیار کرایا تھا اور اس کی تعمیر پر نہایت مندین معمار لگائے گئے تھے۔ اسی طرح جو مقبرہ کوٹلہ تغلق آباد میں تعمیر ہوا ہے اس پر بھی سلطان کی ذاتی رقم صرف ہوئی ہے۔ آپ بلا توقف حضرت کے جسدِ اطہر کو اس مقبرہ میں منتقل کریں بلکہ یہ کام میری موجودگی میں ہو جانا چاہیئے سلطان کی اس تقریب سے شیخ الاسلام کی طبیعت شگفتہ ہو گئی۔ چنانچہ اسی دوران میں قطب الاقطاب کے صندوق کو حضرت بہاء الدین زکریا قدس سرہٗ کی پائنتی سے نکال کر مقبرہ سلطانی میں منتقل کیا گیا۔ اس تقریب پر ملتان شہر کے تمام لوگ جمع تھے۔ لوگوں نے بڑھ بڑھ کر کندھا دیا، خود فیروز شاہ بھی تابوت اٹھانے میں شریک تھا۔

حضرت قطب الاقطاب کے خاندانی ریکارڈ میں "انتقالِ تابوت" کا واقعہ تفصیل سے درج ہے لیکن مؤلف تذکرہ ملتان نے صرف اتنا لکھا ہے کہ "بعد از وفات چوں سلطان تغلق در دہلی مدفون گشت قبہ کہ در ملتان برائے خود ساختہ بود سلطان السلاطین محمد فیروز شاہ شیخ رکن الدین ابوالفتح فیض اللہ قریشی رح را حسب الاشارہ آں بزرگ از خانقاہ جد بزرگوارش برآوردہ در قبہ مذکور دفن کنانید۔"

اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد بموجب خلاصۃ الاحباب ۷۶۶ھ میں شیخ الاسلام صدرالدین محمد رح کا انتقال ہو گیا اور اپنے آبائے کرام کے پہلو میں سپردِ خاک ہوئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

Marfat.com

مخدوم شہر اللہؒ

شیخ الاسلام صدر الدین محمدؒ کے بعد ان کے اکلوتے صاحبزادے شیخ رکن الدین اسمعیل سمرقندیؒ سجادہ نشین ہوئے۔ آپ نے ۸۰۰ھ میں وفات پائی۔ حضرت رکن الدین اسمعیلؒ کے بھی صرف ایک ہی صاحبزادے شیخ عماد الدین تھے جو ان کے بعد آبائی مسند پر رونق افروز ہوئے۔ خضر خان کو آپ سے بے حد عقیدت تھی۔ اس نے آپ کو شیخ الاسلامی کا منصب عطا کیا۔ یہ چھ بیٹوں کے باپ تھے۔ آپ کے انتقال پر آپ کے بڑے صاحبزادے شیخ صدر الدین حلیمؒ سجادہ نشین ہوئے۔

شیخ الاسلام صدر الدین حلیم قدس سرہٗ لاولد تھے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے چھوٹے بھائی شیخ محمد یوسف قریشیؒ آستانۂ غوثیہ کے متولی اور سجادہ نشین قرار پائے۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ دہلی کی حکومت برائے نام رہ گئی تھی۔ ۸۴۷ھ میں سلطان علاء الدین محمد شاہ تخت نشین ہوا مگر یہ ایک آرام طلب اور کمزور بادشاہ تھا۔ مغل فوج جو کابل غزنی اور قندھار میں رہتی تھی ملتان پر حملہ آور ہوئی اور سارا شہر تباہ و برباد ہو گیا۔ اس مصیبت کبریٰ کے بعد اہل ملتان نے صلاح کی کہ اپنا خود مختار حاکم بنایا جائے جو اس ملک کا خاطر خواہ انتظام کرے۔ اس سلسلے میں کئی نام پیش ہوئے ان میں حضرت بہاء الدین زکریا قدس سرہٗ کے سجادہ نشین شیخ محمد یوسفؒ کا نام بھی تھا۔ آپ کی خدا ترسی، دینداری اور انتظامی قابلیت کے پیشِ نظر سب نے باتفاق رائے آپ کو اپنا بادشاہ بنایا۔ بقول مولانا

Marfat.com

ذکا۔اللہ، شیخ محمد یوسف رح کی تخت نشینی ۸۴۷ھ میں عمل میں آئی۔ بالآخر لنگاہوں کے غدر کے باعث شیخ محمد یوسف رح کو تخت سے دست بردار ہونا پڑا اور وہ مایوس ہو کر گجرات کو روانہ ہوئے۔ ابھی چتوڑ ہی پہنچے تھے کہ وصال فرما گئے اور وہیں مدفون ہوئے رحمۃ اللہ علیہ

شیخ محمد یوسف قریشی رح کے چار صاحبزادے تھے۔ شاہ نعمت اللہ رح، شیخ یحییٰ رح، شیخ شہر اللہ رح اور شاہ عبداللہ قریشی رح

مولانا جمالی سیر العارفین میں لکھتے ہیں کہ لنگاہوں کے غدر کے باعث جب مخدوم شہر اللہ اپنے والد ماجد کے ساتھ دہلی میں مقیم تھے تو میرا ان کے ہاں اکثر آنا جانا ہوا کرتا تھا اور وہ بھی مجھے بڑی محبت سے ملتے تھے۔ جب حالات سازگار ہوئے اور سلطان حسین کی طرف سے انھیں کئی دعوت نامے موصول ہوئے تو وہ دہلی سے بڑے ٹھاٹھ کے ساتھ ملتان کو روانہ ہوئے۔ ارادتمندوں نے شہر کے باہر آپ کا استقبال کیا اور آبائی مسند پر لا بٹھایا۔

مولانا جمالی فرماتے ہیں کہ کچھ عرصہ بعد میں حج کی غرض سے دہلی سے روانہ ہوا۔ جب ملتان پہنچا تو شیخ الاسلام کے آستانہ پر حاضر ہو کر فاتحہ پڑھا، پھر مخدوم شہر اللہ رح کا نیاز حاصل کیا۔ وہ مل کر بے حد خوش ہوئے اور رہنے کو وہی تاریخی حجرہ مرحمت فرمایا جس میں حضرت شیخ الاسلام عبادت کیا کرتے تھے۔ مجھ پر حضرت کی اس قدر شفقت تھی کہ یہیں کھانا طلب کر کے میرے ساتھ تناول فرمایا کرتے تھے۔ میں نے اس حجرے میں چہلم پورا کیا۔ ایک رات حضرت شیخ الاسلام زکریا قدس سرہٗ کو خواب میں دیکھا۔ میں نے قدمبوس ہو کر عرض کی۔ قبلہ عالم! آپ کا یہ غلام حج اور زیارتِ روضۂ رسول صلعم کے لئے گھر سے نکلا ہے، دعا فرمایئے کہ حق تبارک و تعالیٰ صحت و سلامتی کے ساتھ

Marfat.com

روضۂ مطہر کی زیارت سے مشرف فرمائیے اور وہاں سے کعبۃ اللہ پہنچائیے۔ حضرت نے میرا ہاتھ تھام کر قبلہ کی طرف رُخ کیا اور میرے حق میں دُعا فرمائی۔ اس کے بعد فرمایا جاؤ بسلامت پہنچو گے اور جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر جاؤ تو میرا بھی سلام عرض کرنا!" صبح سویرے میں حضرت شہر اللہؒ کی خدمت میں حاضر ہُوا تو خواب کا ماجرا پیش کرنے کے بعد رخصت ہونے کی اجازت چاہی۔ حضرت مخدوم نے بڑے اشتیاق سے فرمایا خدا کی قسم آپ کو ابھی ایک ماہ اور یہاں ٹھہرنا ہوگا۔ ہماری طرف سے قطعاً کوئی رخصت نہیں ہے! میں نے حضرت مخدوم کے ارشاد کو سر آنکھوں پر رکھا لیکن عرض کی چونکہ یہاں سے رخصت مل چکی ہے۔ اب دوسرا مہینہ حضرت قطب الاقطابؒ کے آستانہ پر بسر کرنے کی اجازت بخشی جائے۔ حضرت نے منظور فرمالیا اور میں بارگاہِ غوثیہ سے بارگاہِ قطبیہ کو منتقل ہوگیا۔ حضرت مخدوم ازراہِ درویش نوازی یہاں تشریف لائے اور میرے لئے ایک فرح بخش مقام مخصوص فرمایا۔ اس کے بعد حضرت اغلب اوقات یہاں تشریف لاتے اور خاکسار سے تبادلہ خیال فرمایا کرتے۔

شیخ شہر اللہ قدس سرہٗ نے ۲۳ ذی الحج ۲۰۱۰ھ کو انتقال فرمایا اور ملتان میں اپنے بزرگوں کے پہلو میں محوِ خواب ہُوئے۔ آپ کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے مخدوم بہاء الدین ثانی صاحبِ سجادہ ہُوئے۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

Marfat.com

شاہ گردیزؒ ملتانی

قدمائے مشائخ ملتان میں سادات گردیز سے ہیں۔ ملتان کے بزرگوں میں سے یہ بزرگ صاحبِ تصرفاتِ ظاہری و باطنی و محاسنِ صوری و معنوی، قطبِ زمانہ فردِ یگانہ، فیاض کامل شیخِ مکمل تھے۔ آپ کا اصل نام محمد یوسف گردیزی ہے اور امام حسن علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ آپ ۴۵۰ھ میں بمقام قصبہ گردیز بجر غزنی کے مضافات میں ہے متولد ہوئے جہاں آپ کے دادا مخدوم شاہ علی تصورؒ بغداد سے ہجرت کرکے تشریف لائے تھے۔ آپ کے والد سید ابوبکرؒ اپنے زمانہ کے باکمال شیخ تھے اور آپ کی والدہ بھی نیک عارفہ تھیں۔ آپ کے جدِ امجد نے آپ کو روحانیت کے جملہ مدارج طے کرا دیئے اور اس طرح اپنے گھرانے کے تمام باکمال افراد سے مستفید و مستفیض ہونے کے بعد آپ پر سیر و سیاحت کا شوق غالب ہوا، ایران و توران اور روم و شام تک سفر کرکے اس زمانے کے باخدا درویشوں سے ملاقات کی اور ہر ایک سے استفاضہ کیا۔

والد بزرگوار کی رحلت کے بعد آپ سیر و سیاحت کو ترک کرکے اپنے جدِ امجد کے حضور میں رہنے لگے۔ اگرچہ آپ کا اکثر وقت حجرۂ عبادت میں گذرتا مگر جب کبھی باہر تشریف لاتے تو آپ سے ایسی ایسی کرامتیں ظہور میں آتیں کہ لوگ حیران رہ جاتے۔ بسا اوقات جدِ بزرگوار منع فرماتے کہ کشف و کرامات کا اظہار مناسب نہیں۔

حضرت شیخ محمد یوسفؒ کے زہد و اتقا اور کشف و کرامات کے متعلق بے حد

Marfat.com

روایات آج تک مشہور چلی آتی ہیں۔ آپ نے خورد سالی ہی میں ریاضت و مجاہدہ اس کثرت سے کیا کہ عارفِ کامل ہو گئے۔ ذکر ہے کہ ایک دفعہ آپ کے دادا کے پاس چند مریدین نے حاضر ہو کر التماس کی کہ ان کا ایک لڑکا بیمار ہے اس کے لئے دعائے صحت فرمائیں۔ انھوں نے انکار کیا اور راضی برضائے الٰہی رہنے کی تلقین فرمائی، چنانچہ وہ لڑکا مر گیا۔ ورثاء نے شور و شغب سے قیامت برپا کر دی۔ حضرت شیخ یوسفؒ کو رحم آیا، آپ نے دُعا فرمائی اور وہ لڑکا زندہ ہو گیا۔ آپ کے دادا مخدوم شاہ علیؒ اس بات سے ناراض ہوئے اور آپ کو رخصت کر دیا، چنانچہ آپ وہاں سے ملتان تشریف لے آئے اور یہاں اقامت پذیر ہوئے۔ شیر کی سواری اور سانپ کا تازیانہ آپ کی ادنیٰ کرامت تھی، چنانچہ پشتِ روضہ پر یہ بیت آج تک درج ہے ؎

وانی سوارِ شیر کہ در دست مارکرد ‏ ‏ ‏ مخدوم شاہ یوسفؒ ایں جا قرار کرد

حضرت شاہ گردیزؒ ۴۸۱ھ میں ملتان تشریف لائے۔ ملتان اس وقت آلِ سبکتگین کے متواتر حملوں سے بالکل ویران اور مسکنِ مار و موراں ہو رہا تھا جس مقام پر اس وقت حضرت کا مزار ہے وہ دریائے راوی کا کنارہ تھا۔ آپ کی برکت سے دریا ہٹ گیا اور آپ کے حجرۂ عبادت کے گرد پھر تیسری مرتبہ شہر ملتان آباد ہوا۔ ملتان کا موجودہ شہر آپ ہی کا آباد کردہ ہے۔

آپ نے ۱۲ ربیع الاوّل ۵۳۱ھ کو وصال فرمایا جس جگہ آپ عبادت کیا کرتے تھے اسی جگہ آپ کو دفن کیا گیا۔ روایت ہے کہ ایک شخص کسی دور دراز ملک سے حضور کا شہرہ سُن کر بیعت کی نیت سے حاضر ہُوا۔ ملتان پہنچ کر اُسے معلوم ہُوا کہ

Marfat.com

حضرت وصال فرما گئے ہیں۔ وہ بے حد غمگین اور مایوس ہو کر گریہ وزاری کرنے لگا۔ اسی وقت قبر سے حضرت کا ہاتھ باہر نکلا اور اس شخص نے خوش ہو کر بیعت کی۔ اس کے بعد دستور ہو گیا کہ جب کوئی صاحبِ حال فاتحہ کے لیے حاضر ہوتا تو آپ ہاتھ باہر نکال دیتے، چنانچہ حضرت صدر الاسلام مخدوم صدر الدین عارف جانشینِ حضرت بہاء الدین زکریا قدس سرہما کے مبارک زمانہ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ چونکہ صدر الاسلام کی کوشش اس بارے میں زیادہ رہتی تھی کہ آنجہانی معاملات مخفی رہیں لہٰذا آپ کی یہ روش صدر الاسلام کی طبیعت کے خلاف واقع ہوئی تھی۔ ایک روز صدر الاسلام، شاہ یوسف کی قبر پہ پہنچے اور فرمایا "یوسف! ہاتھ اندر کھینچ لو اور دراز دستی چھوڑ دو"۔ اس دن کے بعد حضرت کے ہاتھ کا باہر نکلنا موقوف ہو گیا۔

حضرت شاہ گردیز قدس سرہٗ کا روضہ بوہڑ دروازہ کے اندر واقع ہے اور اس کا شمار ملتان شہر کی بہترین عمارات میں ہے۔ اس عمارت میں روغنی اور چینی کاری کی اینٹوں کو نہایت خوبصورتی سے استعمال کیا گیا ہے اور ملتانی صنعت کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ صحن میں ساداتِ گردیز کی بے شمار قبریں ہیں۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

Marfat.com

شمس تبریز سبزواریؒ

آپ کا نام شمس الدین ہے۔ اصل میں سادات سبزوار سے ہیں۔ غلطی سے تبریزی مشہور ہو گئے۔ عوام ان کو حضرت شمس تبریزیؒ کے نام سے موسوم کرتے ہیں جو مولانا جلال الدین رومی کے مرشد تھے لیکن یہ بالکل غلط ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کا اصل لقب "تپ ریز" تھا۔

آپ ۱۵ شعبان سنہ ۵۶۰ھ کو سبزوار میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد سید صلاح الدین محمد نوربخش عبدالمومن شاہ مراکو کے پوتے، کتاب فقہہ آحوط کے مصنف اور محمودیوں اور اسمٰعیلیوں کے مقتدا تھے اور والدہ ماجدہ سیدہ فاطمہ، سید عبدالہادی کی بیٹی تھیں۔

قدرت کاملہ نے شاہ شمسؒ کو فہم و ذکا کا مادہ نہایت فیاضی سے عطا کیا تھا۔ آپ نے اپنے والد بزرگوار سے جو اپنے زمانہ کے شیخ طریقت تھے فیضِ معرفت حاصل کیا۔ ۵۷۹ھ میں جب علوم ظاہری و باطنی میں یدِطولیٰ حاصل کر لیا تو دونوں باکمال باپ بیٹے چرکس کے راستے بدخشاں وارد ہوئے۔ وہاں سے تبت کوچک تشریف لے گئے، پھر کشمیر پہنچے، بہت سے لوگوں کو ارادت کیشوں میں داخل کیا اور ۵۸۵ھ میں واپس سبزوار تشریف لے گئے۔ یہاں پہنچ کر والد بزرگوار نے آپ کی شادی کر دی اور سنہ ۶۰۰ھ میں آپ نے اپنے دو بیٹوں کو علم و ادب سے آراستہ کرنے کے بعد

Marfat.com

والد بزرگوار کے سپرد کیا اور خود تبریز تشریف لے گئے۔ یہاں بارہ برس کامل حالت استغراق میں بسر کیے۔ جب سلوک کا درجہ عطا ہوا تو قزوینہ پہنچے۔ یہاں والد بزرگوار سے ملاقات ہوئی اور دونوں بزرگوار شام اور مصر کا چکر لگاتے ہوئے واپس سبزوار تشریف لے آئے۔ صاحبزادوں کی شادی کرنے کے بعد آپ بعزم سیاحت سبزوار سے مرخص ہوتے۔ عراق عرب اور مصر کے طول و عرض میں شب و روز تبلیغ اسلام میں مصروف رہے۔

۶۶۴ھ میں آپ کے والد سید صلاح الدین محمد نور بخش نے جام شہادت نوش فرمایا۔ ان کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر آپ بغداد پہنچے اور ایک سرائے میں قیامت فرمائی۔ یہاں کے علماء نے آپ پر بے دینی کا الزام لگایا اور شاہ احمد نکودار سے درخواست کی کہ انھیں شہر بدر کیا جائے۔ بادشاہ کو آپ سے بے حد عقیدت تھی۔ اُس نے علماء سے کہا کہ یہ خدا رسیدہ بزرگ ہے مجھے ڈر ہے کہ کہیں میرے بیٹے محمد پر کوئی آفت نہ آجائے۔ علماء نے جواب دیا کہ اگر شہزادے کا بال تک بھی بیکا ہو تو ہمارا ذمہ۔ چنانچہ شاہ شمس ؒ قاضی شرع کے حکم سے بغداد کو چھوڑ کر کاظمین تشریف لے گئے۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ شہزادہ فوت ہو گیا۔ بادشاہ سخت جھنجھلایا اور علماء کو حکم دیا کہ فوراً فقیر سے معذرت طلب کرو تاکہ خداوند عالم میرے بچہ کو دوبارہ زندگی عطا فرمائے ورنہ میں تم سب کو قصاص میں قتل کر دوں گا۔ چنانچہ علماء جمع ہو کر حضور کی خدمت میں پہنچے اور منت سماجت کر کے آپ کو بغداد لے آئے۔ یہاں آپ نے دعا کی اور بچہ اُٹھ بیٹھا۔ اب علماء نے آپ پر تکفیر کا الزام لگا دیا اور کھال اُتروانے کے درپے ہوئے۔ آپ نے کملی اوڑھ کر کھال اُتار دی جو شہر میں پھرائی گئی شام کو آپ نے واپس لے کر مثل لباس کے زیب تن کر لی اور ہندوستان چلنے کا

Marfat.com

ارادہ کیا۔ احمد نکودار کے فرزند محمد نے بھی آپ کے ساتھ آنے کا اصرار کیا۔ بادشاہ نے شیخ کی خوشنودی اور بچے کی مرضی اس میں دیکھی تو کلیجے پہ پتھر کی سل رکھ کر اسے حوالہ کیا۔ ماں نے چلتے وقت کچھ جواہرات ساتھ کر دیئے اور یہ مرشد و مرید براستہ ذیل ۶۶۵ھ میں ملتان آ پہنچے۔ ان دنوں یہاں شیخ الاسلام غوث بہاء الحق والدین قدس سرہٗ مسندِ ارشاد پر فائز تھے۔ جب آپ شہر میں داخل ہوئے تو آپ کے خلاف ایک کہرام برپا تھا۔ آپ نہایت صبر و سکون سے لوگوں کے طنز آمیز جملے سنتے اور روڑے کنکر کی بارش میں سے گذرتے وہاں جا پہنچے جہاں اب شہر کا اسٹیشن ہے۔ نبرہ سالہ بچہ احمد نکودار کا اکلوتا فرزند بھوک سے سخت نڈھال ہو رہا تھا۔ اگرچہ آپ خود روشنی کی آلائشوں سے بے نیاز تھے مگر بچے کی فکر نے بے چین کر رکھا تھا۔ یہاں پہنچ کر حضرت نے ایک نعرہ لگایا جس سے بیابان کی ایک ہرنی نمودار ہوئی۔ اُس کے تھن دُودھ سے لبریز تھے۔ آپ نے شہزادے کو پینے کا اشارہ کیا۔ پھر آپ نے تکبیر کہہ کر ہرنی کو ذبح کیا اور ضرورت کے مطابق اس کے پیٹ سے گوشت نکال کر باقی جسم کو سی دیا۔ ہرنی کو قُم باذن اللہ کہہ کر کھڑا کیا اور وہ چھلانگیں بھرتی چلی گئی۔ شہزادے کو حکم ہُوا کہ جاؤ شہر سے آگ لے آؤ تاکہ اِس گوشت کو بھون کر کھائیں۔ شہزادہ سارے شہر میں دھکے کھاتا پھرا لیکن کسی اہلِ دل کو رحم نہ آیا، بلکہ ایک ستم ظریف حلوائی نے تو اتنا ظلم کیا کہ جب یہ مسافر بچہ آگ لینے کے لئے اُس کے ہاں پہنچا تو اُس نے گرم تیل کا چمچہ اُس کے گلاب جیسے چہرے پر دے مارا۔ نازنین شہزادہ شدتِ درد سے چلّا اُٹھا اور روتا پیٹتا مُرشد کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ آپ نے اپنے عزیز ترین مُرید اور روحانی فرزند کی یہ حالت دیکھی تو غصہ سے کانپ اُٹھے۔ بدن کے عضو عضو میں قہر و

Marfat.com

جلال کی لہر دوڑ گئی - آسمان کی جانب نگاہ کی - سورج کو دیکھا اور فرمایا او شمس! دیکھ میں بھی تیرا ہم نام ہوں، ملتان کے لوگ مجھے گوشت بھوننے کو آگ تک نہیں دیتے، ذرا نیچے آتا کہ میں تیری تمازت میں اس معصوم شہزادے کے لئے گوشت بھون لوں۔

بمجرد اس کے آفتاب سوا نیزے پر آ گیا - لوگ ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپنے لگے۔ شہر کے علماء و صلحاء اور زہاد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے - معذرت طلب کی اور رہنے کو اپنے مکانات پیش کئے - اس پر آپ کا غصہ فرو ہوا اور آفتاب سے کہا "باز برو"۔ تب کہیں جاکر ملتان ٹھنڈا ہوا اور خلقِ خدا کے تن بدن میں ہوش آیا - کہتے ہیں کہ اس دن سے ملتان کی گرمی مشہورِ عالم چلی آتی ہے اگرچہ اب وہ کیفیت نہیں رہی۔

۶۶۶ھ میں آپ کی اولاد امجاد شاہ احمد نکو دار کی حفاظتی فوج کے ساتھ ملتان آپہنچی اور آپ نے مستقل طور پر یہاں سکونت اختیار کی اور یہاں رہتے ہوئے دس سال بھی نہ گذرنے پائے تھے کہ اس دارِ فانی سے دارِ بقا کو تشریف لے گئے۔

آپ کا مرقدِ اطہر عام خاص باغ سے شمال کی جانب دو فرلانگ کے فاصلہ سے نظر آتا ہے - ۷۷۰ھ میں اس پر سید احمد شکر بار، پیر حاجی صدر الدین اور شہزادہ محمد بغدادی نے خشت و آہک کا ایک سفید گنبد تعمیر کرایا تھا۔

رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم

Marfat.com

شاہ ابوبکر ورّاق رح

آپ کا لقب تاج العارفین ہے اور آپ سلسلہ چشتیہ کے زبردست بزرگ ہیں۔ بعض لوگ بیان کرتے ہیں کہ آپ سلطان الہند غریب نواز حضرت خواجہ معین الدین حسن اجمیری قدس سرہٗ العزیز کے پیر بھائی اور حضرت خواجہ عثمانی ہروَنی رح کے خلیفہ ہیں۔

اوّل اوّل آپ کا قیام اجمیر شریف کے قریب موضع تارا گڑھ کے قریب تھا۔ وہاں ایک مرید کی امداد کے لیئے آپ نیلے گھوڑے پر سوار ہو کر کفّار کے مقابلہ کو جہاد کے لیئے نکلے۔ لڑائی میں آپ شہید ہو گئے۔ سر آپ کا وہیں پڑا رہا اور آپ میدان جنگ سے نکل کھڑے ہوئے۔ موضع دہلّو (ملتان) میں ایک شخص ضعیف العمر امام الدین رہتا تھا۔ اُس کے مکان کے سامنے گھوڑا آ کر کھڑا ہو گیا اور امام الدین کا نام پکار کر آپ نے اُسے باہر بُلایا۔ اس نے باہر آ کر نظر کی تو صرف دھڑ کو گھوڑے پر سوار دیکھ کر ڈر گیا۔ آواز آئی کہ ڈرو مت تم فوراً فلاں جگہ جا کر ہمارا سر اُٹھا لاؤ۔ میدان میں ہر ایک کے سر کے اوپر ایک ایک چراغ جل رہا ہو گا لیکن جس پر چار چراغ جل رہے ہوں وہ ہمارا سر ہے اُسے اُٹھا لاؤ۔ تم بے اولاد ہو تمھارے گھر میں بے حد اولاد ہو گی۔ چنانچہ امام الدین تعمیل ارشاد میں روانہ ہوا اور حضورؐ ہی کے تصرّف سے بہت جلد سر مبارک لے کر واپس آ گیا اور اس جگہ آپ کو دفن کیا۔ امام الدین مذکور باوجود ضعیف العمری کے کثیر الاولاد ہُوا۔ اُسی کی اولاد روضہ پر مجاوری کے فرائض ادا

Marfat.com

کرتی ہے۔ روضۂ مبارک شہنشاہ عالمگیر نے ۱۱۰۶ھ میں تعمیر کرایا تھا۔ پہلی منزل کی چھت کار چوبی کی ہے اور دوسری منزل گلی ہے۔

حضرت کے لقب وراق کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ آپ کے پیر صحبت ہر روز ایک ورق لکھ کر آپ کو دیا کرتے تھے کہ اسے دریا میں ڈال آؤ اور جو ورق وہاں سے ملا کرے وہ لے آیا کرو۔ چنانچہ آپ روز جاتے اور ورق ڈالتے۔ دریا سے ایک ہاتھ نکلتا جو ورق لے لیتا اور دوسرا دے دیتا۔ اس ورق کے پڑھنے کی آپ کو اجازت نہ تھی اور نہ آپ پڑھتے۔

ابتداء میں جب آپ ریاضت و مجاہدہ کیا کرتے تھے تو آپ کو حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت کا بہت شوق تھا۔ بعد میں اپنے پیر کی صحبت کی وجہ سے خیال دور ہو گیا اور عالمِ محویت میں شوق نہ رہا۔ کئی سال بعد اپنے حجرے میں عبادت کر رہے تھے ایک سفید ریش بزرگ آپ سے ملنے آئے۔ انہوں نے دریافت کیا کہ تمہیں کوئی ہوس ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے سوائے شوقِ خدا کے اور کوئی ہوس نہیں پہلے حضرت خضرؑ سے ملنے کا شوق تھا لیکن اب اس کا صرف دھندلا سا خیال باقی ہے۔ مردِ سفید ریش نے فرمایا کہ میں خضرؑ ہوں اور میں تمہاری یہ ہوس پورا کرنے کے لئے آیا ہوں لیکن یاد رکھو کہ اللہ بس باقی ہوس۔ اس روز سے آپ پورے طور پر عزلت گزیں ہو کر درجۂ کمال پہ پہنچے۔

ایک دفعہ آپ کا مزار شکستہ ہو گیا اور مرمت کی ضرورت محسوس ہوئی لیکن چھت کے لئے اتنے لمبے شہتیر دستیاب نہیں ہوتے تھے۔ آخر ان کے مزار کے قریب دریا میں سے لکڑی کے شہتیر برآمد ہوئے جن سے ضرورت پوری ہو گئی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

Marfat.com

دیوان چاولی مشائخ رح

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ راجہ ہسپال کے سب سے چھوٹے لڑکے ہیں۔ آپ کا نام رائے چاولہ تھا۔ راجہ ہسپال کا مورثِ اعلیٰ رائے لکھمن قوم راجپوت ڈھوڈھی کا سردار تھا اور اس نواح میں اس کی حکومت تھی، چنانچہ موضع کنگن پور رائے چاولہ کی ہمشیرہ کے نام سے آباد ہوا۔

رائے چاولہ کا ابتدائے طفولیت ہی سے اسلام کی طرف رجحان تھا اور بعالمِ باطن فیضانِ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فیض یاب ہو کر درجۂ ولایت تک پہنچ چکے تھے چنانچہ آپ نے اسلام قبول کر لیا اور آپ کی ہمشیرہ بھی اس نعمت سے متمتع ہوئیں۔ دیوان صاحب کے دوسرے بھائیوں کو یہ بات سخت ناگوار گذری۔ انھوں نے موقع پا کر حضور کو شہید کر ڈالا لیکن بعد میں پشیمان ہو کر سب کے سب مسلمان ہو گئے۔

آپ کی تاریخِ وصال ۱۳۱ھ بتائی جاتی ہے۔ روضہ مبارک موضع چاولی مشائخ (تحصیل میلسی) میں محمود غزنوی نے تعمیر کیا اور چند گاؤں جاگیر میں دیئے۔ مقابر اہلِ اسلام میں سے یہ عمارت نہایت قدیم زمانے کی ہے۔ جہانگیر بادشاہ نے اپنے عہد میں روضہ کی مرمت کرائی۔ روضہ میں حضرت دیوان رح اور ان کی ہمشیرہ کنگن برس کے مزار ہیں۔ روضہ کے باہر بھی چند مقامات ہیں جو قابلِ ذکر ہیں۔

Marfat.com

آپ کے مزار پُر انوار پر بڑے بڑے صاحبِ کمال بزرگ یعنی حضرت باوا فرید شکر گنج علیہ الرحمۃ، حضرت شیر شاہ رح، سید جلال بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت بہاء الحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ حاضر ہو کر کسبِ فیض کرتے رہے اور اب تک یہ مقام مرجعِ خاص و عام ہے اور منبعِ فیوضِ انام ہے

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

سیّد علی سرور رح

آپ سنہ ھ میں دہلی سے کہروڑ (ملتان) تشریف لائے۔ آپ نے چھ حج کیے۔ حضرت لعل فرید رح خلیفہ حضرت غوث الاعظم محبوب سبحانی رض کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ ولیٔ کامل تھے۔ ابتدا میں کچھ مدت ملتان میں قیام فرمایا۔ بعد میں کہروڑ میں اقامت اختیار کی اور یہیں وصال ہوا۔ آپ نے تین نکاح کیے۔

روضہ مبارک کہروڑ میں ایک قابلِ دید عمارت ہے۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

Marfat.com

ارجن شیر بخاریؒ

بیان کیا جاتا ہے کہ تقریباً ساڑھے آٹھ سو سال کا عرصہ ہوا جب چار بزرگ از قوم سادات حضرت ارجن شیر، حضرت ازانی شیر، حضرت شاہ صالح و حضرت شاہ داد اطراف بخارا سے بطور سیاحت اس طرف وارد ہوئے اور سرائے سدھو (تحصیل کبیر والا) کے متصل ایک جنگل میں قیام کیا۔

ان ایام میں یہ مشہور تھا کہ ایک جن قصبہ سرائے سدھو کے باشندوں کو بے حد تکلیف دیتا تھا اور ان کے بچوں کو اٹھا کر لے جاتا تھا۔ ایک دن ایک بیوہ کا لڑکا اسی طرح غائب ہو گیا۔ اس عورت کی گریہ و زاری سے متاثر ہو کر حضرت ارجن شیر رحمۃ اللہ علیہ ایک شیر پر سوار ہو کر اور ہاتھ میں سانپ کا چابک لے کر روانہ ہوئے اور جا کر اس جن سے برسرِ پیکار ہو گئے۔ روایت ہے کہ یہ کشتی ایک رات اور ایک دن برابر جاری رہی اور آپ کشتی کرتے ہوئے برج شہر میں داخل ہو گئے۔ سخت لڑائی کے بعد آخر یہ نتیجہ نکلا کہ برج شق ہو گیا اور حضرت ارجن شیر مع شیر، سانپ اور جن کے اس میں غائب ہو گئے۔ باشندگانِ شہر نے وہاں پختہ مزار بنوا دیا۔ کوئی ۳۰۰ برس ہوئے سدھو کی درخواست پر بادشاہ نے اس کے قریب ایک سرائے بھی بنوا دی۔ اس کے بعد آپ کا مزار برج کے گرنے سے دب گیا اور سمت ۱۸۵۲ بکرمی میں عبداللہ نامی جمعدار تحصیل سرائے سدھو نے بشارت پا کر اس کی مرمت کرائی اور خانقاہ بنوائی اور نوکری چھوڑ کر مجاور بن گیا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما۔

Marfat.com

شیخ احمد معشوقؒ

آپ شیخ صدرالدین عارف بن شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہٗ کے خلفائے اعظم میں سے ہیں۔ اوّل قندھار میں سکونت رکھتے تھے۔ مردِ دائم الخمر تھے اور ایک لحظہ شراب کے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔ آپ کے والد محمد قندھاری شہر قندھار میں دکانِ تجارت کرتے تھے۔ چونکہ یہ شخص دائم الخمر و مسکور تھے آپ کے والد نے اپنے پاس سے کچھ سرمایہ دے کر نکال دیا اور کہا کہ کسی شہر میں جا کر علیحدہ دکان کرو اور اپنے گذارہ کے لئے تجارت کا سامان بناؤ۔ چنانچہ یہ قندھار سے نکل کر ملتان میں آئے اور تجارت کی دکان جاری کی۔ ایک روز دکان میں بیٹھے تھے کہ حسنِ اتفاق سے شیخ صدرالدین عارفؒ کا اُس طرف سے گذر ہوا اور نظرِ فیض اثر آپ پر پڑی۔ جب خانقاہ میں پہنچے تو ایک خادم کو بھیج کر انھیں اپنے پاس بلایا اور اپنے پہلو میں بٹھایا۔ موسم گرمی کا تھا اس لئے شربت طلب کر کے قدرے آپ نے نوش فرمایا اور باقی شیخ احمد کو دیا۔ اِس کے پیتے ہی نورِ باطن روشن ہو گیا اور فوراً تائب ہو کر شرف ارادت سے مشرف ہوئے اور جو کچھ نقد و جنس اپنے پاس رکھتے تھے اس خانقاہ کے درویشوں پر تقسیم کیا اور علائق دُنیا سے دستکش ہو کر تجرید و تفرید کا راستہ اختیار کیا اور سات سال تک ایک پارچہ تہبند میں زندگی بسر کی یہاں تک کہ مدارجِ عالیہ پر فائز ہو کر اہلِ ولایت سے ہوئے۔ فوائد الفواد میں شیخ نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ شیخ احمدؒ اواخر عمر

Marfat.com

میں یادِ حق ایسے مشغول ہوئے کہ چشمِ ظاہری نہ کھولتے تھے۔ ایک وقت عین سرما میں
کہ ہوا نہایت سرد تھی صبح کو غسل کے لئے پانی میں داخل ہوئے اور ایک عرصہ تک
اُس میں درنگ کر کے جنابِ الٰہی میں مناجات کے لئے ہاتھ اُٹھا کر عرض کی
کہ الٰہی تو بادشاہ ہے اور بندوں کی اطاعت سے بے نیاز ہے، اپنے لطفِ عمیم
سے بندگانِ بے بضاعت کو سرفراز فرماتا ہے، قسم ہے تیری محبت کی کہ جب تک
میں اپنے قرب و مرتبہ سے جو مجھے تیری جناب سے ہے آگاہ نہ ہوں گا اس پانی
سے باہر نہ نکلوں گا۔ آخر ش ندا آئی کہ ہماری درگاہ میں تیرا مرتبہ وہ ہے کہ ہم تیرے
وسیلۂ جمیلہ سے روزِ محشر میں خلائقِ کثیر کو آتشِ دوزخ سے آزاد کر کے بہشتِ
جاودانہ میں داخل کریں گے۔ شیخ احمدؒ نے عرض کی کہ بارِ الٰہا تیری نعمت بے حد
اور رحمت لاتعداد ہے میں اس امر پر اکتفا نہیں کرتا۔ فرمان پہنچا کہ ہم نے تم کو اپنا
محبوب و معشوق بنایا تاکہ طالبوں کو ہمارا عاشق بنائے۔ شیخ احمدؒ یہ بشارتِ فیض
اشارت سُنتے ہی پانی سے برآمد ہوئے اور لباس پہن کر اپنے مکان کا راستہ لیا۔
راہ میں جس جگہ پہنچتے تھے خلقت کہتی تھی کہ شیخ احمد معشوق آتا ہے۔ اس روز سے
آپ 'احمد معشوق' مشہور ہوئے۔

تاریخ فرشتہ کا مصنف لکھتا ہے کہ شیخ احمد معشوق کا جذبۂ عشق اس نہایت
کو پہنچا کہ جہان اور اہلِ جہان سے بے خبر ہو گئے یہاں تک کہ حالتِ مدہوشی میں ادائے
فرائض کی بھی خبر نہ رہتی تھی۔ علماء و فضلاء آپ کے مکلفِ حال ہوئے کہ مستی و بے شعوری
سے باز رہیئے اور نمازِ پنجگانہ ادا کیجیے۔ فرمایا میں نماز پڑھنے کی قدرت نہیں رکھتا اور
اگر تم کہتے ہو کہ نماز پڑھو تو میں سُورۃ فاتحہ نہیں پڑھوں گا۔ علماء نے جواب دیا کہ بغیر

Marfat.com

سورۂ فاتحہ کے نماز درست نہیں ہے۔ شیخ نے کہا اگر فاتحہ پڑھوں گا تو ایاک نعبد وایاک نستعین نہیں پڑھوں گا۔ انھوں نے کہا کہ اس کے بغیر سورۂ فاتحہ کی قرأت درست نہیں اور نماز بھی صحیح نہ ہوگی پس وضو کرانا شروع کیا تو بہت سے مشکیزے پانی کے صرف ہو گئے مگر شیخ کے ہاتھوں پر پانی رواں نہ ہوا، جو پانی ہاتھ پر پڑتا فوراً خشک ہوجاتا۔ علماء نے شیخ کو دریا میں غوطہ دے دیا۔ غوطہ کے وقت دریا کا پانی ایسا اُبلا جس طرح دیگ دیگدان پر اُبلتی ہے۔ جب وضو ہوچکا تو شیخ نماز پر کھڑے ہوئے۔ جب ایاک نعبد وایاک نستعین زبان سے نکلا تو آپ کے ہر بُنِ مُو سے خون کے قطرے ٹپکنے شروع ہوئے اور تمام خرقہ خون آلود ہوگیا۔ فی الفور نماز توڑ دی اور علماء کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ بزرگوار اس وقت میں زنِ حائضہ کے مانند ہوں مجھے نماز معاف ہے، مجھ سے دست بردار ہوجاؤ۔

اس جامع الکمالات کی وفات ۷۲۳ھ میں ہوئی۔ مزار پُر انوار ملتان میں ہے۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

Marfat.com

خالد بن ولیدؒ

المعروف بہ خالد ولی، قریشی النسل ہیں۔ آپ کے حالاتِ زندگی تحقیق نہیں ہو سکے۔ اندازہ کیا جاتا ہے کہ آپ ۴۰۶ھ کے قریب بزمانۂ محمود غزنوی عرب سے یہاں تشریف لائے۔

مقامی روایت ہے کہ ایک دفعہ شتر بانوں نے آپ سے کچھ گستاخی کی۔ آپ کی بد دُعا سے اس علاقہ کی سب اونٹنیوں کے دُودھ میں سے مکھن نکلنا بند ہو گیا۔ آپ کے مزار مُبارک کے گنبد میں ایک سفید پتھر لگا ہُوا ہے جس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ یہ اونٹنیوں کا مکھن تھا جو پتھر ہو گیا۔ یہ بھی مشہور ہے کہ اس میں سے وقتاً فوقتاً مکھن کا قطرہ ٹپکتا ہے اور جس روز آخری قطرہ گرے گا اُس روز قیامت آجائے گی۔

موجودہ روضہ (واقع موضع خطی چور تحصیل کبیر والا) کی عمارت کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ یہ چودھویں صدی عیسوی میں تیار ہُوئی تھی۔ شاہجہان بادشاہ نے اس کی مرمت کرائی اور ایک سرائے بھی بنوائی۔ اس زمانے میں ملتان لاہور کی سڑک پر یہ مقام ایک بارونق پڑاؤ تھا۔ گو روضے کی عمارت بالکل شکستہ ہے لیکن اب تک یہاں آپ کی شانِ جلالی قائم ہے اور زائرین پر خاص قسم کی ہیبت طاری ہوتی ہے۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

Marfat.com

خواجہ حسن افغان رح

آپ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہٗ کے مریدانِ کامل اور خلفائے مقبول میں سے ہیں۔ زہد و عبادت و ذوق و شوق و عشق و محبت میں یکتا تھے، علوم ظاہری سے محض اُمّی لیکن علوم باطنی میں گویا تمام لوحِ محفوظ آپ کے سینۂ بے کینہ پر نقش تھی۔ لوگ امتحاناً تین سطر کاغذ پر لکھ کر آپ کو دکھایا کرتے تھے، ایک سطر قرآن مجید سے دوسری سطر احادیثِ رسول مقبول ؐ سے اور تیسری اقوالِ مشائخ سے آپ معاً نگاہ کر کے انگشتِ شہادت سطرِ قرآن پر رکھ کر فرماتے یہ کلام حق تعالیٰ ہے، پھر اشارت بسطرِ حدیث کرتے، پھر قولِ مشائخ پر ہاتھ رکھ کر فرماتے کہ یہ سطر اقوالِ مشائخ سے ہے۔ جب لوگ یہ پوچھتے کہ آپ نے کیونکر جانا تو جواب دیتے کہ کوئی وجہ شناخت کی نہیں ہے مگر سطرِ قرآن کو دیکھتا ہوں کہ نورُ اس کا لامکاں تک محیط ہے اور حدیث کی طلعت ساتویں آسمان تک دیکھتا ہوں اور قولِ مشائخ کا نُور تا فلکِ قمری دیکھتا ہوں۔

آپ کے شیخ حضرت بہاء الدین زکریا قدس سرہٗ اکثر زبانِ مبارک سے فرماتے کہ اگر مجھے بروزِ قیامت حق تعالیٰ نے پوچھا کہ زکریا! ہماری درگاہ میں کیا لایا ہے تو میں عرض کروں گا کہ مشغولی و عبادت حسن افغان۔ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رح فرماتے ہیں کہ آپ صاحبِ ولایت اور بلند پایہ بزرگ تھے۔

Marfat.com

مولانا جمالی لکھتے ہیں کہ یہ حضرت کوہ سلیمان کے دامن کے باشندے تھے صاحب مخزنِ افغانی لکھتے ہیں کہ آپ افغان نہیں بلکہ سید تھے۔ اس کتاب میں آپ کا نسب نامہ اس طرح درج ہے: سید حسن المعروف خوندی بن ابو محمد بن سید علی بن سید جعفر بن موسیٰ بن ابراہیم اصغر بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن زین العابدین بن حسین بن علی رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

نقل ہے کہ ایک دن آپ ملتان سے دہلی آتے تھے۔ راہ میں ایک مسجد کی بنا کرتے تھے۔ عقلاء وعلماء جمع ہوئے کہ محرابِ مسجد صحیح بقبلہ کریں سمتِ قبلہ میں اختلافِ رائے ہوا۔ آپ ایک طرف کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ قبلہ اس طرف ہے۔ علماء نے اعتراض ناحق کیا۔ آپ نے اپنی انگلی سے ایک طرف اشارہ کیا اور کہا کہ اگر میرا کہنا تم لوگ باور نہیں کرتے ہو تو دیکھو قبلہ اس طرف ہے۔ سب نے اس طرف نظر کی اور بزیارتِ کعبہ مشرف ہوئے۔ اس وقت اختلاف رفع ہوا۔

ایک دفعہ آپ کا گذر کسی کوچے میں ہوا اور بہنگام مغرب ایک مسجد میں پہنچے مؤذن نے تکبیر کہی۔ امام آگے بڑھا اور لوگ جماعت میں شریک ہو گئے۔ خواجہ حسن نے بھی اقتداء کی۔ جب نماز تمام ہوئی اور لوگ چلے گئے تو یہ امام کے پاس گئے اور کہا اے خواجہ تم نے اس نماز کی امامت کی اور عین نماز میں دہلی سے بنگالہ گئے اور وہاں سے بردے خرید کر ملتان پہنچے اور پھر ان بردوں کو گراں قیمت پر بیچنے کے لئے عرب لے گئے اور میں تمہارے پیچھے بے سروپا حیران و پریشان پھرتا رہا۔ بتائیے اس نماز کو کیا کہیں اور اس کا کیا نام رکھیں، اور فی الواقع ایسا ہی ہوا تھا

Marfat.com

جیسا کہ شیخ نے فرمایا۔ غرضکہ آپ سے بہت خوارق وکشف وکرامت کا اظہار ہوتا تھا۔

مخزن افغانی میں ہے کہ جب آپ کی ولایت کی تکمیل ہوگئی تو آپ اپنے مرشد حضرت بہاء الدین زکریا قدس سرہٗ کے حکم سے غرغشتی قوم کی ہدایت کے لئے تشریف لے گئے تھے۔

شیخ حسن افغان کی وفات ۶۸۹ھ میں ہوئی۔ مزارِ پُرانوار ملتان میں آپ کے پیر روشن ضمیر کے روضہ کے پائین واقع ہے۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما

Marfat.com

بی بی راستی رح

آپ سلطان جمال الدین فرغانی کی دختر تھیں۔ والد ماجد کے ہمراہ ملتان تشریف لائیں اور حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی رح نے اپنے فرزند ارجمند مخدوم شیخ صدر الدین عارف سے نکاح کر کے پاکدامنہ کا خطاب عطا فرمایا۔

اپنے وقت کی عابدہ و زاہدہ و متقیہ اور راستی و درستی میں یگانۂ عصر تھیں۔ آپ حافظِ قرآن تھیں اور ہر روز ایک مرتبہ ختمِ قرآن کرتی تھیں۔ نسبتِ ارادت اپنے خسر حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہٗ کے ساتھ رکھتی تھیں۔ بہت سی عورتوں کو آپ کی ذات بابرکات سے فیضِ نسبت سہروردیہ پہنچا۔ آپ کے محل میں جس قدر لونڈیاں اور خادمائیں تھیں ان میں ایک بھی بے نماز نہ تھی۔

خداتعالیٰ نے آپ کو ۹ رمضان المبارک ۶۴۹ھ میں شیخ رکن العالم رح جیسا فخرِ روزگار فرزند عطا کیا۔ آپ نے پیار سے شاہ جلولہ نام رکھا۔ آپ نے اپنے فرزند کی تربیت میں نہایت حزم و احتیاط سے کام لیا اور وضو کے بغیر کبھی دودھ نہ پلایا۔ چونکہ حافظۂ قرآن تھیں دودھ پلانے کے وقت لوری کے بجائے قرآن تلاوت فرمایا کرتیں۔

آپ کی وفات ۶۹۵ھ میں ہوئی۔ مزار پُرانوار ملتان شہر سٹیشن کے جنوب کی طرف ایک وسیع قبرستان بی بی پاک دامن میں ہے۔

مؤلفِ خزینۃ الاصفیاء نے یہ قطعہ تاریخ درج کیا ہے:

Marfat.com

راستی مخدومۂ عالم کہ بود — راست رو چون نیر اندر راستی

ہست "مخدومہ" وصالِ پاکِ او — سالِ ترحیلش چو از من خواستی

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا

سرور شکوٹ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام سید زین العابدین ہے حسینی سید ہیں اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ کے مرید ہیں لیکن فیضِ روحانی آپ کو حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہٗ سے ہوا۔ مردِ عابد و زاہد و شب بیدار، نیک رُو اور نیک خُو تھے۔

اپنے پیر کے حکم سے بخارا سے آکر موضع شکوٹ میں آباد ہوئے۔ آپ کے دو لڑکے اپنی دوسری بیوی بی بی عائشہ کے بطن سے ہوئے۔ یہ پاکدامنہ میر لاڑ حاکم علاقہ کی دختر تھیں۔ دونوں لڑکے یعنی حضرت سید احمد سخی سرور رح اور سید عبد الغنی رح ولیٔ کامل ہوئے۔

آپ کا روضہ ملتان بستی ملوک کی سڑک پر موضع لاڑ کے قریب موضع شکوٹ میں واقع ہے۔ اصل میں یہ لفظ سہ کوٹ ہے عوام کی زبان میں شہ کوٹ مشہور ہو گیا۔ روضہ کے جانبِ شمال آپ کی اہلیہ حضرت بی بی عائشہ کا مزار ہے۔ مزار شریف کے نواح میں تین قدیم آبادیوں کا پتہ چلتا ہے۔ غالباً انہی آبادیوں کو سہ کوٹ کہتے تھے جو بعد میں تباہ ہو گئے۔

Marfat.com

شاہ دانا شہیدؒ

المعروف بہ شاہ شہید، آپ صاحبِ کرامت ولی ہیں چنانچہ عام مثل مشہور ہے کہ

اندر غوث بہاؤالحقؒ باہر قطب فریدؒ

جے توں بہت اوتاولا منگ شاہ شہید

یعنی اندر غوث بہاؤالحقؒ تمہارا فرماہیں اور باہر حضرت بابا فریدؒ، اگر تجھے جلدی کا کام پڑ جائے تو حضرت شاہ شہید کی روح پاک سے فیض مانگ۔

تذکرہ صدرالدین عارف مؤلفہ نور احمد خاں فریدی میں مرقوم ہے کہ آپ حضرت بہاء الدین زکریاؒ کے حاضر باش غلام تھے اور حضرت انھیں مثل اولاد کے عزیز جانتے اور ان پہ اعتماد کرتے تھے۔ حضرت کے بعد شیخ العارفؒ کے معتمد علیہ بنے رہے اور انہی کے زمانہ میں انتقال فرما گئے۔

آپ کی خانقاہ بعمارتِ پختہ شہر ملتان میں اندرون دہلی دروازہ واقع ہے۔ یہ عمارت کسی شہزادہ نے بنوائی تھی لیکن یہ تحقیق نہیں کہ اس کا نام کیا تھا۔

سرزمینِ ملتان میں ہے کہ آپ کسی اسلامی لشکر کے عہدہ دار تھے اور لڑائی میں شہید ہو کر یہاں دفن ہوئے۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

Marfat.com

پیر عمر سہروردیؒ

شیخ عمر نوجوانی کے زمانے میں سندھ سے آئے اور حضرت بہاء الدین زکریا قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہوئے۔ ایک مرتبہ حُسنِ اتفاق سے حضرت کی نظرِ کیمیا اثر کچھ اس انداز سے پڑی کہ طریقت و معرفت کے تمام مدارج طے کر گئے۔ حضرت کی وفات کے بعد آپ ان کے سجّادہ نشین شیخ صدرالدین عارف قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر رہنے لگے۔

آخری دنوں میں ایک نواب کی اہلیہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی کہ سرکار دُعا کیجیے کہ نواب کی توجہ اِدھر ہو جائے۔ آپ نے ایک ٹھیکری اُٹھائی اور اس پر لکھا کہ "اگر نواب اپنی بیگم سے محبت کرے تو عمر کو کیا اور اگر نہ کرے تو کیا!" اور بیگم سے کہا کہ اسے اپنے پاس رکھ۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ نواب اس سے محبت کرنے لگ گیا۔ بیگم نے شکرانے کے طور پر اشرفیوں کا ایک تھال لا کر آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے ایک اشرفی اُٹھا کر منہ میں ڈال لی۔ بیگم نے عرض کی "حضور! یہ کھانے کی چیز نہیں"۔ آپ نے فرمایا۔ "تو پھر تم لائی کیوں ہو؟"۔ بیگم نے جب زیادہ اصرار کیا تو فرمایا کہ یہ اشرفیاں واپس لے جاؤ اور فقیر کو قبر کے لیے کچھ زمین دلا دو۔ چنانچہ اس خاتون نے حضرت شیخ صدرالدین عارف قدس سرہٗ کے محلات کے مشرق میں ایک وسیع و عریض قطعہ اراضی حضرت کی نذر کر دیا۔ وفات

Marfat.com

کے بعد آپ اسی جگہ دفن ہوئے۔ رفتہ رفتہ یہ اراضی ایک بہت بڑے قبرستان کی صورت میں تبدیل ہوگئی جو اب گورستان پیر عمر کے نام سے مشہور ہے۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

خواجہ اویس کھگہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اصلی نام شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ عرب میں پیدا ہوئے اور حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح قدس سرہ کے زمانے میں یہاں تشریف لائے۔ عمر کا بقیہ حصہ خدمتِ خلق میں صرف کرکے ۱۱ محرم ۸۰۲ھ کو خاکِ پاک ملتان کا پیوند بنے۔

آپ کا مقبرہ بستی دائرہ ملتان شہر میں واقع ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مقبرہ کی بنیاد حضرت شیخ رکن العالم قدس سرہ نے اپنے دستِ مبارک سے رکھوائی تھی۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما

Marfat.com

عبدالرشید حقانیؒ

حضرت مخدوم رشید حقانیؒ قادری سلسلہ کے زبردست بزرگ ہیں۔آپ حضرت بہاء الحق زکریا ملتانیؒ کے عم زاد بھائی ہیں۔تاریخِ ولادت تصدیق نہیں ہو سکی البتہ وصال کی تاریخ ۶۶۹ھ معلوم ہوتی ہے۔

آپ میراں سید علی کے خلیفہ ہیں تین سال تک ان کی خدمت میں رہے اور انہی کے حکم سے ملتان سے جانب شرق آکر قیام کیا اور اس مقام کا نام آپ کے نام سے مشہور ہوا۔آپ نے چار شادیاں کیں۔اول ہمشیرہ حضرت غوث بہاؤالحق سے، دوم شاہ تغلق کی لڑکی سے۔اس کے متعلق روایت یہ ہے کہ بادشاہ کو کھاتے ہیں کرم نظر آتے تھے حضور کی دعا سے یہ عارضہ دور ہوا تو بادشاہ نے ازراہِ عقیدت اپنی لڑکی عقد میں دی تیسری شادی رانے لونا کی دختر سے ہوئی چوتھی شادی قوم مڑل میں ہوئی۔

آپ کے چار بیٹے صاحبِ ولایت ہوئے۔مخدوم ابوبکرؒ مخدوم محمدؒ مخدوم حسنؒ۔ مخدوم ایوب شاہ صدر قتالؒ حضرت ایوب قتالؒ کی خانقاہ دُنیاپور تحصیل لودھراں سے جانبِ شرق تین کوس کے فاصلے پر واقع ہے مخدوم حسنؒ کی خانقاہ کہروڑ میں ہے حضرت رشید حقانی علیہ الرحمۃ کا روضہ مبارک موضع مخدوم رشید (تحصیل ملتان) میں ہے۔آپ نے ایک چاہ لگوایا تھا۔اس کے متعلق آپ کی دعا ہے کہ جو شخص اس کا پانی پیئے گا وہ شفا یاب ہوگا۔پہلے حضور کا مزار خام تھا۔اب آپ کے اپنے تصرف ہی سے ایک نہایت عالیشان قابلِ دید روضہ تعمیر ہو چکا ہے۔رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

Marfat.com

سلطان ایوب قتالؒ

آپ حضرت مخدوم رشید حقانی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ہیں۔ اپنے دادا صاحب کے حکم سے دریا کے کنارے مویشی چرایا کرتے تھے۔ وہاں حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور کشفِ روحانی حاصل ہوا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی بدعا سے ایک گاؤں جس کا نام منوری تھا غرق ہوا۔ آپ منوری سے دُنیا پور تشریف لے آئے اور یہیں ۷۶۶ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

آپ کا مزار مُبارک دُنیا پور کے نزدیک جنگل سرکارہ میں واقع ہے۔

رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

شاہ حسین آگاہیؒ

ساتویں صدی ہجری کے نہایت باکمال بزرگ ہیں۔ کہتے ہیں کہ جس کام کے لئے کوئی حاضر ہوتا اُس کے حُسن و قبح سے آگاہ فرما دیتے۔ اسی واسطے "حسین آگاہی" کہے جانے لگے۔

ملتان شہر کے اندر برسرِ بازار ایک مسقف حجرے کے اندر مدفون ہیں۔ بازار بھی آپ کے نام پر مشہور ہے۔

رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

Marfat.com

پیر دریہ شاہ رح

کتبہ مزار سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ جلال الدین فیروز کی صوبیداری کے زمانے میں ملتان تشریف لائے۔ حضرت غوث بہاء الدین زکریا قدس سرہٗ کے چشمۂ روحانی سے فیض یاب ہوئے اور ۶۴۴ھ میں انتقال فرما کر یہیں دفن ہوئے۔

حضرت بہاء الدین زکریا رح اور شاہ رکنِ عالم رح کی خانقاہوں کے درمیان ایک مختصر مگر دلکش گنبد ہے، پیر دریہ بخاری رح اسی میں آسودہ ہیں۔ ان بزرگوں کے پہلو میں دفن ہونے کے باعث وصفی طور پہ آپ دریہ شاہ مشہور ہو گئے ورنہ اصل نام کچھ اور تھا۔ شمالی سمت یہ شعر بخطِ نستعلیق مرقوم ہے

روئے پاکاں ہر کہ بیند صبح و شام
آتشِ دوزخ بود بروے حرام

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

Marfat.com

شیخ حسین کاہ برہ رح

قدوۃ الاولیاء شیخ بہاء الدین زکریا رح کے ہم عصر تھے۔ زمانہ ہوش میں گھاس کھودنے سے معاش بہم پہنچاتے تھے۔ جب حالت جذبہ پیدا ہوئی تو خرابات میں جا بیٹھے۔

ایک روز عنفوانِ جوانی میں شیخ زکریا رح اس خرابات نشین شیخ کے پاس جا نکلے۔ شیخ حسین نے ہاتھ پر پیالہ رکھ کر سامنے کیا۔ شیخ زکریا رح نے ازراہِ ادب لے کر گریبان میں الٹ لیا۔ جب گھر آئے تو پیراہن اپنی دیرینہ دایہ کے سپرد کیا۔ چونکہ پیراہن کا داغ دھونے سے دُور نہیں ہُوا دایہ نے اس مقام کو مُنہ سے چوس لیا۔ کہتے ہیں کہ وہ دایہ اسی میں عارفِ زماں ہو گئی اور اُس کی باتیں اکثر تقدیرِ ایزدی کا پیغام ہوتی تھیں۔

آپ کی خواب گاہ ملتان میں ہے۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

Marfat.com

شاہ علی محمدؒ

حضرت شاہ علی محمد الملقب بہ شیر شاہؒ سنہ ۹۵۰ھ میں مشہد مقدس سے یہاں تشریف لائے حضرت مخدوم سید محمد غوث بندگی گیلانی اوچوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ مرشد کی اجازت سے بارہ سال متواتر چاہ شیر والا پر لب دریا ریاضت و مجاہدہ کیا۔ اس چاہ کا نام اب تک چاہ چلّہ والا مشہور ہے۔

خاندانِ قادریہ عالیہ میں حضرت صاحبِ کشف و کرامات و مظہرِ خوارق تھے۔ آپ سے بے شمار کرامتیں ظہور میں آئیں چنانچہ آپ کے مریدین کی تعداد لاکھوں تک پہنچی۔ روایت ہے کہ آپ کی عادت تھی کہ ہر روز بعدِ مغرب چالیس فقراء کے پاؤں دبایا کرتے تھے۔ ایک رات ایسا اتفاق ہوا کہ آپ کو کل ۳۹ فقیر ملے۔ اپنی عادت کے پورا کرنے کے لئے ایک کُتّے کے پاؤں دبانا شروع کر دیئے اور فارغ ہونے کے بعد آپ اپنی جائے قیام پر واپس تشریف لے آئے۔ اس شب ایک مردِ غیب سے نمودار ہوا۔ اس کے ایک ہاتھ میں چاولوں کی رکابی اور دوسرے میں پانی کی ٹھلیا تھی۔ دونوں چیزیں پیش کر کے اُس نے کہا کہ آپ کا چلّہ بارگاہِ ایزدی میں مقبول و منظور ہو چکا ہے اور یہ طعام بہشت سے بھیجا گیا ہے آپ تناول فرمائیں۔ آپ نے کچھ کھا کر دوگانہ شکرانہ ادا کیا۔ اس مردِ خدا نے مٹھی بھر روپے پیش کر کے کہا کہ اس میں سے جس قدر آپ کا دل چاہے اُٹھا لیں۔ آپ

Marfat.com

نے فرمایا کہ مجھے مالِ دُنیا سے غرض نہیں مجھے اس کی کیا ضرورت ہے۔ باصرار تمام آپ نے پندرہ روپے اٹھائے۔ اس شخص نے کہا کہ جب تک آپ کی نسل قائم رہیگی یہ روزینہ ان کو ملتا رہے گا۔ پھر وہ شخص غائب ہوگیا۔

حضرت کے چھ فرزند تھے۔ ان میں سے صرف شاہ شیر محمدؒ صاحب اولاد ہوئے۔ آپ کا مقبرہ اکبر بادشاہ کے زمانے میں دریائے چناب کے کنارے بمقام شیر شاہ نہایت بلند اور بعمارتِ پختہ تعمیر ہوا۔ دریا میں طوفان آنے کی وجہ سے اب گر چکا ہے اور حضرت کا تابوت مبارک چاہ شریفاں والا پر نزد شیر شاہ دوبارہ دفن کیا گیا۔ جن لوگوں نے دوبارہ زیارت کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت کی نعش مبارک بالکل صحیح وسالم موجود تھی۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

Marfat.com

سیّد مُوسیٰ پاک شہیدؒ

حضرت غوث الاعظم شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے ہیں۔ گیارھویں پشت میں آپ کا شجرۂ نسب حضرت غوث الاعظمؒ سے ملتا ہے۔ آپ کے مورثِ اعلیٰ حضرت شیخ محمد غوث جیلانیؒ ولایتِ روم سے براستہ خراسان بمقام اوچ تشریف لائے اور یہاں قیام پذیر ہو گئے۔ آپ ولیٔ کامل اور صاحب کرامت بزرگ تھے چنانچہ دُور دُور تک آپ کا شہرہ ہو گیا۔ سلطان قطب الدّین لنگاہ بھی آپ ہی کا مُرید تھا۔

سیّد ابوالحسن مُوسیٰ پاک شہیدؒ ۹۵۲ھ میں بمقام اوچ پیدا ہُوئے۔ آپ فرزند و خلیفہ حضرت سیّد حامد گنج بخش گیلانی اوچیؒ کے ہیں۔ علم و فضل و رضا جوئی الٰہی میں یکتائے زمانہ، اور صاحبِ مقاماتِ بلند و مدارجِ ارجمند تھے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اور شرعی تدریس کے بعد تھوڑے ہی عرصہ میں جملہ علوم متداولہ میں مہارتِ تامہ حاصل کر لی، علمِ باطنی سے بھی بدرجۂ کمال بہرہ اندوز ہوئے جب باپ کے روبرو آپ نے تکمیلِ ظاہری و باطنی پائی تو خطابِ جمال الدّین ابوالحسنؒ مخاطب ہُوئے۔ حضور کے والدِ ماجد آپ سے بے حد محبت کرتے تھے چنانچہ اپنی زندگی ہی میں انھوں نے آپ کو اپنا جانشین مقرر کیا، اگرچہ بعد میں بڑے بھائی سے سجادہ نشینی کے متعلق کچھ تنازعہ ہُوا اور بادشاہ وقت تک بھی نوبت

Marfat.com

پہنچی لیکن سجادہ نشینی آپ ہی کے حق میں برقرار رہی۔ آپ کے فیضانِ معرفت سے بڑے بڑے علماء و فضلاء مستفیض ہوئے ہیں چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ بھی آپ ہی کے مرید با اخلاص تھے۔ آپ کو حضرت غوث الاعظمؒ کی روحانیت کے ساتھ ایک محبت خاص تھی کہ ہر وقت حضور رہتا تھا اور صدہا مرتبہ خواب و بیداری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔ آپ نے تمام عمر ریاضت و مجاہدہ و عبادت و تعلیم و تلقین میں گذاری۔

حضور ۵۸ برس کی عمر میں قزاقوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ اس واقعہ کی تفصیل یوں بیان کی جاتی ہے کہ ملک میں طوائف الملوکی برپا ہونے کی وجہ سے عام طور پر بدامنی تھی۔ ایک دفعہ قزاقوں نے آپ کے مریدوں کی ایک بستی پر حملہ کیا۔ آپ نے یہ خبر پاتے ہی فرمایا کہ میرا وقت قریب آگیا اور فوراً ایک ہاتھی پر سوار ہو کر رہزنوں کا تعاقب کیا۔ رہزن فرار ہو گئے لیکن قوم لنگاہ کے ایک بدخواہ نے حضور کے پہلو میں تیر مارا جس کے صدمہ سے آپ شہید ہو گئے۔ پہلے آپ کو اپنے والد بزرگوار کے قدموں میں دفن کیا گیا لیکن حضور کی اولاد کو عالم خواب میں ایما ہوا کہ تم نے قطب الاقطاب کو میرے قدموں میں دفن کر دیا ہے جس سے مجھے تکلیف ہوتی ہے، چنانچہ آپ کے صاحبزادے نے نعش مبارک وہاں سے نکلوا کر ملتان کے قریب موضع منگے ہٹی میں دفن کی اور خود ملتان میں سکونت اختیار کی۔ پندرہ برس بعد صاحبزادہ سید حامد گنج بخش کو خیال پیدا ہوا کہ نعش مبارک کو ملتان منتقل کر دیا جائے، چنانچہ نعش کو وہاں سے نکال کر ملتان لانے لگے تو دیکھا کہ صحیح سالم تھی اور اس کو کسی قسم کا کوئی نقصان واقع نہ ہوا تھا۔ چونکہ اس وقت صندوق

Marfat.com

دستیاب نہ ہو سکا اس لیے نعش مبارک کو گھوڑے پر سوار کر کے ملتان لائے، لوگ دیکھ کر بے حد متعجب اور معتقد ہوئے۔ القصہ حضور کے جسدِ اطہر کو اس روضہ پاک میں دفن کیا گیا۔

اگر گیتی سراسر باد گیرد　　چراغ مقبلاں ہرگز نمیرد

حضرت کے چار بیٹے تھے اوّل سید حامد گنج بخش سجادہ نشین جو متصل روضہ حضرت مدفون ہیں۔ دوم سید یحییٰ نواب ملتان جن کا روضہ مابین پاک دروازہ و حرم دروازہ واقع ہے۔ سوم سید عیسیٰ جن کا روضہ حرم دروازہ پر ہے اور عوام الناس ان کو پیر عنایت ولایت کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ چہارم سید جان محمد جن کا مزار دہلی میں ہے۔ حضرت کے مریدین بلخ، بخارا، ایران، توران، افغانستان تک پھیلے ہوئے ہیں۔

حضرت موسیٰ پاک شہید قدس سرہٗ العزیز کا روضہ اقدس پاک دروازے کے اندر واقع ہے۔ ملتان کا پاک دروازہ آپ ہی کے نام سے مشہور ہے۔ تاریخ شہادت ۲۳ شعبان سنہ ۱۰۱۰ھ ہے، حدیقۃ الاولیاء میں سنہ ۱۰۰۱ھ دی ہے۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

Marfat.com

سلطان احمد قتّالؒ

حضرت سیّد جلال حسنی اوچوی قدس سرہ العزیز کی اولاد میں سے ہیں۔
آپ بمقام اوچ ۹۴۹ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا اسمِ گرامی حضرت سیّد علم الدین شاہ تھا۔ آپ مادرزاد ولی تھے۔ ابتدا ہی سے صاحبِ کرامت تھے۔
بچپن کے زمانہ کا ذکر ہے کہ خادمِ خانقاہ نے تادیباً آپ کو تھپڑ مارا۔ اس کا ہاتھ خشک ہو گیا۔ ہوش سنبھالنے کے بعد آپ گھر سے نکلے اور فقراء کی صحبت میں رہ کر ریاضت و مجاہدہ کرتے رہے۔ سنہ ۹۷ھ میں بمقام کہروڑ آپ نے حضرت علی سرورؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور کچھ عرصہ خدمتِ مرشد میں حاضر رہے۔ ایک دفعہ آپ کے مرشد سو رہے تھے کہ چڑیوں نے جمع ہو کر غل مچانا شروع کر دیا۔ آپ نے یہ سمجھ کر کہ چڑیوں کی چوں چوں آپ کے مرشد کے آرام میں مخل ہے حکم دیا کہ چڑیو! مرجاؤ۔ بمجرّد اس ارشاد کے سب چڑیاں مر گئیں۔ جب حضرت علی سرور بیدار ہوئے تو آپ نے یہ ماجرا دیکھ کر فرمایا کہ تم قتّال ہو۔ اس دن سے آپ کا لقب قتّال مشہور ہوا۔
آپ نے حضرت علی سرور کی ہمراہی میں حج بیت اللہ بھی کیا اور بعد زیارت بغداد شریف، کربلا معلیٰ و بخارا واپس ملتان تشریف لائے۔ یہاں پہنچ کر حضرت شاہ رکنِ عالم کے مزار پر چلّہ کشی کی، پھر اطرافِ نیلی بار میں جا کر جنگلی اقوام کھوہرہ اور سلدیرہ کو مسلمان کیا۔ سنہ ۹۹ھ میں بمقام جلال پور اقامت پذیر ہوئے۔ یہاں

Marfat.com

آپ کے زہد و تقویٰ کا شہرہ دُور دور تک پہنچا اور لاکھوں آدمیوں نے آپ کی بیعت اختیار کی۔

آپ کی کئی کرامتیں مشہور ہیں۔ ایک دفعہ ایک بنیا مر گیا۔ اس سے آپ کا کچھ حساب کتاب تھا۔ جب لاش سامنے سے گذری تو فرمانے لگے کہ لالہ ہمارا حساب تو کرتے جاؤ۔ وہ بنیا فوراً زندہ ہو گیا اور حساب سمجھا کر پھر مر گیا۔

آپ کا وصال ۱۰۴۱ھ میں ہُوا۔ جلال پور پیر والہ (ملتان) میں مدفون ہوئے پہلے مزارِ مبارک کچا تھا، بعد میں حضرت کی اولاد نے بصرفِ کثیر پختہ بنوایا۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

Marfat.com

شاہ حبیبؒ

حضرت شاہ حبیب رحمۃ اللہ علیہ گیلانی سید ہیں اور حضرت عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ خلف الصدق حضرت غوث الاعظم محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کی اولاد سے ہیں۔ آپ کے والد ماجد سید فتح اللہ شاہ بغداد شریف میں بڑے پایہ کے بزرگ تھے۔ آپ کی ولادت بھی بغداد شریف میں ہوئی۔ بارہ برس کی عمر میں علوم متداولہ سے فارغ ہو کر چلّہ کشی میں مشغول ہوئے۔ اس کے بعد حضرت غوث الاعظمؒ کی جانب سے ارشاد ہوا کہ تم ملک پنجاب میں سدھ نے کے قریب جا کر سکونت اختیار کرو اور وہاں موضع بغداد آباد کرو۔ آپ نے یہاں پہنچ کر پھر بارہ برس تک عبادت اور چلّہ کشی میں گذارے۔

آپ کی بے اندازہ کرامتیں مشہور ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ شاہجہان بادشاہ کو چارپائی سمیت عالم خواب میں بلوا لیا اور ایک غریب سوداگر کی دادرسی کرائی جس کا کچھ روپیہ بادشاہ پر واجب تھا اور افسر خزانہ کی شرارت کی وجہ سے ادا نہ ہوا تھا۔ موضع بغداد دربار مغلیہ سے بطور جاگیر عطا ہوا۔ یہیں آپ کا مزار مبارک ہے۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

Marfat.com

پیر جیون سلطانؒ

آپ قوم مہار سے ہیں اور حضرت شیر شاہ مخدوم سید علی محمد شیر شاہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں۔ آپ کو اپنے پیر کی عنایت سے لقب سلطان عطا ہوا۔ آپ صاحب کرامت ولی تھے۔ شاہجہان بادشاہ آپ کا بے حد معتقد تھا۔ آپ کے نام پر بادشاہ نے نالہ سلطان واہ کھدوایا اور بہت سی زمین معافی میں بطور جاگیر دی۔

آپ کا مزار کہروڑ سے جانب لودھراں کوئی چھ میل کے فاصلہ پر موضع ریڑ میں ہے اور مرجع عام ہے۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

پیر برہانؒ

سلطنت مغلیہ کے زمانے میں یہ حضرت کہروڑ کے حاکم تھے۔ آپ فقیر دوست تھے۔ جمع سرکار وصول کر کے برابر خرچ کرتے رہے، آخر جب دربار دہلی سے ادائیگی کا مطالبہ ہوا تو ٹھیکریاں بھروا کر بھیج دیں، وہاں کھولنے پر اشرفیاں برآمد ہوئیں۔

آپ کا مزار قصبہ کہروڑ سے جانب مشرق تقریباً نصف میل کے فاصلے پر ہے

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

Marfat.com

سخی شاہ حبیبؒ

بیان کیا جاتا ہے کہ اصل میں یہ شاہجہان بادشاہ کے بیٹے سلطان شاہ شجاع کا مزار ہے جو تارک دنیا ہو کر شاہ حبیب کے لقب سے مشہور ہوئے اور ملتان میں مقیم ہو گئے۔ آپ کا فیضان عام تھا اور بہت لوگوں نے حضور سے خرقہ خلافت پایا۔ شاہ چراغ پنڈی والے، شوق الٰہی بہاولپوری اور فقیران رسول شاہی جو لاہور میں مقیم ہیں آپ ہی کے مرید ہیں۔

آپ کا مزار شہر ملتان میں بیرون دولت دروازہ واقع ہے۔ روضہ حضرت شاہ شمسؒ کے متصل چاہ شاہ حبیب میں ایک احاطہ کے اندر ایک رفیع قبر ہے

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

Marfat.com

نواب سیّد موسیٰ پاک دینؒ

حضرت کا اصل نام ابوالغیاث سیّد فتح علی اور لقب شیخ الاسلام نواب موسیٰ پاک دین ہے۔ آپ حضرت موسیٰ پاک شہید رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے اور مخدوم سیّد حامد گنج بخش ثانی المعروف سیّد فیض اللہؒ کے فرزندِ ارجمند اور صاحبِ سجّادہ تھے والدہ ماجدہ امۃ الرزاق فاطمہ ایک سیّد حسینی خاتون تھیں جس طرح حضرت شکل وصورت میں اپنے جدِ امجد حضرت غوث صمدانی کے ہم شکل تھے اسی طرح کمالات میں بھی پورا پورا اتباع تھا علم وفضل میں یکتائے روزگار ہونے کے علاوہ روحانی تصرّف میں بھی آپ اپنے بزرگانِ سلف کے ہم پلّہ تھے۔ حُسنِ قابلیت، نکتہ سنجی اور بے پناہ اثر ونفوذ کے پیشِ نظر شاہجہان بادشاہ نے ملتان کی صوبیداری آپ کے سپرد کر رکھی تھی۔ آپ کی تقرری کے فرمان شاہی پر ۱۰۶۸ھ کی تاریخ درج ہے۔

اگرچہ حضرت میں خُلقِ عظیم بدرجۂ کمال تھا مگر جلال عظمت اور وجاہت اس قدر تھی کہ بڑے بڑے دل گردہ رکھنے والے لوگ آپ سے آنکھ نہ ملا سکتے تھے شہزادہ دارا شکوہ آپ کا بے حد معتقد تھا۔ جب شاہ عالمگیر کے مقابلہ میں اُسے شکست ہوئی تو آپ نے بہت افسوس کیا۔ دارا شکوہ شکست کھا کر آگرہ سے دہلی اور دہلی سے لاہور کے راستے ملتان پہنچا اور حضرت سے امان طلب کی۔ آپ نے فرمایا "اگر آپ میرے پاس رہیں تو پھر کسی کی طاقت نہیں کہ آپ کو لے جاسکے بلکہ اگر میری

Marfat.com

یہ ڈاڑھی بھی خون سے رنگین ہو جائے تو ہو جائے مگر آپ کا بال بیکا نہ ہوگا" داراشکوہ کچھ دن یہاں رہا مگر جونہی اورنگ زیب عالمگیر کی آمد سنی تو اس قدر حیران و پریشان ہوا کہ حضرت کا ارشاد یاد نہ رہا اور رات کی تاریکی میں بھاگ نکلا۔ اورنگ زیب ملتان میں داخل ہو کر سیدھا آپ کے پاس آیا اور کرخت لہجہ میں بولا "دارا بے شکوہ کجا رفت"۔ آپ نے بے پروائی سے جواب دیا "داراشکوہ دریں بارگاہ باریاب شدہ بود ولیکن بے دستوری رفت! رفت!" اورنگ زیب اپنی مخصوص سخت گیری کے باوجود خاموش ہو کر چلا گیا بلکہ اپنے دل پر حضرت کی عظمت و جلال کا ایک غیر فانی نقش لے کر گیا۔

آپ کی کرامات بے شمار ہیں۔ ایک روز آپ نے بیٹھے بیٹھے ایک آہ سرد کھینچی اور کہا "افسوس"! ایک مرید خاص نے جرأت کر کے آپ کے اس اظہارِ افسوس کی وجہ دریافت کی۔ فرمایا کہ شہزادہ داراشکوہ کو اس کے بھائیوں نے شکست دی ہے۔ اس کے بعد جب آگرہ کی لڑائیوں کی خبر پہنچی تو آپ کی روشن ضمیری کا سب نے اعتراف کیا۔

آپ کا وصال ۲۳ جمادی الثانی ۱۰۷۳ھ کو ہوا اور اپنے جدِ امجد کے روضۂ اقدس میں مدفون ہوئے۔ قدس سرہ العزیز

آپ کے تین صاحبزادے تھے (۱) حضرت مخدوم شیخ عبد القادر ثالث المعروف سید نجیب الدین (۲) سید حامد (۳) سید حسین۔ مؤخر الذکر کا انتقال آپ کی حین حیات ہی میں ہو گیا تھا۔ بڑے صاحبزادے سجادہ نشین مقرر ہوئے۔

حضرت مخدوم شیخ عبد القادر ثالث ۱۲ ذیقعد ۱۰۲۶ھ میں پیدا ہوئے تھے

Marfat.com

آپ عالمِ باکمال اور عارف باللہ تھے۔ شاہِ دہلی نے بیش قرار جاگیر اور وظیفہ مقرر فرمایا۔ آپ کے بھتیجے حضرت سید عبدالرزاقؒ کو عہدۂ نوابی پیش ہوا لیکن انھوں نے قبول نہ فرمایا۔ حضرت مخدوم کے وصال کے وقت ایک لاکھ سے زیادہ آدمی جنازے میں شریک ہوئے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے پوتے حضرت مخدوم شیخ سید ابوالحسن محمد غوث المعروف بہ سید جلال الدینؒ سجادہ نشین ہوئے۔

حضرت مخدوم شیخ سید ابوالحسنؒ شیخِ کامل تھے۔ سلطان محمد شاہ اور سلطان شاہ عالم شاہانِ دہلی نے پچاس ہزار درہم کے نقد عطیہ کے علاوہ آپ کو بیش قرار جاگیریں اور انعام عطا فرمائے۔ آپ کے تین فرزند تھے (۱) سید فتح محمد شاہؒ (اپنے والد ماجد کی زندگی ہی میں فوت ہو گئے) (۲) سید دین محمد شاہ جو بعد میں مخدوم شیخ سید حامد گنج بخش ثالث کے لقب سے سجادہ نشین ہوئے (۳) سید گل محمد شاہ

حضرت مخدوم شیخ سید حامد گنج بخش ثالثؒ ایک عالم باعمل اور ممتاز منصوفین میں سے تھے۔ نواب شجاع خاں حاکمِ ملتان کو آپ سے بے حد عقیدت تھی اور ہمیشہ عطیات وغیرہ سے حضور کی خدمت کرتا رہتا تھا۔ نواب ممدوح نے اپنی لڑکی بھی اس خاندانِ عالیہ کے ایک فرد کے عقد میں دی۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے (۱) حضرت سید کمال الدین شاہ (۲) حضرت مخدوم شیخ سید محمد جمال الدین شاہ۔ بڑے صاحبزادے وفات پا چکے تھے اس لئے حضرت مخدوم شیخ سید جمال الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ مخدوم شیخ عبدالقادر رابع کے لقب سے سجادہ نشین ہوئے۔

حضرت مخدوم شیخ سید عبدالقادر رابعؒ کا انتقال ۱۸۱۳ء میں ہوا اور روضۂ اقدس میں مدفون ہوئے۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

Marfat.com

میاں عبد الحکیمؒ

آپ مادرزاد ولی باکرامت تھے۔ آپ کے والد غلام علی پارچہ شوئی کا کام کیا کرتے تھے۔ اُس زمانے میں حاجی رحمت اللہ اپنے زمانے کے ولی تھے۔ اُن کے پارچات شیخ غلام علی دھویا کرتے تھے۔ جب یہ کپڑے دھو کر لے جاتے تو حاجی صاحب اٹھ کر تعظیم دیتے۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ یہ کیا بات ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ اس شخص کی پشت سے ایک قطب پیدا ہوگا اس لئے تعظیم بجا لاتا ہوں۔

آپ کی ولادت کے وقت چند حاجی لوگ مکان پہ آئے اور انھوں نے ایک لوٹا، ایک جائے نماز اور ایک تسبیح پیش کی کہ وہ بموجب بشارت یہ چیزیں آپ کے واسطے مکہ سے بطور تحفہ لائے تھے۔ جب آپ نے ہوش سنبھالا تو عبادت اور ریاضت میں مصروف ہو گئے۔ سوائے عبادت کے اور کچھ کام نہ تھا۔ لوگ غلام علی بچارے کو تنگ کرتے کہ تم کپڑے وقت پر نہیں دیتے۔ ایک دفعہ زیادہ دق ہونے پہ اس نے لوگوں کے سامنے معذرت کی کہ کیا کروں مجبور ہوں اکیلا آدمی ہوں اور ضعیف ہو گیا ہوں۔ ایک لڑکا تھا سو وہ بھی کسی کام کا نہ نکلا۔ تب آپ نے پوچھا کہ کتنا کام باقی ہے اور کیا تکلیف ہے۔ ضعیف باپ نے کہا کہ پانچ سو کپڑا مختلف رنگوں کا رنگنا ہے۔ آپ نے سب پارچات لے کر پانی میں ڈال دیئے اور جو جو کپڑا جس جس رنگ کا مطلوب تھا رنگا ہوا نکال کر دیتے رہے

Marfat.com

پہلے آپ کی رہائش لبِ دریائے بیاس تھی پھر موضع ملکا میں آگئے۔ وہاں سے اُٹھ کر دریائے راوی کے کنارے آئے اور پھر چک سہارجہ میں آکر آباد ہوئے۔ بعد میں اپنے نام سے موضع عبدالحکیم (تحصیل کبیروالا ضلع ملتان) آباد کیا جہاں آپ کا مزار مرجعِ خاص و عام ہے۔ آپ نے ۱۷۳۲ء (۱۱۴۵ھ) میں وفات پائی۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

Marfat.com

حافظ محمد جمال ملتانیؒ

آپ اکمل و اعظم خلفائے حضرت خواجہ نور محمد مہارویؒ (المتوفی ۱۲۰۵ھ) تھے۔ آپ کو بہ رہنمائی روحانیت شیخ ابوالفتح رکن الدین ملتانی قدس سرہٗ شوقِ زیارت حضرت قبلۂ عالم مہاروی ہوا اور مہار شریف حاضر ہو کر بیعت قبلۂ عالم سے مشرف ہوئے۔ آپ کو آفتابہ برداری اور وضو کرانے کی خدمت تفویض ہوئی اور حضرت قبلۂ عالم کے انتقال تک اسی خدمت پر مامور رہے۔

ایک روز بمقام دہلی ذکر ہوا کہ ملتان میں بہ عظمت حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہٗ کسی ولی کا تصرف پیش نہیں جاتا اور کوئی شخص وہاں بیعت نہیں کرتا۔ حضرت مولانا شاہ فخر دہلویؒ نے فرمایا میاں نور محمد! اب تک ملتان میں حضرت بہاء الحقؒ صاحب کی ولایت تھی لیکن اب ملتان ہمارے حوالہ ہو گیا ہے۔ لازم ہے کہ اپنے مریدوں میں سے کسی کو وہاں بھیجو کہ وہ عین خانقاہ حضرت بہاء الدین زکریاؒ کے لوگوں کو مرید کرے اور اپنا تصرف کرے۔ چنانچہ قبلۂ عالم حضرت نور محمد مہارویؒ نے آپ کو بسمتِ ملتان روانہ فرمایا اور آپ نے خانقاہ حضرت بہاء الحقؒ میں حضرت خدا بخش ملتانی کو مرید کیا جو آپ کے خلفائے نامدار میں ممتاز تھے۔ (تحفۃ الابرار)

گلشن ابرار مولفہ خواجہ امام بخش میں ہے کہ حافظ صاحب کے والد کا نام

Marfat.com

محمد یوسف اور دادا کا نام حافظ عبدالرشید تھا۔ قوم اعوان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے دادا اعوان کاری کے علاقہ سے ہجرت کر کے ملتان آگئے اور قلعہ ملتان کے مشرق کی جانب سکونت اختیار کی تھی۔ ان دنوں بادشاہ دہلی کی طرف سے ابوالقاسم اور ابوالہاشم ملتان کے حاکم تھے۔ یہ دونوں بڑے اہلِ علم اور علماء و فضلاء کے قدردان تھے۔ محمد یوسف ان دونوں حاکموں کے معتمد وزیر تھے۔

تکملہ سیر الاولیاء میں ہے کہ حافظ صاحب کے علم و فضل کا یہ حال تھا کہ باریک سے باریک اور دقیق سے دقیق مسائل ان سے پوچھے جاتے تھے اور وہ نہایت شافی اور مکمل جواب دیتے تھے۔ مسئلہ وحدت الوجود سے ان کو خاص دلچسپی تھی۔ شیخ ابن عربیؒ اور مولانا جامیؒ کی تصانیف پر پورا عبور رکھتا جس وقت ان کے غوامض و رموز سمجھاتے تھے تو ایسا محسوس ہوتا تھا گویا ایک سمندر موجیں مار رہا ہے۔ حافظ صاحب نے ملتان میں اپنا مدرسہ بھی قائم کیا تھا جو علم و فضل کا ایک اعلیٰ مرکز تھا۔ آپ نے سب سے پہلے ملتان میں چشتیہ سلسلے کو ترویج دی حافظ صاحب نہایت با اخلاق بزرگ تھے۔ مناقب فخریہ میں لکھا ہے "حافظ محمد جمال ملتانیؒ . بکمال باطن و تہذیب اخلاق و کمالات آراستہ"۔ شریعت کا خاص احترام کرتے تھے اور فرمایا کرتے "معرفت حق کا بہترین طریقہ وہ ہے جو مشائخ کا ہے اور جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے معتبر ذریعہ سے پہنچا ہے اور وہ ظاہر کو شریعت سے آراستہ رکھنے کا ہے اور اس پر قائم رہنے کا اور باطن کو اوصافِ ذمیمہ سے پاک کرنے کا"۔ آپ کی مہر پر "ان اللہ جمیل و یحب الجمال" کندہ تھا۔

آپ کے خلفاء میں بڑی بڑی پاکیزہ ہستیاں ہوئیں جن میں حضرت خواجہ خدا بخش

Marfat.com

ملتانی ، حضرت قاضی عیسیٰ خانپوری ، منشی غلام حسن خاں شہید، میاں محمد حسین ، مولوی محمد موسےٰ اور سید زاہد شاہ رحمہم اللہ تعالےٰ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

تاریخ مشائخ چشت کا بیان ہے کہ جس زمانہ میں حافظ صاحب ملتان میں جلوہ افروز تھے پنجاب پر سکھوں کا تسلط تھا اور مسلمانوں کو طرح طرح کے آلام و مصائب کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ حافظ صاحب کے قیام کے زمانے میں سکھوں نے کئی بار ملتان پر حملہ کیا لیکن حافظ صاحب کی زندگی میں وہ ملتان پر قابض نہ ہو سکے۔ آپ نے سکھوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب کا مقابلہ انتہائی مردانگی اور عالی ہمتی سے کیا جب حالات بہت خراب ہو گئے تو خود میدانِ جنگ میں اُتر گئے۔ سکھوں کے حملہ کی اطلاع ملی تو حافظ صاحب قلعہ میں تیر و کمان لئے موجود تھے۔ پھر ایک دوسرے موقع پر حافظ صاحب مرحوم قلعہ ملتان کے برج میں بیٹھے ہوئے کافروں پر تیر برسا رہے تھے بلکہ ۱۲۲۶ھ میں ایک مرتبہ پھر سکھوں نے ملتان پر حملہ کیا۔ حافظ صاحب اس وقت ملتان میں نہ تھے۔ جب اطلاع ملی تو چناب کو جلدی سے عبور کر کے معرکہ میں حصہ لینے کے لئے ملتان پہنچ گئے۔ ایک مرتبہ سکھوں نے بہت ساز و سامان اور قوت کے ساتھ ملتان پر حملہ کیا۔ لوگوں میں پریشانی پھیل گئی اور بعض لوگوں نے گھبرا کر ہجرت کر جانے کا ارادہ کیا۔ آپ کو معلوم ہوا تو فرمایا "آوازِ جنگ بکفار عام است و اکنوں جنگ بایشان فرض عین کرد، پس الحال بیرون نمی رویم کہ مارا دو درجہ است یکے درجۂ غزا ، دوم درجۂ شہادت" (مناقب المحبوبین)

یہ فرمانے کے بعد آپ نے مقابلہ میں خود سبقت فرمائی۔

Marfat.com

حافظ صاحب تیر اندازی میں کافی مہارت رکھتے تھے اور اس کی تعلیم بھی دیتے تھے۔ آپ نے ۵ رجادی الاوّل ۱۲۲۶ھ کو بعاوضہ تپ صفراوی وصال فرمایا اور اپنے حجرہ میں سپرد خاک ہوئے۔ آپ کی خانقاہ بیرون شہر متصل عام خاص باغ واقع ہے۔ عمارت پختہ اور نہایت خوشنما ہے۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حافظ محمد جمالؒ کے ملفوظات کے بہت مجموعے مرتب کئے گئے تھے۔ ان میں سے مندرجہ ذیل خاص طور سے مشہور ہیں:

(۱) فضائل رضیہ از مولوی عبدالعزیز (۲) انوار جمالیہ از منشی غلام حسن شہید ملتانی

(۳) اسرار الکمالیہ از زاہد شاہ۔

فرماتے ہیں کہ جب کسی کا شیخ وصال کر گیا ہو اور وہ کسی معصیت یا نقصان میں مبتلا ہو جائے تو اُس کو جائز ہے کہ اپنے پیر کے خلیفہ سے تجدید بیعت کرے اور توبہ تائب ہو کر ورد وظائف و شغل اشغال میں مصروف ہو جائے۔

فرمایا خوارق عادات یہ ہے کہ اپنی عادات نفس میں سے کسی عادت کو خاموشی یا ریاضت وغیرہ کے ذریعے کم کر کے چھڑانا، پس اگر اللہ تعالیٰ نے تیری عادات نفس میں سے کسی عادت کو چھڑا دیا تو اُس کا ثمرہ دو وجہ پر ہے۔ اوّل یہ کہ تجھ کو اس کے چھڑانے کی پاداش یعنی بدلہ مل جائے اور یہ بد ہے۔ اکثر لوگ اس سے فریفتہ ہو جاتے ہیں اور اس کو کرامت جانتے ہیں حالانکہ ایسی کرامت کافران ریاضت کنندگان کو بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ دوم یہ کہ پاداش اُس کی کچھ نہ ہو بلکہ حق تعالیٰ بلند کرے مدجہ از مدارج معرفت و فقر بسبب باز رکھنے عادت کے، اور عادت کا چھوٹنا

Marfat.com

تابع حق ہے وہ تیری تعظیم اور ابرار شرف کی جہت سے ہے اور یہ نیک ہے اور یہ قسم کرامت اولیا سے ہے اور ظاہر ہونا اس کا بہت خوب ہے کہ اُس میں وہم پاداش ہے اگرچہ پاداش نہیں ہے۔ صاحبِ مناقب المحبوبین فرماتے ہیں کہ یہ کلمات رازہائے علوم ہیں کو ان کو سیاہی چشم سے لکھا جانا روا ہے اس کو یاد رکھو۔

فرمایا درویشی کیا ہے؟ خاکی بیختہ و آبکی فرو ریختہ۔ اُس سے نہ کسی کے کف پا کو درد اور نہ پشتِ پا کو گرد۔

فرمایا حق تعالیٰ نے معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اقسامِ علم تعلیم کیئے اور اس کے اظہار سے منع کیا۔ معراج سے آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنا کہ جس راز کو حق تعالیٰ نے منع کیا تھا اسے ایک دیوانہ کہتا ہے۔ عرض کی بار الہا جس امر کے مخفی رکھنے کے لیئے مجھے فرمایا تھا وہ اس دیوانے کو کیونکر معلوم ہُوا۔ وحی آئی کہ یہ بھی ہمارا راز ہے۔ اے محمدؐ! اگر تو یہ راز کسی عالم میں کہے تو خوفِ فتنہ ہے لیکن کلامِ دیوانہ کا کوئی اعتبار نہیں کرتا۔

فرمایا آیت شریف جزاءُ سیئۃٍ سیئۃٌ مثلھا کے دو معنی ہیں اوّل اہلِ ظاہر کے نزدیک جزاء گناہ باندازہ گناہ یعنی جو کوئی کسی کے ساتھ بدی کرے وہ اُسی قدر اس کے ساتھ بدی کرے لیکن عارفوں کے نزدیک بدی کی جزا دینا بدی ہے مثل اُس بدی کے، یعنی عفو مناسب ہے، اور جس نے بدی کی جزا بدی دی اُس نے بھی مثل اُس شخص کے بدی کی۔

کسی نے آپ سے پوچھا کہ آپ کے پیر اپنے پیر سے کس طریقہ سے ملتے تھے۔ فرمایا جیسے بندہ خدا سے ملتا ہے۔

Marfat.com

منشی غلام حسن شہیدؒ

ملتان میں پیدا ہوئے تھے، یہیں علوم ظاہری کی تحصیل کی اور اسی جگہ سن رُشد کو پہنچ کر حضرت خواجہ حافظ محمد جمالؒ کے مرید بنے، ارادت و عقیدت اس قدر بڑھی کہ آٹھوں پہر مرشدِ کامل کے حضور میں رہنے لگے۔ شیخ نے بھی آپ پر وہ کرم بخشی و عنایت فرمائی کہ فیضانِ معرفت سے بہرہ ور فرما کر اپنا خلیفۂ اعظم بنایا۔ چونکہ آپ کو خوشنویسی میں یدِطولیٰ حاصل تھا اور دُور دراز سے لوگ تبرکاً آپ سے کتابیں لکھوانے کی خاطر آتے تھے اس لئے 'منشی صاحب' آپ کا لقب ہوگیا۔ سخن گوئی میں بھی مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔ آپ کا دیوان مقبولِ عام ہے۔

مولف سرزمینِ ملتان نے ایک روایت نقل کی ہے کہ منشی صاحب حُسنِ سیرت کے ساتھ حُسنِ ظاہر بھی غضب کا رکھتے تھے۔ ایک موقع پر جبکہ خادم حضور کو وضو کرا رہا تھا آپ کے حُسنِ خداداد کو دیکھ کر کہنے لگا کہ "یا حضرت! لوگ جو کہتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السّلام بے حد خوب صورت تھے کیا وہ آپ سے بھی زیادہ حسین ہوں گے؟" آپ یہ سُن کر بھڑک اُٹھے اور وجد کی حالت طاری ہوگئی جب ذرا سکون ہُوا تو فرمایا۔ میاں اگر خوبصورتی دیکھنی ہے تو جمال اللہ کے حُسن کو دیکھ ؎

چشمِ خدا بیں باز کشا   نقشِ جمال اللہ ببیں
تا چوں حسن درصورتِ انساں   ذاتِ مقدس را نگری

Marfat.com

بیان کیا جاتا ہے کہ باطنی حاکمِ ملتان حضرت حافظ محمد جمال کے مریدانِ خاص میں سے ہُوا کرتا ہے۔ تغیر و تبدلِ حکومت اس وقت تک نہ ہوتا تھا جب تک کہ وہ حاکم وصال نہ پائے۔ چنانچہ جب انگریزوں نے ملتان فتح کیا ان کے خلیفہ منشی غلام حسن زندہ تھے۔ شہر فتح نہ ہوتا تھا۔ ایک انگریز سپاہی نے منشی صاحب موصوف کو بندوق سے شہید کر دیا تو دوسرے روز شہر فتح ہو گیا۔ شہادت کے وقت حضرت منشی صاحب شہید کی زبانِ مبارک پر یہ شعر رواں تھا ؎

سر در قدمِ یار فدا شد چہ بجا شد
ایں بارِ گراں بود ادا شد چہ بجا شد

ملتان شہر میں آغا پورہ کے نزدیک ایک پختہ قبہ کے اندر آسودہ ہیں۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

Marfat.com

سیّد عظیم الدّین شاہؒ

ماوائے شریعت و معرفت مولانا سیّد عظیم الدّین حجازی النسل ہیں۔ آپ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر خاکروبی اور چراغ بندی کی خدمت پر مامور تھے۔ نواب مظفر خاں فرمانروائے ملتان جب ۱۲۰۷ھ میں حج کے بعد مدینہ طیبہ پہنچا تو آپ کے تبحّر علمی اور زہد و اتقاء سے متاثر ہو کر ملتان تشریف لانے کی استدعا کی۔ آپ قربِ رسالت ترک کرنا نہیں چاہتے تھے اس لئے متردّد ہوئے مگر رات کو بارگاہِ نبوّت سے عزم کا اشارہ ہُوا اور آپ یہاں تشریف لے آئے۔ نواب نے کچھ رقبہ زمین کا بطور جاگیر مرحمت فرمایا اور آپ مطمئن ہو کر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے لگے لیکن رہ رہ کر سرکارِ دو عالمؐ کا روضہ یاد آتا تھا اور اس خیال سے طبیعت میں اضطراب پیدا ہو جاتا تھا۔ بالآخر آپ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے اور عرض کی کہ ملتان کا پانی موافق نہیں آتا۔ حکم ہُوا کہ جاؤ تمہارے چشمہ میں کوثر کی تاثیر داخل کر دی ہے وہاں رہ کر تبلیغِ اسلام کرو۔ اس پر آپ ملتان واپس آ گئے۔ کنوئیں کا پانی چکھا تو اس میں کوثر کا رنگ غالب تھا۔ پھر آپ نہایت سکون سے قال اللہ و قال الرسول میں اپنی زندگی بسر کرنے لگے۔ آپ کے اتقاء کا یہ عالم تھا کہ کسی مرید سے کچھ نہ لیتے تھے۔

آپ کے تعویذ پر یہ قطعہ کتبہ کے طور پر مرقوم ہے ؎

Marfat.com

حاجی حرمین نیز واعظِ خلق ... بود ز اولادِ غوث محی الدین

سیزدہم ماہ جمادی الثانی ... روزِ شنبہ شدہ بخلدِ برین

چونکہ در راہِ دیں قوی می بود ... سالِ وصلش قوی عظیم الدین

۱۲۳۱

مزارِ مبارک ملتان شہر میں بیرون دولت دروازہ واقع ہے۔

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

Marfat.com

خواجہ محمدؐ موسیٰ پاک صدیقیؒ

آپ حافظ محمد حیاتؒ کے جن کا مزار پیر عمر صاحب بمقام ملتان کے مشہور قبرستان میں واقع ہے فرزند یگانہ روزگار اور ولی کامل تھے۔ نسبتِ بیعت حضرت حافظ محمد جمالؒ سے رکھتے تھے۔

کتاب گلشن ابرار مؤلفہ حضرت خواجہ امام بخش صاحب مہاروی میں مرقوم ہے کہ آپ کو حضرت حافظ محمد جمالؒ صاحب نے بیعت کر کے حاضرین مجلس میں کثرت سے شیرینی تقسیم فرمائی اور حاضرین سے فرمایا کہ مجھے مبارک باد کہو کہ ایسا برگزیدہ وکامل انسان میرے ساتھ توصّل پذیر ہوا ہے۔ بقول دیگر فرمایا کہ میرے ہاتھ ایک شہباز آگیا ہے۔

حضرت موسیٰ پاکؒ کا علمی مشغلہ اتنا تھا کہ ہمیشہ آپ کی خدمت میں ستر اسی طلبہ موجود رہتے تھے۔ بسا اوقات تفسیر پڑھاتے وقت آپ پر وجد طاری ہو جاتا تھا۔ تحریر کا کام کثرت سے کرتے تھے مشہور ہے کہ آپ نے بیسیوں کتابیں اپنے ہاتھ سے تحریر فرمائیں مگر سکھوں کی لڑائی میں اکثر کتب خانہ نذر آتش ہو گیا۔

قاضی ملتان ملا نادر جن کی ایک کتاب منظوم اس خاندان میں موجود ہے آپ کے حق میں تحریر فرماتے ہیں۔

بندۂ نادر نیاز آگندہ شد — بندہ اش را سگ سگش را بندہ شد
چاکرانِ شیخ را چاکر منم — بندگانش را غلام کمترام

Marfat.com

آپ کے والدِ بزرگوار حافظ محمد حیات کے حق میں قاضی صاحب مذکور اس طرح تحریر کرتے ہیں۔

پس محمد داد عالم را حیات | حافظ و قاری بداں عالی صفات
در درونش بحرِ علم بے کراں | درّ و گوہر ہا ازاں گشتہ عیاں
شد ہجوم اہلِ دل بر گردِ او | فاضلان و کاملاں شاگردِ او

مولانا خواجہ محمد موسیٰ پاکؒ ۱۱ ماہ رجب المرجب ۱۲۶۱ھ کو واصل بحق ہوئے اور جبین آگاہی کے اندر خوابیدہ ہیں۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت مولانا موسیٰ پاکؒ کے فرزند یگانہ حضرت خواجہ محمد خدا بخش تھے۔ آپ کی نسبتِ بیعت حضرت خواجہ خدا بخش خیر پوریؒ سے تھی۔ آپ کا ابتدائی اسمِ مبارک مولانا امام بخش تھا مگر جب مرید ہوئے تو آپ کے شیخ نے اپنا ہم نام کر کے فرمایا کہ میرے ہم شکل ہوں گے، میں صاحبِ اولاد نہیں ہوں آپ بفضلہٖ صاحبِ اولاد ہوں گے۔ چونکہ خواجہ خدا بخش خیر پوریؒ کا لقب "محبوب اللہ" تھا اس لیے آپ کو محبوب اللہ ثانی کہا جاتا ہے۔ اور اورادِ کثیر کے باوجود درس تدریس کا شغل بھی تھا۔ آپ کا وصال ۱۳۱۱ھ میں ہوا۔ مزار شریف اپنے والدِ بزرگوار کے متصل جانبِ مشرق واقع ہے۔ قدس اللہ سرہٗ العزیز۔

حضرت خواجہ محمد خدا بخشؒ کے فرزند حضرت محمد نظام بخش تھے آپ شاگرد اور خلیفہ اپنے والدِ بزرگوار کے تھے۔ آپ کا قلم اعجاز رقم تھا جب کبھی کسی کے لئے تعویذ تحریر فرماتے اس کا کام فی الفور ہو جاتا۔ آپ کا شغل درس تدریس تھا۔ آپ کو آپ کے ہمعصر بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے چنانچہ حضرت عاقل محمد

Marfat.com

سجادہ نشین خواجہ محمد اکرم صاحب کھروڑ پکہ اپنی کتاب انیس المساکین میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

"حضرت ولی نعمی ذات ملکی صفات قدسی درجات مظہر الجمال والکمال مولانا ملجانا حضرت مولوی نظام بخش صاحب خلف الرشید حضرت خواجہ خدا بخش صاحب ملتانی محبوب اللہ ثانی کہ ثمر بوستانِ خلافت جمال اللہ و محبوب اللہ است الٰہی ہمیشہ ایں بوستان را از بادِ مخالفِ دوراں محفوظ داری و ماجرعہ نوشانِ ایں میخانہ را و میوہ چیننانِ ایں گلزار را از تازگی و سرسبزی ایں فردوس خوش نصیب داری آمین ثم آمین۔

آپ کا وصال ۱۳۲۶ھ میں ہوا تھا اور مزار شریف اپنے جدِ بزرگوار کے متصل جانبِ غرب واقع ہے۔

رحمۃ اللہ علیہم

Marfat.com

مولانا شاہ علی مردانؒ

آپ کے مورثِ اعلیٰ فقیر عبدالقادر ایک کامل بزرگ عراق و عرب کے رہنے والے تھے۔ ان کی اولاد میں سے حافظ عنایت اللہ ایک کامل درویش ہو گذرے ہیں۔ حافظ عنایت اللہ اور ان کے صاحبزادہ حافظ علی مدد کا مزار بوہڑ دروازہ کے اندر خانقاہ پیر سید برہان الدینؒ میں موجود ہے۔

حافظ علی مدد کے صاحبزادہ مولوی علی مردان کامل بزرگ تھے۔ یہ بزرگ اپنا نام فقیر علی مردان لکھا کرتے تھے۔ پیری مریدی بہت کم کرتے تھے۔ ساداتِ گردیزی کے استاد اور پیش امام تھے اور خاندانِ قریش کے بھی پیش امام تھے۔ ہر دو خاندان آپ کا اعتراف کرتے ہیں اور آپ کی اولاد کو اب تک عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ شوکت و دبدبہ اس قدر تھا کہ یوم محرم کو جب تک آپ خلوت خانہ میں نہ چلے جاتے کوئی تعزیہ نہ نکلتا۔ خاندانِ ساداتِ گیلانی سے بھی آپ کے گہرے تعلقات تھے جو اب تک بدستور چلے آتے ہیں۔

آپ مظفر خانی عہد کے ایک بے نظیر عالم تھے۔ طالبانِ علم و ادب اکنافِ عالم سے کشاں کشاں یہاں پہنچتے اور آپ سے تفسیر، حدیث اور فقہ کا درس لیتے۔ ریاضت و مجاہدات میں بھی آپ بے مثال تھے۔ آپ یتیموں اور بیواؤں کی امداد کیا کرتے تھے، غریب عورتوں کو پانی بھر دیتے اور ضروری کام کرتے۔ اکثر شب بیدار رہتے اور پچھلی

Marfat.com

رات کو تمام مساجد میں جا کر پانی کے مشکے بھرتے۔ دن کو اپنی مسجد میں قال اللہ و قال الرسول سے مست رہتے، کسی سے سروکار نہ تھا، ہر کس و ناکس سے بے نیاز اور اپنی غریبی و فقیری پر قانع تھے۔ ایک دفعہ نواب مظفر خان ملنے کے لئے آئے مگر باریابی کا موقع نہ بخشا اور فرمایا "فقیر کو سکون سے خلقِ خدا کی خدمت کرنے دو۔" ایک اور موقع پر نواب بہاول خان تشریف لائے لیکن آپ نے ملنے سے انکار کر دیا۔ اس کے برعکس فقراء پر آپ عاشق تھے، اللہ والوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ملتے، اکثر مجذوب آپ کے ہاں مقیم رہتے، خود اپنے ہاتھوں سے ان کو طہارت کراتے اور ان کا ہر طرح خیال رکھتے۔ آپ کے زہد و اتقا کا دُور دُور تک شہرہ تھا۔ ساری عمر کسی سے اپنے یا اپنے درس کے لئے کچھ قبول نہ فرمایا۔ آپ نے علاوہ دیگر کتب کے لطائف سیریہ بھی تصنیف کی جو کئی بار چھپ کر شائع ہو چکی ہے۔

آپ سلسلۂ اویسی میں حضرت خواجہ محمد مراد اویسیؒ سے بیعت تھے جن کا مزار بیرون لہاری دروازہ ملتان ہے اور خواجہ محکم الدین سیرانیؒ کے خلیفہ تھے۔ خواجہ محکم الدین سیرانیؒ (المتوفی ۱۱۹۷ھ) حضرت خواجہ پیر عبدالخالقؒ کے مرید تھے جن کی خانقاہ ریاست بہاول پور کے سٹیشن بخش خان سے قریباً ۲ میل کے فاصلے پر ہے۔ آپ کو حضرت اویس قرنیؓ سے براہِ راست رُوحانی فیض حاصل تھا۔

حضرت علی مردانؒ نے بعمر ۸۶ سال ۱۲۸۲ھ میں بتاریخ ۲۷ رجب رحلت فرمائی۔ آپ کے دو صاحبزادے مولوی غوث بخش اور مولوی جندوڈہ تھے، آگے ان کی اولاد کا سلسلہ جاری ہے۔

حضرت علی مردان کا مقبرہ ملتان شہر میں بیرون حرم دروازہ واقع ہے مشرقی

Marfat.com

دروازے کے اوپر آیۃ کریمہ الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیہم ولاھم یحزنون
مرقوم ہے اور یہی آپ کی تاریخِ وفات ہے، نیز بیرونی دیوار پر ذیل کے اشعار بھی
مرقوم ہیں جن سے آپ کی سیرت پر کافی روشنی پڑتی ہے ؎

بود مردِ خدا علی مردان | کہ براہِ خدا قدم فرسود
گرچہ عمرش گذشت از ہشتاد | لیک در ذکر و فکر و درس فزود
از مریدانِ شیخ محکم دین | واز محمد مراد فیض ربود
ہادیے راہِ حق چنان آمد | کہ بہر یک طریق سہل نمود
وعدۂ عمر چوں شدش آخر | لاجرم فرقت از جہاں فرمود
سحر شنبہ لیلۃ الاسرا | کردہ روحش باوجِ عرش صعود

گشت تاریخش از سرِ الہام
چہ اجل مظہرِ اویسی بود

رحمۃ اللہ تعالیٰ علی جمیع عبادہ الصالحین
والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین
برحمتک یا ارحم الراحمین

Marfat.com

Marfat.com